بعون صانع مکین و مکان و بفضل خالق زمین و زمان

کتاب خدا قت انتساب بہ بیان حالات بادشاہان خاندان تیموریہ و غدر سنہ ۱۸۵۷ء و تعمیرات
شاہجہان آباد و جامع مسجد و لال قلعہ و عمارات کہنہ و مزارات مع کیفیت دربار دہلی منعقدہ
سنہ ۱۹۰۳ء و تذکرہ حضرات اولیاء اللہ و علماء و فقراء و حکماء و روساء و شعراء موجودہ شہر دہلی کے

یادگار دہلی

مؤلفہ جناب والد ماجد حضرت مولوی سید احمد صاحب ولی اللٰہی سلمہ اللہ الاحد نبیرہ قدوۃ العارفین
زبدۃ السالکین فخر المتکلمین جناب مولانا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ
جسکو پہلی مرتبہ کمترین خلائق سید رؤف احمد ولی اللٰہی خلف مؤلف موصوف نے اپنے

مطبع احمدی دہلی متعلق مدرسہ عزیزیہ میں ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء طبع کرایا

قیمت فی جلد ۔ رجسٹری شدہ (تعداد طبع ۱۰۰۰)

فہرست مضامین [illegible] یادگار دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

المفتقر الی اللہ الصمد احقر **سید احمد ولی اللہی** خلف مولوی سید معز الدین مرحوم نبیرہ مولانا سید ناصر الدین صاحب علیہ الرحمۃ و نواسہ قطب العارفین سند المفسرین سید المحدثین حافظ آیات رب العلمین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی خلف فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت مولانا مرشدنا شاہ ولی اللہ صاحب قدس اسرارہم و رحمہ اللہ تعالی علیہم اجمعین عرض کرتا ہے کہ مجازی بادشاہوں کے تاریخی حالات بیان کرنے اور کسی ملک یا شہر کی سوانح عمری لکھنے سے پہلے خدا کی حمد ضرور ہے جو سب سے بڑا اور حقیقی بادشاہ ہے جسنے اول تمام عالم کو پیدا کیا اور سیدھی راہ چلانے - طرز معاشرت سکھانے - باہمی معاملات بتانے کیلئے بڑے بڑے منتظم مدبر حاکم بھیجے جنہوں نے خدائی قانون کو مدلل اور محکم طور پر لوگوں کو سمجھا دیا اور وہ حکم عدولیاں جو ناواقفی اور جہالت کی وجہ سے وقتاً فوقتاً لوگوں سے ہوتی رہیں عمدہ طریقہ سے دفع کرتے رہے خصوصاً ہمارے سچے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنکا ظہور سب سے آخر میں ہوا تمام نبیوں اور رسولوں سے سبقت لیگئے اور رحمۃ للعلمین - رسول اللہ - خاتم النبیین کا خطاب حاصل کیا جس وقت دربار شاہی سے طلبی کا حکم صادر ہوا تو منظور شدہ قوانین اور سابق مثلوں اور گذشتہ نظیروں کا مجموعہ خلفاء کو سونپ کر حضوری میں پہونچ گئے جبتک خلفاء کا زمانہ رہا تیس[۳۰] برس تک وہی دستور العمل جاری رہا اسکے بعد ذاتی سلطنتیں شروع ہوئیں قدیم قانون کی پابندی ہتک کا باعث سمجھی جانے لگی پاس شدہ امور میں تغیر پیدا ہوا زمانہ کی بیچین طبیعت کو جو دو طرح ایک حالت پر رہنا پسند نہ کرتی تھی جامہ میں نہ سمائی اور بڑھ بڑھکر کارروائیاں کرنی شروع کیں - یہانتک کہ ہر ملک - ہر شہر - ہر قصبہ - ہر گانوں پر اسکی بیچینی کا پورا اثر ظاہر ہوا اور ہر چیز زمانہ کے انقلاب کا پورا نمونہ بنگئی - ایک **دلی** ہی دیکھو کتنا بڑا رونق کا شہر ہے مگر تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ دلی کا تغیر بالکل زمانہ کا صحیح مثنیٰ ہے - گو اسوقت میرا اصلی مقصود یہ نہیں کہ دلی کی مبسوط تاریخ لکھوں اور اسکے تمام حالات ایک ایک کرکے قلمبند کروں کیونکہ مجھے پہلے ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند   تہی خمخانہ ہا کردند و رفتند

البتہ ۱۸۵۶ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک کے وہ واقعات جو شاہجہان آباد اور اسکی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں مجموعی حیثیت سے بیان کے قابل نظر آتے ہیں اور خصوصاً ایسے موقع پر کہ شہنشاہ ہند ایڈورڈ ہفتم

ہٹتا اور بستا چلا آیا مگر پھر اسکی آن بان نرالی ہے سو بگڑنے میں بھی زلف اسکی بنا کی ۔
اس شہر میں راجہ جدہشٹر سے لیکر رائے پتھورا تک مختلف قوموں کے ایک سو بیالیس راجہ تخت نشین ہوئے اور ہر راجہ اپنے زمانہ میں قلعے اور عمارات بناتا رہا ع ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ۔
پرانا قلعہ جو شاہجہاں آباد سے دو ڈھائی کوس جنوب کی طرف واقع ہے راجہ اوکھا کی تعمیر بتاتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ سنہ ۱۲۲ میں راجہ انند پال نے اس جگہ قلعہ بنایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ راجہ انگ پال کی تعمیر ہے مگر ممکن ہے کہ اسی جگہ یکے بعد دیگرے ہر ایک نے قلعہ بنایا ہو یا سب نے اسی کی درستی کی ہو اس وقت قدیمی عمارت کا کوئی نشان معلوم نہیں ہوتا مگر ممکن ہے کہ ہمایوں نے سنہ ۹۴۰ ہجری میں جب اس کی تعمیر کرائی تو کچھ کچھ نشانات موجود ہوں ۔
مہرولی۔ غیاث پور۔ تغلق آباد وغیرہ سب پرانی دلی کے آبادی کے نشانات ہیں آخر کار راجہ جسنے اس میں قلعہ بنایا رائے پتھورا یعنی سراج ثانی ہے۔ اس قلعے کے نشانات قصبہ مہرولی میں قطب کی لاٹ کے قریب اب تک نمایاں ہیں اسنے ۹۴ برس [illegible] حکومت کی اجمیر اسکا دار السلطنت رہا اور اس کا بھائی کھانڈے راؤ دلی کا حاکم تھا اس کے زمانہ میں شہاب الدین غوری کے حملے ہندوستان پر ہونے لگے۔ سنہ ۱۱۹۱ء میں اس نے بھٹنڈا فتح کیا اور تمام شہر میں اپنا بندوبست کر کے واپس ہونے کو تھا کہ سرحد کے سردار کا عریضہ پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ رائے پتھورا والی اجمیر اپنے بھائی کھانڈے راؤ حاکم دلی کو ہمراہ لئے۔ دو لاکھ فوج جرار اور تین ہزار فیل جنگی سے بھٹنڈے کے چھڑانے کو آندھی بھونچال کی طرح چلا آتا ہے۔ بادشاہ نے فوراً منادی کرا دی کہ جب تک اس مہم کا فیصلہ نہ ہو جائے غزنی کے طرف قدم اٹھانا حرام ہے اور فوراً لشکر جرار ہمراہ لے کر روانہ ہوا تلاوڑی کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔
رات بھر مورچہ بندی اور فوج کی درستی ہوتی رہی صبح ہوتے ہی تمام لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر میدان میں جم گیا آگے پیچھے دائیں بائیں ہر سردار اپنی فوج کو سنبھالے تھا بہادر سلطان زرہ بکتر چار آئینہ سجے سر پر خود فولادی کمر میں شمشیر صفاہانی پشت پر سپر کندھے پر کمان زین پر گرز گاؤ سر و دھر کمند ابریشمی شکار بند میں

کی تاجپوشی کے دربار کا زمانہ قریب ہی صرف ایک مہینہ باقی ہے اور جسمیں تمام والیان ریاست مدعو ہیں اس شہر کی موجودہ کیفیت دکھانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

میرا منشا صرف یہ ہے کہ **دلی** کی موجودہ حالت۔ اسکے اہل کمال کا ذکر۔ اسکی باقیماندہ عمارات کا تذکرہ ہر مقام کے نقشے دیکر مختصر عبارت میں تحریر کروں جس سے خصوصاً دربار کے مہمانوں اور عموماً باہر سے آنیوالوں کو مشہور مقاموں کی سیر نہایت آسان ہو جائے اور یہ چھوٹی سی کتاب ان کے لئے ہر موقع کا ایک بولتا ہوا فوٹو بنجائے۔

مگر قدیم عمارت کے نقش و نگار اور انکے ٹوٹے آثار اپنے اولوالعزم بانیوں کی یاد دلاتے ہیں اور رہ رہ کر گزشتہ سوانح لکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسلئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی واقفیت اور دلچسپی کے خیال سے معمولی طور پر اس قدیم دارالخلافہ کے بعض مشہور تاریخی واقعات اور عجائب حالات ابتدائے زمانہ سے موجودہ وقت تک اس طریق پر دکھا دیئے جائیں کہ جس سے ہماری کتاب کے پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے ایک دفعہ دلی کا تمام نقشہ گزر جائے جو حقیقۃً نہایت ہی عبرتناک سین ہے اور جسکی نظیر دنیا کے صفحات تواریخ پر مشکل سے مل سکے گی۔

دلی

حقیقت میں ایک ایسا معشوقہ ہے جو ہر زمانہ میں اپنی دلفریبی کے جوہر دکھاتی رہی ہے۔ اول اہل ہنود اسکی اٹھکیلیوں کے دلدادہ اور کافر فریبیوں کے شیدائی ہوئے اسکے بعد یہ شعبدہ باز مسلمانوں کی طرف مائل ہوئی اور اپنے تیر نظر سے ایک ایک کا شکار کرنا شروع کیا یہانتک کہ رفتہ رفتہ جان نثاروں کا صرف نام باقی رہ گیا مگر اہل اسلام کی سچی محبت اور دلی توجہ خالی نگئی چندہی روز میں اسکی حالت خراب اور ناگفتہ بہ ہوگئی اور یہ ہر وقت اپنے گزشتہ جاں بازوں کے فراق میں آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی اسکے پرانے خیر خواہ قدیم ہمدرد کو جو مدت سے اسکی دلفریبیوں کا متوالا بنا ہوا تھا رحم آیا اور اُسنے عنایت تشفی اور دلاسہ دیکر نہایت محبت اور تپاک سے اسکو اپنے آغوش میں لیلیا جس سے اسکی حالت از سر نو درست ہوئی اور دلی پھر دلی ہوگئی۔

اسکا پہلا نام اندرپرست ہے۔ اس میں راجہ اندر کے جشن ہوا کرتے تھے وہ ہمیشہ وان پُن کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کے پوجاری لوگ اس میں پُوجا پاٹ کرنے کو اپنا فخر سمجھنے لگے اور اندرپرست **موہنا یعنی دلی** کے نام سے مشہور ہوا یہ شہر ہمیشہ سے راجاؤں اور بادشاہوں کا دارالسلطنت رہا اور اسی وجہ سے برابر تاخت و تاراج ہوتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ

آگے بڑھا اور نہر سرستی کو بیچ میں ڈال دونوں لشکر آپڑے - پرتھی راج نے ایک خط
لکھا کہ سپہ سالار اسلام کو ہماری جرار فوج کا حال معلوم ہوا ہوگا - بہتر ہے کہ جوانوں کی جوانی
اور اُن کے ماں باپ کے بڑھاپے پر رحم کر کے یہیں سے پھر جاے ہم بچا لینگے
ورنہ یاد رہے کہ ایک جاندار اس میدان سے جیتا نہ جائے گا

شہاب الدین نے نہایت دھیما ہو کر جواب لکھا کہ راجہ نے جو صلاح دی عین شفقت
ہے مگر اس لشکر کشی میں مجھ کو کیا اختیار - بھائی کو لکھتا ہوں اُن کے حکم کا منتظر ہوں -
راجہ کے پاس یہ جواب پہنچا تو تمام اہل دربار ہنس پڑے اور لشکر میں فتح کے شادیانے
بجنے لگے اور سب نچنت ہو کر راگ رنگ میں مشغول ہو گئے

اودھر شہاب الدین نے سر شام فوج کو کمربندی کا حکم دیا اور خیمے اُسی طرح قائم رکھے
اور راتوں رات کئی کوس کا چکر دیکر دریا پار اُتر گیا صبح کو راجہ کے لشکر میں کوئی سوتا بھی نہ
اُٹھا تھا کہ دفعتہً پہلو میں آ دمامۂ جنگی پر چوٹ لگا اس دمامے سے کرنائی پھونکی کہ سوتے
جاگ اٹھے سب اُچھل پڑے تمام فوج میں کھلبلی پڑ گئی مگر راجہ نے ہوش حواس درست کر کچھ فوج
تیار کر کے سامنے کی اور باقی انبوہ کو سمیٹ سمٹا کر میدان میں لا جمایا - اودھر
شہاب الدین نے فوج کے چار حصہ کر چار سپہ سالاروں کے ماتحت کر دیئے کہ باری باری
سے جائیں اور جان لڑائیں - راجپوت نہایت جی توڑ کر لڑے عین گھمسان میں شہاب الدین
شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا حریف نے پیچھا کیا - جب اُس کی جمعیت پریشان اور
بے انتظام ہو گئی تو اُس نے دوسرے غول سے تازہ دم حملہ کیا مگر راجہ کی فوج بے شمار تھی
اسلئے کچھ مطلب نہ نکلا

جب ٹھیک دوپہر ہوئی تو پرتھی راج ایکسو پچاس راجہ ساتھ لیکر درخت کے سایہ میں آیا
اور سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھکر قسم کھائی اور ایک ایک پیالہ شربت کا پی تلسی کی پتی زبان
پر رکھ کیسر کے ٹیکے پیشانیوں پر دیئے

اودھر شہاب الدین بھی بارہ ہزار سپاہی جن کے سروں پر فولادی خود جواہرات
سے مرصع دھرے تھے ہمراہ لیکر جدا ہوا - اول خود تاج شاہی اُتار کفن سر سے باندھا پھر
شمشیر اصفہانی کھینچ اُس کا میان توڑ کر پھینک دیا - بادشاہ کا یہ حال دیکھکر سب نے کفن
سر سے لپیٹ لئے اور ننگی تلواریں کھینچ ڈاڑھیاں مُنہ میں لے اسطرح جوش میں آکر حملہ کیا کہ اپنی جگہ

آویزاں علم کے سایہ کے نیچے نیزہ تانے کھڑا تھا اور عربی گھوڑا جس پر پوستِ پلنگ کی پاکھر پڑی
تھی رانوں میں سے نکلا جاتا تھا اُدھر حریف بھی نوک نیچے سے درست ہاتھی پر بیٹھا دونو
لشکروں کو غور سے دیکھ رہا تھا آخر رہ نہ سکا اور تڑپ کر ہاتھی سے کود گھوڑے پر سوار ہو
سپاہگری کا بانک پن دکھاتا بھالے کے ہاتھ نکالتا سرداروں کے سامنے آیا اور لشکر والوں
کا دل بڑھانے لگا۔ اُدھر لشکرِ شاہی کے بائیں ہاتھ پر جو افغان پر اجمائے کھڑے تھے
آگے بڑھے اور خلجیوں نے بھی باگیں لیں مگر راجپوتوں نے متفقہ قوت سے وہ زبردست
حملہ کیا کہ شاہی فوج کے بہادر پیترا بھول گئے اور پیچھے ہٹنے لگے۔ خلجیوں کے پرے
نے گھونگٹ کھایا مگر سپہ دار نے سپہ قلب میں اُسی طرح جما ہوا تیر پر تیر چلاتا اور شہابِ ثاقب
برساتا رہا اچانک ایک مصاحب نے خبر دی کہ لشکر فرار ہو گیا اب حضور کس کی راہ دیکھتے ہیں
گھوڑے کی باگ پھیریے یہ سنتے ہی بادشاہ شعلہ کی طرح بھڑک اُٹھا اور غصہ میں آگ بگولا
ہو گیا اور رہی سہی ٹوٹی پھوٹی فوج کو للکارا اور گھوڑے کو ڈپٹا کر بجلی کی طرح دشمن پر جا پڑا
نیزہ و تلوار سے گذر کر خنجر اور کٹار پر نوبت آئی کھانڈے راؤ کی نظر اچانک بادشاہ پر پڑی
کٹاری تو لگ گئی فوراً اپنے فیلبان کو آواز دی کہ خبردار جانے نہ پائے اُسنے ہاتھی کو ریلا
شہاب الدین بھی چمک کر اس طرح جھپٹا کہ گھوڑے کے دونو ہاتھ ہاتھی کے مستک پر ٹیکے
اور ہاتھی کے منہ میں ایسا نیزہ مارا کہ کئی دانت ٹوٹ گئے مگر خود بھی زخم کاری کھایا ڈگمگا کر
گھوڑے سے گرا چاہتا تھا کہ ایک غلام باوفا جست کر کے پیچھے جا بیٹھا اور گھوڑا اُڑا کر برق
کی طرح نظروں سے غائب ہو گیا اور تمام بھاگا بھٹکا لشکر لاہور میں جمع ہوا۔ بادشاہ
لاہور کا انتظام کر کے غزنی کو روانہ ہوا اور بھاگنے والوں کے منہ میں [illegible] توبڑے
چڑھا کر تشہیر کرایا اور راجہ سے بدلہ لینے کی تدبیریں کرنے لگا دوسرے [illegible] برس میں
ہزار سوار لیکر دوبارہ دلی کی طرف چلا۔ لاہور میں پہنچکر راجہ کو نامہ لکھا کہ میں اپنے
بڑے بھائی کے حکم سے جو خراسان سے پنجاب تک کا بادشاہ ہے فوج لیکر اس طرف
آیا ہوں۔ پرتھی راج کو جو ہندوستان کے راجاؤں میں مہاراجہ ہے لکھا جاتا ہے
کہ وہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرے ✦

جب یہ مراسلہ راجہ کی نظر سے گذرا تو بہت کچھ پیچ و تاب کھایا اور جواب میں کڑے
لفظ لکھے اور تین لاکھ راجپوتوں کا لشکر لے مقابلہ کو روانہ ہوا اُدھر شہاب الدین بھی

کے موجود ہے ؛

ناصرالدین محمود ۱۲۴۶ء میں بہرام شاہ اسکے بعد علاؤالدین مسعود پھر کچھ دنوں بعد سلطان ناصرالدین محمود تخت نشین ہوا راے پتھورا کے قلعہ میں قصر ہزار ستون بنایا۔ بیس برس سلطنت کی غیاث الدین بلبن اسکا وزیر نہایت بیدار مغز اور رعایا پرور تھا اسنے شہر کو رونق دی۔ رعایا کو خوش رکھا ناصرالدین کے بعد

غیاث الدین بلبن ۱۲۶۶ء میں غیاث الدین بلبن خود بادشاہ بن بیٹھا اور ۱۲۸۶ء تک سلطنت کرتا رہا اُسنے ایک قلعہ بنایا اور مرزغن نام رکھا اس وقت اسکے کچھ نشانات تو نظر نہیں آتے مگر کہتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ کے قریب تھا اسلئے اس آبادی کو غیاث پور کہتے ہیں ؛

سلطان تیمور اسکے زمانہ میں امیر تیمور کے حملے شروع ہوئے اور انہی حملوں میں اسکا پیارا بیٹا محمد شاہ قتل ہوا اور یہ غم اُسکی جان لے کر ٹلا قطب صاحب کی اگلی آبادی کی حویلیوں کے کھنڈر میں اس کا مقبرہ موجود ہے ؛

کیخسرو بلبن کے بعد محمد شاہ کا بیٹا کیخسرو تخت نشین ہوا مگر لوگوں کی سازش سے معزول ہوا اور بغرا خاں بادشاہ ہوا لیکن چند ہی روز میں کیقباد کو سلطنت سونپ کر آپ علیحدہ ہو گیا ؛

کیقباد ۱۲۸۶ء میں کیقباد بادشاہ ہوا ۱۲۹۰ء تک سلطنت کی لب دریا قلعہ بنایا کیلوکھڑی نام رکھا اب اس موقع پر ہمایوں کے مقبرہ کے پیچھے چھوٹا سا گاؤں بستا ہے جس کو موضع کیلوکھڑی کہتے ہیں ؛

سلطان جلال الدین خلجی ۱۲۹۰ء سے خلجیوں کی سلطنت شروع ہوئی سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ ہوا۔ تقریباً ۶ سال بادشاہت کی کوشک محل بنایا۔ جس کے کچھ نشان حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ کے پاس بتاتے ہیں ؛

سلطان علاؤالدین خلجی ۱۲۹۶ء میں علاؤالدین خلجی بادشاہ ہوا۔ اسنے ایک قلعہ بنایا سری نام رکھا قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں جانب اس کے نشانات نظر آتے ہیں قطب کی لاٹھ کے مقابل ایک لاٹھ اور بنوانی شروع کی اور اُس سے بھی اونچی کرانی چاہی مگر پوری نہ ہونے پائی۔ ٹوٹی پھوٹی اب بھی موجود ہے۔ اس جلیل القدر بادشاہ کی قبر مسجد قوۃ الاسلام کے پہلے درجہ کے پیچھے جو اور در مسجد کے سے نظر آتے ہیں اسکے جنوبی گوشہ میں ایک ٹوٹے سے کھنڈر میں واقع ہے ؛

مبارک شاہ مشہور سلطان خسرو ۱۳۱۶ء میں مبارک شاہ تخت نشین ہوا خسرو خان کو وزیر بنایا اُسنے بادشاہ کو مرواڈالا اور ۱۳۲۰ء میں خود بادشاہ بن بیٹھا اور سلطان خسرو کے نام سے مشہور ہوا ؛

جمے کھڑے تھے باگ مارتے خاص راجہ کے قلب لشکر میں جا کر دھواں دھار ہو گئے اور جو
سوار لشکر اِدھر اُدھر لڑ رہے تھے وہ بھی دائیں بائیں زور دیکر گرے۔ اس گھمسان کا رَن
پڑا کہ دم کے دم میں ہزاروں کا کھیت پڑ گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی کھانڈے راو
مارا گیا رائے پتھورا دریائے سرسوتی کے کنارہ گرفتار ہو کر مارا گیا راجہ چتوڑ قتل ہوا
تمام فوج تتر بتر ہو گئی ۞

بادشاہ نے راتوں رات لاہور۔ غزنی کو فتحنامے روانہ کرکے دوسرے دن لشکر کا مقام
کیا اور آگے روانہ ہوا اجمیر کو فتح کرتا ہوا **دلی** میں آیا۔ پرتھی راج کے بتخانہ کی جگہ مسجد قوۃ الاسلام
کی بنا ڈالی اور اپنے عزیز غلام قطب الدین ایبک کو دلی کا فرمانروا مقرر کر ادھر اُدھر راجاؤں
تاج بخشیاں کرتا اور کچھ اپنے حاکم بٹھاتا ہوا **دلی** سے لاہور کو روانہ ہوا۔
اور پھر غزنی کو چلا گیا ۞

سلطان قطب الدین ایبک

قطب الدین ایبک دلی کا بادشاہ ہوا اور قلعہ پر شاہی پھریرا اُڑنے لگا
اُس نے رائے پتھورا کے قلعہ میں قصر سفید بنایا جس کا اب نشان نہیں۔ سنہ ۱۲۰۰ء کے قریب ایک
مینار کی تعمیر شروع کی جو اب قطب صاحب کی لاٹ مشہور ہے ۞

آرام شاہ

اُس کے بعد آرام شاہ بن قطب الدین تخت پر بیٹھا مگر آرام طلب تھا ایک سال کے بعد

سلطان شمس الدین التمش

شمس الدین التمش نے جو قطب الدین کا غلام تھا اور پھر داماد
ہو گیا تھا آرام شاہ کو معزول کرکے خود سلطنت سنبھالی شمسی تالاب بنایا جو ٹوٹا پھوٹا اب
بھی موجود ہے۔ قطب مینار کو بہت اونچا تعمیر کرایا اور اپنے آقا یا پیر قطب الدین کے نام پر قطب
مینار نام رکھا اور مسجد کو وسعت دی چھبیس برس سلطنت کی حضرت قطب الدین بختیار کاکی
علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور وصال کے بعد اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ کہتے ہیں کہ اسکو سلطنت حضرت
خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی دعا سے ملی یہ بادشاہ کبھی بے وضو نہ رہتا تھا رات کو
وضو کرانے کے لئے خدمتگاروں کو نہ جگاتا۔ مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھتا۔ کلاہ دوزی
یا تحریر کی اُجرت سے خورونوش کرتا شریعت کا پابند تھا اس کے زمانہ میں مزامیر وغیرہ کی قطعی
ممانعت تھی اس کا مزار قطب مینار کے قریب موجود ہے ۞

سلطانہ رضیہ بیگم

سنہ ۱۲۳۶ء میں التمش کی بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم تخت پر بیٹھی۔ مہرولی میں
قطب صاحب کی درگاہ کے پاس اسکی باولی مشہور ہے اور رضیہ بیگم کا مزار بلبلی خانہ قریب کلاں مسجد

بادشاہ کی قبر ہے +

مبارک شاہ ۱۴۲۱ء میں اس کا بیٹا سید مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ قلعہ مبارک آباد بنایا جو منصور کے مقبرہ کے سامنے تھا اب اس جگہ گاؤں بستا ہے اور مبارک پور کوٹلہ کہلاتا ہے +

سادات میں سے ۱۴۳۵ء میں سلطان سید محمد شاہ اور ۱۴۴۵ء میں سلطان سید علاؤالدین یہ دو بادشاہ اور ہوئے۔ اس کے بعد لودھی خاندان کو عروج ہوا اور۔

بہلول لودھی ۱۴۵۰ء میں بہلول لودھی بادشاہ ہوا۔ دلی کو از سر نو درست کیا اس کا مقبرہ روشن چراغ دہلی کے پچھواڑے واقع ہے +

سکندر لودھی ۱۴۸۹ء میں سکندر لودھی تخت نشین ہوا۔ آگرہ کو دارالسلطنت بنایا۔

سلطان ابراہیم لودھی ۱۵۱۰ء میں سلطان ابراہیم لودھی تخت کا مالک ہوا۔ اس کے وقت میں امیروں کو خوف پیدا ہوا۔ دولت خاں حاکم ملتان نے اپنا بچاؤ نہ دیکھکر افغانستان سے ظہیرالدین بابر کو بلایا اس نے ۱۵۲۴ء میں آتے ہی پہلے لاہور پھونکا پھر دیپال پور والوں کو قتل کرتا ہوا سرہند کے قریب آپہنچا اس عرصہ میں دولتخاں نے بدعہدی کی اور باغی ہوکر پہاڑوں میں بھاگ گیا +

گو بابر دل کا قوی اور ارادہ کا مضبوط تھا مگر مصلحت وقت سمجھکر کابل کو لوٹ گیا اور پھر بہت جلد ہندوستان کی فتح کا ارادہ کیا بارہ ہزار سوار لیکر پہاڑوں میں دولتخاں کو مغلوب کرتا ہوا ۱۵۲۶ء میں پانی پت پہنچا۔

دلی کا بادشاہ ابراہیم لودھی اس کے کوچ کی خبر سنکر پہلے سے پانی پت میں مورچہ بندی کر چکا تھا۔ اور ایک لاکھ سوار پیادہ اور ہزار ہاتھیوں کی جمعیت سے مستعد تھا۔ لودھی کی کثیر فوج کے سردار بابر کا قلیل لشکر دیکھکر بغلیں بجانے لگے۔ مگر بابر کے بہادر لوگ لودھی کے ٹڈی دل کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے اور کم من فئۃ کے سہارے بل مارتے تھے +

جس وقت دو نو لشکروں کا سامنا ہوا لودھی کی فوج تکبر کے ساتھ آگے بڑھی اور اس تھوڑی سی جماعت کو لاشئے محض سمجھکر بادل کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا مگر بابر کے برق رفتار لشکر نے دشمن کی فوج پر وہ بجلیاں گرائیں کہ تھوڑی دیر میں کائی کی طرح پھٹ کر الگ ہوگیا اور ابراہیم لودھی ۱۶ ہزار فوج کے ساتھ مارا گیا اور بابر نے دلی

ظہیرالدین بابر بادشاہ میں آکر تخت شاہی پر جلوس فرمایا اور اپنے ولیعہد ہمایون کو آگرہ

غازی بیگ تغلق غازی بیگ تغلق نے جو ملتان کا صوبیدار تھا چڑھائی کی اور سنہ ۱۳۲۱ء میں خسرو خاں کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا اور سلطان غیاث الدین تغلق نام رکھا بلم گڈہ کے قریب ایک شہر اور قلعہ بنایا تغلق آباد نام رکھا اسکے ٹوٹے پھوٹے نشانات شاہجہان آباد سے جنوبی طرف (۹) کوس کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہیں اور اسی ویران قلعہ کے پاس مغرب کی طرف اس کا مقبرہ ہے +

سلطان محمد تغلق سنہ ۱۳۲۵ء میں اسکا بیٹا سلطان محمد تغلق عرف الف خان عادل شاہ بادشاہ ہوا اور خونی مشہور ہوا تغلق آباد کے پاس مسجد بنائی عادل آباد نام رکھا اس کو عمارت ہزار ستون کہتے ہیں اسکے زمانہ میں دلّی کی حالت خراب ہوئی دیوگڈہ دار السلطنت بنا +

فیروز تغلق سنہ ۱۳۵۱ء میں فیروز تغلق بن محمد تغلق بادشاہ ہوا اور سلطان فیروز شاہ مشہور ہوا فیروز آباد بسایا - ایک قلعہ بنایا جو اب ناپیدا ہے - ایک اور عمارت بنائی اس پر پتھر کی لاٹھ لگائی اسکے کھنڈر اب تک لب دریا موجود ہیں اور لاٹھ بھی قائم ہے اس کو فیروز شاہ کا کوٹلہ کہتے ہیں - یہاں کئی بزرگوں کے مزار ہیں +

فیروز شاہ ایک خوش وضع اور دلچلا بادشاہ تھا عیش و عشرت کے بہت سے سامان کئے قطب صاحب کے جھرنہ کا بند نہایت خوشنما بنوایا - اس میں شمسی تالاب سے پانی آتا تھا اور تغلق آباد کے قلعہ کی خندق میں گرتا تھا +

سلطان جی کی مسجد میں جو کٹورہ لٹکتا ہے سنہ [illegible] ہجری میں اسی بادشاہ نے چڑھایا حضرت چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کی درگاہ اسی نے بنائی برج منزل تعمیر کرایا جو اب بیجے منڈل کے نام سے مشہور ہے اسکے نشانات قطب کے دامنہ میں صفدر جنگ یعنی منصور کے مقبرہ کے آگے نظر آتے ہیں +

سلطان غیاث الدین ثانی و سلطان ہمایون شاہ و سلطان محمود سنہ ۱۳۸۸ء میں سلطان غیاث الدین ثانی تخت پر بیٹھا اور سنہ ۱۳۹۴ء میں سلطان ہمایوں شاہ اور اسکے بعد سلطان محمود بادشاہ ہوا - دلّی میں ابتری پھیلی لیکر تیمور نے چڑھائی کر کے دلّی پر قبضہ کیا محمود گجرات کی طرف بھاگا امیر تیمور سولہ دن دلّی رہ کر وطن مالوف کو روانہ ہوا - سلطان محمود پھر دلّی میں آیا اسکے انتقال کے بعد سید خضر خان حاکم ملتان

خضر خان نے دلّی پر قبضہ کیا اور سنہ ۱۴۱۴ء میں تخت پر بیٹھا اور اپنے آپ کو امیر تیمور کا نائب مشہور کیا لب دریا قلعہ بنایا - جسکے نشانات ناپدید ہو گئے - البتہ اسی جگہ خضر کی گمٹی کے نام سے ایک معمولی عمارت کے کھنڈر موضع اوکھلا کے متصل موجود ہیں - غالباً وہ اس

طرف سواروں کے پرے جمائے ۔

صبح ہوتے ہی پٹھانوں نے بابر کی فوج کے میمنہ میسرہ کو آگھیرا مگر توپ خانہ والوں نے وہ فیر کئے کہ دھوئیں اڑا دیئے۔ گو مخالف نے مڑ مڑ کر دو چار حملے کئے مگر کہاں تک آخر جی چھوڑ دیا۔ بابر نے میدان کا رنگ بدلا دیکھکر دو دستہ فوج ہمراہ لے ایکدم دھاوا کر دیا اور اتنا سخت حملہ کیا کہ پٹھانوں کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ آخر سب کو نوک دم بھاگنا پڑا ۔

یہ بہادر بادشاہ بیس برس کابل میں حکمران رہا۔ اس کے بعد دلی کو پائے تخت بنایا اور پھر چند سال کے بعد عدم کو روانہ ہوا ۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت بابر نے دلی پر قبضہ کیا تو اپنے صاحبزادہ ہمایون کو آگرہ روانہ کیا۔ ہمایوں جس وقت آگرہ پہنچا تو بے تکلف قلعہ میں داخل ہوا۔ اور دروازوں کا بند و بست کر فوراً فصیلوں پر فوج پھیلا دی ابراہیم لودھی کی ضعیف والدہ دو تین یتیم بچے ساتھ لئے حاضر ہوئی اور دعا دیکر ایک بیش قیمت لعل نذر کیا۔ ہمایون نے شاہانہ مراعات فرمائی اور محلسرا میں بھجوا دیا اور خورد نوش کے لئے ایک معقول رقم مقرر کی ۔

ہمایوں بادشاہ جب بابر کا انتقال ہوا تو ہمایوں مستقل بادشاہ ہوا اور تخت نشینی کا جشن کیا اور دل کھولکر سیم و زر لٹایا۔ اتنے خوان اور کشتیاں بھر بھر کر تقسیم کیں کہ تخت نشینی کی تاریخ کشتی زر ہو گئی۔ اس کے بعد بھائیوں کو ملک عنایت کئے۔ دلی کو از سر نو آباد کرنا چاہا قلعہ کی تعمیر کرائی دین پناہ نام رکھا۔ چند روز کے بعد ملک گیری کا شوق ہوا دکن میں پہنچا آج یہ قلعہ لیا کل وہ شہر فتح کیا اسی طرح ہر طرف فتح کے نشان اُڑاتا پھرتا تھا کہ شیر خاں نے بنگالہ پر حملے کرنے شروع کئے ہمایون یہ خبر سنکر اُدھر پہنچا اِدھر بھائیوں نے لوٹ کھسوٹ شروع کی۔ ایک ہمایوں درد دو بلا میں مبتلا ہو گیا۔ آخر شیر خاں کو شکست دیکر آگرہ کو روانہ ہوا۔ بھائیوں کو نصیحت آمیز نامہ لکھے مگر وہ کس کی سنتے تھے کانوں کان اُڑا گئے ۔

برسات کا موسم ندی نالے چڑھے ہوئے دور دراز کا سفر۔ بیچ بیچ ہو کر فوج اِدھر اُدھر ہونے لگی شیر خاں موقع پاکر نہنگ کی طرح آ کودا۔ اور عیاری سے بادشاہ کو گونہ اطمینان دلا کر اچانک حملہ کر دیا۔ فوج تو پہلے سے شکستہ دل تھی بھاگ نکلی جدھر جس کا منہ اٹھا چلا گیا۔ رہی سہی دریا میں کود پڑی۔ کچھ کیچڑ اور دلدل میں پھنس گئی ہمایوں نے دریا میں گھوڑا ڈالا۔ مگر منجدھار میں پہنچکر غوطے کھانے لگا۔ بادشاہ نہایت حیران پریشان اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اچانک دیکھا

روانہ کیا ۔ ۱۵۲۷ء میں رانا سانگا کو شکست دی اور ۱۵۲۸ء میں چندیری کو فتح کیا پھر بنگالہ پر قبضہ کیا +

بابر اپنی سوانح عمری تزک بابری میں فخریہ بیان کرتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے جب ہندوستان پر حملے کئے تو اُن کے ساتھ فوجیں بھی زیادہ تھیں اور اُس وقت اس ملک میں متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں - اس صورت میں ہندوستان کو فتح کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی - اور مجھکو دیکھئے کہ میں نے صرف بارہ ہزار سوار سے اُس وقت میں کہ جب ہندوستان میں ایک جانب تو ابراہیم لودھی اور دوسری طرف رانا سانگا بڑے قوی دشمن مقابلہ پر تھے اس ملک کو فتح کیا اور اپنی سلطنت قائم کی +

ہم بابر کے اس قول کو نہایت وقعت اور عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں - بے شک وہ بڑا بہادر اور مستقل مزاج بادشاہ تھا - ابراہیم لودھی کی لڑائی اُس کی بہادری کی بڑی دلیل ہے اور اُس کی مستقل مزاجی کا کافی ثبوت یہ ہے - کہ اس کو دشمنوں میں گھر جانے سے کبھی بزدلی پیدا نہیں ہوئی ہر چند مصیبتوں پر مصیبتیں پڑیں مگر کبھی اس کے دل میں بھاگ جانے کا خطرہ نہیں گذرا - جس وقت اس نے دلی کا تخت سنبھالا چاروں طرف سے اس پر انگلیاں اُٹھنے لگیں اور ہندیوں اور افغانوں نے سازش کر کے بلوا شروع کیا - محمود جو شاہ مقبول کا بھائی تھا ایک لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ پر آمادہ ہوا - اور بابر ہر طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں آگیا - وزیروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے - جی چھوٹ گئے بار بار رائے دیتے تھے کہ بھاگ چلئے نکل چلئے دریائے سندھ پر چل رہئے - مگر اس کی عالی ہمتی ہرگز تقاضا نکرتی تھی کہ اتنی بڑی سلطنت یونہی چھوڑ دی جائے - جب دیکھا کہ سرداروں میں بزدلی پھیل گئی تو نہایت جوانمردی سے جواب دیا کہ غیرت کا مقتضا یہی ہے کہ اُن سے جنگ کی جائے اور بیٹھے بٹھائے ملک ہاتھ سے نہ دیا جائے - اور فوراً اپنے اُس فعل سے جس کی وجہ سے لوگ اس کو امام نہ بناتے تھے اعلان کے ساتھ توبہ کی یعنی شراب قطعاً چھوڑ دی اور اُس کے روپہلے سُنہرے برتن تمام خیرات کر ڈالے - بہادر جوان اپنے بادشاہ کو اتنا مستعد دیکھکر دشمن پر دانت پیسنے لگے اور تلواریں میانوں سے نکالکر حکم کا انتظار کرنے لگے - بابر کو اپنے توپخانہ پر بہت بڑا بھروسا تھا لہذا اُس نے فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ دشمن کے مقابل توپیں قائم کیں اور اُن کے پیچھے پیادے کھڑے کئے اور توپوں کی بائیں

زرنجِ وراحتِ گیتی مشو خنداں نالاں دل   کہ آئینِ جہاں گاہی چناں گاہے چنیں باشد

ہمایون کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ آنسو بھر آئے شاہ ایران بھی آبدیدہ ہوا فوراً اُس گوٹے کو
اٹھا دیا - اور دوسری چوکی حاضر ہوئی ایک عرصہ تک اسی طرح گلچھرے اُڑتے رہے جب ہمایون
ضیافتیں کھاتے کھاتے تھک گیا تو شاہِ ایران نے نہایت شان و شوکت سے رخصت
کیا اور بارہ ہزار قزلباش کا لشکر ایک جانباز بہادر کی سرداری سے ساتھ کیا - اور شگون
کے لئے اپنے شیرخوار بیٹے کے نام سپہ سالاری مقرر کی ہمایون نے بھی وعدہ کیا کہ فتح کے بعد
قندھار شاہزادہ کے نام پر کر کے سلطنتِ ایران سے متعلق کردیا جائیگا +

ہمایون نے ایران سے آتے ہی قندھار فتح کیا پھر کابل آکر کامران کو نکالا اور خود تخت پر بیٹھا
شہر میں خوشیاں منائی گئیں - گھر گھر عید ہو گئی +

اب شیر خاں کا حال سنئے اُدھر تو ہمایون صحرانوردیاں کرتا ایران پہنچا اور پھر کابل کا حکمران
ہوا - اِدھر شیر خاں نے ملک میں پنجے جمائے اور دلی کا بادشاہ بنکر شیر شاہ کے نام سے مشہور
ہوا - پرانے قلعہ کی درستی کرائی شیر گڈھ نام رکھا - شیر منڈل بنایا - جو اب بھی باقی ہے فیروز شاہ
کے کوٹلہ سے یہاں تک جہاں اب ہمایوں کا مقبرہ ہے جدید شہر آباد کیا اور دلی شیر شاہ نام رکھا
جیلخانہ کے سامنے اس شہر کا دروازہ اب تک موجود ہے جس کو لال دروازہ کہتے ہیں پہلے کابلی
دروازہ کہتے تھے - اس کے زمانہ میں کھاری باولی کی بنا پڑی غدر تک اس کے نشانات
اچھی طرح نظر آتے تھے - اب دوکانوں میں دب گئے کچھ کچھ نشان نظر آتے ہیں - اب اس جگہ بازار ہے
جسکو کھاری باولی کہتے ہیں - مسجد فتحپوری کے پاس واقع ہے +

شیر شاہ نے اپنے زمانہ میں رفاہ عام کے بہت سے کام کئے گنگا سے سندھ تک سڑک بنوائی
اس کے دونو طرف درخت لگائے - دو دو میل پر سرائیں بنوائیں کنوئیں کھدوائے - اس کے انتقال
کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت پر بیٹھا +

سلیم شاہ سلیم شاہ نے لبِ دریا ایک مستحکم قلعہ بنایا سلیم گڈھ نام رکھا جو اب لال قلعہ سے ملحق ہے -
کھاری باولی کی تعمیر پوری کی لاہوری دروازہ کی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے - ایک شکارگاہ
تیار کرائی جو نیلی چھتری کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی نشان باقی ہے +

سلیم شاہ چونکہ اپنے باپ جیسا لائق نہ تھا اس کے زمانہ میں سلطنت کو زوال آیا اُس کے
مرنے کے بعد ہندوستان پانچ بادشاہوں میں تقسیم ہو گیا سکندر شاہ بن سلیم شاہ دلی میں

کہ لشکر کا ایک سقہ مشک پر تیرتا چلا آتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر آواز دی کہ اے آبحیات کے فرشتہ بہشت کا کام کر ڈوبتے کا ثواب لے اور مانگ کیا مانگتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ دو پہر کی بادشاہت اور پیٹھ پر ڈال بادشاہ کو کنارہ پر پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آگرہ آکر وعدہ وفا کیا اور دو ہی پہر میں اُس نے اپنے تمام بھائی بندوں کو نہال کر دیا۔ اور مشکیں کاٹ کاٹ کر چمڑے کا سکہ چلایا +

چھ مہینے کے بعد شیر خاں نے پچاس ہزار سوار کی جمعیت سے پھر چڑھائی کی ہمایون بھی ملکی انتظام سے غافل نہ تھا۔ ایک لاکھ فوج سے مقابل ہوا مگر فقط ہراولوں میں دو دو ہاتھ ہو کر رہ گئے ایک مدت تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کوئی جنگ نہ ہوئی بادشاہ کے لشکر میں تنگی پیدا ہو گئی لوگ ایک ایک کر کے چلنے شروع ہوئے۔ ادھر برف پڑنے لگی مینہ برسنے لگا۔ آسمانی سوار چاروں طرف پھیل گئے۔ ادھر بجلی بیگ تازیانہ اڑاتے ہیں کڑاک کڑاک کر ڈانٹ بتلاتے ہیں۔ اُدھر رعد خاں وہ للکار بتاتے ہیں کہ بہادروں کے دل ہلے جاتے ہیں۔ بادل خاں نے اولوں کی وہ گراہیں ماریں کہ رہے سہے ہوش اڑا دیے شاہی فوج میں بھگدڑ پڑ گئی شیر خان نے جست کر ایک ایک دو دو کو نگلنا شروع کیا ہمایون دریا اتر مشکل سے آگرہ پہنچا +

شیر کے منہ خون لگ گیا تھا چند روز کے بعد پھر آگرہ کا قصد کیا ہمایون گھبرا کر نکلا سندھ وہ بیکانیر وغیرہ ہوتا ریگستان کے صدمے اٹھاتا ایران کی سرحد میں پہنچا۔ شاہ ایران نے جو دم دم کی خبریں لیتا تھا تمام قلمرو میں شاہی مہمانی کا انتظام کر دیا۔ اور لکھ بھیجا کہ ہمایون ہندوستان کا بادشاہ آتا ہے ہر حاکم استقبال کو جائے اور مراسم شاہانہ بجا لائے جس وقت ہمایون سیستان میں پہنچا حاکم کو مع فوج سرحد پر حاضر پایا ہمایون شاہانہ جلوس کے ساتھ شہر میں پہنچا دربار کیا وزرا اُمرا نے نذریں دیں۔ غرض تمام رستہ ہر منزل پر یہی سامان ہوئے دار الخلافہ میں پہنچا تو دونو بادشاہوں میں بڑے تپاک سے ملاقات ہوئی۔ دھوم دھام سے دعوت ہوئی روز نوروز رہنے لگا جشن اڑنے لگے۔ سیر و شکار کے جلسے ہوتے رہے +

ایک دن ارباب نشاط حاضر ہوئے مجلس گرم ہوئی۔ ایک گوّیے نے یہ غزل شروع کی ؎

ہمایوں منزلے کاں خانہ را ماہے چنیں باشد — مبارک کشورے کاں عرصہ را شاہے چنیں باشد

دونو بادشاہ اور اہل دربار سنکر اچھل پڑے مگر دوسرا شعر یہ جو گایا۔

چھوڑ جائیں +

خان خاناں نے تمام سرداروں کو بلا کر خوب ڈانٹا اور غیرت دلائی کہ تمہارے آقا نے تمہارے ساتھ کیا کیا سلوک کئے کیسی کیسی عزتیں بخشیں اب تم اس طرح ہٹے جاتے ہو افسوس سفید ڈاڑھیوں پر یہ روسیاہی اٹھاتے ہو۔ اکبر بھی سنبھلکر ہو بیٹھا اور کہنے لگا کہ خان بابا میری رائے تمہارے ساتھ ہے۔ ہم بغیر مرے مارے ہندوستان نہ چھوڑیں گے میدان سے منہ نہ موڑیں گے ؎

آفت زدہ دل کوئی مسل جائے تو اچھا
ہاتھوں سے کلیجہ مرا ال جائے تو اچھا

گر بزم میسر نہیں ملِ رزم کی ٹھہرے
بیچین ہے دل یوں ہی بہل جائے تو اچھا

افروختہ ہو آتشِ جنگ آج تو بہتر
شوریدہ جگر آگ میں جل جائے تو اچھا

خار آنکھوں میں ہے غیر کا دلی تسلط
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

تم ڈرتے ہو ٹھہرو یہیں میں جاتا ہوں تنہا
جھگڑا چکے یہ رد و بدل جائے تو اچھا

شاہی سے نہ کچھ عشق نہ کچھ تاج سے اُلفت
اک لب پہ ہے دم یہ بھی نکل جائے تو اچھا

بس اب تو یہی ٹھنی ہے کہ یا تخت یا تختہ +

اکبر کے اس کلام سے چھوٹے بڑوں کو جرات ہوئی خانخاناں فوراً تلوار ٹیک کر اٹھ کھڑا ہوا رستہ میں فوج بھی آملی ہیموڈھوسر بھی گو نام کو بقال تھا۔ مگر عقل کا پورا تھا۔ ایک لاکھ فوج اور توپ خانہ لیکر آگے بڑھا پانی پت میں دو دو پانی ہوئے۔ دونو فریق بڑے زور کی لڑائی لڑے آخر ہیموں گرفتار ہو کر قتل ہوا +

اس جنگ سے فراغت ہوئی تو اکبر دار الخلافہ دلی میں آیا۔ دوبارہ تخت نشینی کا جشن کیا مراد والوں کو مرادیں دیں پھر ملک گیری کو اُٹھا۔ احمد آباد۔ گجرات۔ مالوہ۔ کشمیر۔ خاندیس۔ بنگال وغیرہ فتح کیے برار کو صلح سے لیا۔ اس کے وقت میں علما فضلا اور باکمال لوگوں کی بڑی قدر ہوئی۔ چنانچہ اکبر کا نورتن* مشہور ہے۔ یہ بادشاہ بڑا اقبالمند۔ مدبر۔ منتظم منصف مزاج۔ علم دوست تھا +

کہتے ہیں کہ اسکے عہد میں مسٹر ٹامس بہادر سفیر انگلستان کا قدم ہندوستان میں آیا بادشاہ نے

* نورتن یہ ہیں۔ فیضی۔ ابوالفضل۔ راجہ ٹوڈرمل بیربل۔ ملا دوپیازہ ظریف)

سکندر شاہ تخت نشیں ہوا مگر پرانی بے عنوانیاں اور نئی ہوگئیں۔ لوگوں کو ہمایون کی تلاش ہوئی۔ کابل خط جانے لگے ✦

ہمایون جو ۹ برس سے کابل میں حکومت کرتا تھا کیل کانٹے سے بالکل درست تھا ہندوستان کی خرابیاں اور سلطنت کا تنزل دیکھکر فوراً تیار ہوگیا اور کابل سے لام بندھگیا آتے ہی متواتر اس زور شور کے حملے کئے کہ سکندر کی فوج لوہا مان گئی آخر دلی پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف فرمان جاری کئے پرانے قلعہ کو درست کیا عجیب غریب مکانات بنائے۔ نہایت خوشنما مسجد تیار کرائی جواب بھی موجود ہے شیر منڈل کو کتب خانہ بنایا ✦

ہمایوں کو ہیئت اور نجوم کا بہت شوق تھا چنانچہ سات ستاروں کے بموجب سات مکان بنوائے ہفت منزل نام رکھا۔ ان میں ہر ستارہ کے مناسب کاروبار ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ زہرہ طلوع ہونے والا تھا۔ اُس کے دیکھنے کو کوٹھے پر چڑھا جب اترنے لگا تو اذاں ہوگئی اذاں سننے بیٹھ گیا جب اذاں ختم ہوچکی تو جریب پکڑ کر اٹھنا چاہا مگر جریب ہاتھ میں سے پھسل گئی اور نیچے گر پڑا اور پھر جانبر نہوا (ہمایوں پادشاہ از بام افتاد) تاریخ ہوئی ✦

اس کی بیگم نے اس کا مقبرہ تعمیر کرایا اور عرب سرا بنائی جواب بھی موجود ہیں ✦

جس وقت ہمایوں کا انتقال ہوا اس کا بیٹا جلال الدین اکبر جو گردش کے ایام میں امرکوٹ میں پیدا ہوا تھا افغانوں سے لڑ رہا تھا۔ ارکانِ دولت نے ادھر تو جلال الدین اکبر کو عریضہ لکھا ادھر بادشاہ کا مرنا مشہور نہ کیا یہی کہتے رہے کہ ضعف بہت ہے اس لئے دربار نہیں کرتے اور کبھی کبھی شکیبی شاعر کو جو بادشاہ سے بہت مشابہ تھا شاہانہ لباس پہنا کر دیوان عام کے کوٹھے پر بٹھا دیتے سب لوگ نیچے میدان میں کھڑے ہو کر مجرا کر لیتے ✦

جلال الدین اکبر ۱۵۵۶ء میں جلال الدین اکبر کلانور میں تخت پر بیٹھا تو اس راز کو کھولا ✦

جلال الدین اکبر ابھی کلانور میں تھا کہ ہیمو ڈھوسر ایک لاکھ فوج اور ہزار ہاتھی لیکر دلی پر چڑھ آیا اور تمام شہر پر قبضہ کر لیا ✦

اُدھر اکبر نے دلی کا ارادہ کیا جالندھر میں خبر سنی کہ ہیموں نے دلی فتح کرلی افسران فوج سے مشورہ لیا سب نے صلاح دی کہ کابل پھر چلئے۔ اکبر کی عمر بہت کم تھی سنتا رہا مگر کسی کو کچھ جواب نہ دیا۔ بیرم خان کو الگ لیجا کر کہا کہ باپ دادا کا نام تمہارے ہاتھ ہے اب کیا صلاح ہے۔ اس ملک پر کتنی مصیبتیں اٹھائیں کتنی جانیں گنوائیں۔ اور اب یونہیں

جو دس برس میں بنکر پورا تیار ہوا اور نئی دلی کی بنیاد پڑی - میر عمارت نے عرضی لکھی خود بدولت
ہوادار آبی پر سوار ہو کر لب دریا کے دروازہ سے قلعہ میں داخل ہوئے قلعہ کو ملاحظہ کیا سر سے پاؤں
تک سنگ سرخ سے گل رنگ اس پر سنگ مرمر کے حاشیہ کا نرالا ڈھنگ ایک رنگ بڑھاتا تھا
برجیاں دلربا فصیلیں اور مرغولیں خوشنما عمارتیں اور باغات پر فضا - باغوں کی نہریں نہایت
دلکشا - نقار خانہ - دیوان عام - دیوان خاص - میزان کا دالان - بیٹھک - خوابگاہ
تسبیح خانہ - برج مثمن - رنگ محل - اسد برج - جاجہ خانہ - توپ خانہ - مہتاب باغ - حیات
بخش باغ - چوبین مسجد - خان سامانی - باورچیخانہ - ساون بھادوں - غلام گردش - گلال باڑی
پائیں ڈیوڑھی - چھوٹی بیٹھک محل - ولیعہدی محلسرائے - عیش محل - نو محلہ - ہر دو بازار -
دیگر مساجد - دیا محل - رنگ محل دیگر - صاحبزادوں کے محل - باون چوک - شاگرد پیشہ عورتوں
کے لیے - توشہ خانہ - سلاح خانہ - خزانہ - جواہر خانہ - کتب خانہ - آبدار خانہ - دفتر خاص
چاندنی محل +

یہ سب چیزیں نہایت خوش قطع اور دلچسپ نظر آتی تھیں +

حضور نہایت خوش ہوئے جشن کا سامان شروع ہوا - لال شامیانہ دربار عام کے آگے تنا جو دس برس میں بنکر تیار
ہوا تھا دربار خاص میں سہا منڈل خیمہ استادہ ہوا - یہ دو نو بھی سات برس کے عرصہ میں تیار ہوئے تھے
ان پر ہزاروں گز کشمیر کے شیشے اور مخمل زربافت خرچ ہوئے تھے - دو تو سونے کے ستونوں اور
چاندی کے استادوں پر کھڑے تھے - ان کے آگے خوشنما شامیانے اطلسی و زربافی سنہری
روپہلی چوبوں پر تانے گئے - ایوان عالی جس طرح طلائی چھت کی میناکاری سے گوناگون تھا
ویسے ہی ایرانی قالین اور بنارسی کمخوابوں سے بوقلموں تھا صدر سے لیکر باندازے ایک
ایک مکان تک در و دیوار کو مخمل زربفت بادلہ کمخواب پردہ ملے - فرنگی دریائے رومی
اطلس چینی سے نگار خانہ چین کر دیا صدر میں تخت طاؤس سجایا گیا +

تخت طاؤس

تخت طاؤس دنیا کی عجائبات کا ایک نمونہ تھا - ساڑھے چھ کروڑ روپیہ میں تیار
ہوا تھا پشت کا تختہ جس پر بادشاہ تکیہ لگا کر بیٹھتا تھا دس لاکھ روپیہ کا تھا - بارہ مرصع ستون
پر شفرق محرابیں - جڑاؤ میناکاری کی چھت چھت سے پایہ تک خالص کندن اور آبدار جواہر
سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا - اور تین سیڑھی بلند چبوترے پر یہ عالم تھا گویا ایک ستارہ کا نگینہ
ہے کہ انگوٹھی پر دھرا ہے اس کی روکار کی محراب پر ایک درخت طلائی بھاری دھرا تھا

بہت کچھ اعزاز فرمایا اور انگریزی تجارت کی اجازت دی * مگر صحیح یہ ہے کہ سفیر جہانگیر کے وقت میں آیا*

نور الدین جہانگیر | ۱۶۰۵ء میں اکبر کا بیٹا سلطان نور الدین جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ نور جہاں سے شادی کی نور جہاں گو عورت تھی مگر بہادری اور دلیری میں مردوں سے بھی کہیں بڑھی ہوئی تھی چنانچہ کسی نے لطیفہ کہا ہے۔

نور جہاں گر چہ بظاہر زن است — در صفِ مرداں زنِ شیر افگن است

چونکہ نور جہاں پہلے شیر افگن خان کے ساتھ منسوب تھی اس لئے یہ شعر اور بھی زیادہ لطف دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ گلاب کا عطر اس نے یا اس کی ماں نے نکالا۔ نور جہاں کے مزاج میں نکتہ سنجی اور لطیفہ گوئی کا پورا مادہ تھا ایک مرتبہ بادشاہ نے قبا پہنی تو اس میں لعل کی گھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اُس نے فوراً شعر کہا ہے

ترا نہ تکمۂ لعل است در لباسِ حریر — شدست قطرۂ خونِ منت گریباں گیر

ایک مرتبہ سیر باغ کو نکلی نقاب منہ پر ڈالے روشوں پر ٹہلتی پھرتی تھی مرزا صیدی شاعر بھی کہیں سے آنکلے نور جہاں کو نہ پہچانا مگر منہ پر نقاب پڑی ہوئی خوشنما معلوم ہوئی۔ تو بے ساختہ شعر کہا ہے

برقعِ برُخ افگندہ برد ناز بباغش — تا نکہتِ گُل بیختہ آید بدماغش

نور جہاں سنتے ہی پھڑک اُٹھی اور پانسو روپیہ انعام دیئے اور شعرائے دربار میں شامل کیا۔ جہانگیر علم دوست تھا اکثر کوئی نہ کوئی کتاب مطالعہ میں رہتی مگر جب سے نور جہاں کا قدم آیا مصحف رخ کی تلاوت ہونے لگی۔ اس کے دام گیسو میں ایسا گرفتار ہوا کہ پھر نکل نہ سکا اور اسی کی رنگ رلیوں میں لگ گیا*

انگریزی تجار کو سورت۔ احمد آباد۔ مدراس۔ کلکتہ۔ کھمبایت وغیرہ میں کوٹھیاں بنانے کی اجازت دی۔ جب وفات کا وقت قریب پہنچا تو وصیت کی کہ شہر یار کو تخت پر بٹھایا جائے مگر آصف جاہ وزیر اور مہابت خان نے فوراً دکن کو قاصد دوڑایا اور شہزادہ خرم کو بلا بھیجا شہزادہ فوراً روانہ ہو گیا۔ اور آگرہ ہوتا ہوا دلی پہنچا۔ اور جشن شاہانہ سے دربار کر جا بجا فرمان جاری کر دیئے اور شہاب الدین شاہجہان کے نام سے مشہور ہوا۔

شہاب الدین شاہجہان | اس نے نہ صرف پہلی عمارات کی درستی کرائی بلکہ جاہ و حشم کے ہجوم کے لئے آگرہ و لاہور کے قلعوں میں گنجائش نہ رہی تو ایک کروڑ کی لاگت سے دلی میں لال قلعہ تیار کرایا

ایک دن شاہجہاں کے سامنے دو مست ہاتھی لڑ رہے تھے۔ خود بادشاہ جھروکوں میں بیٹھے ہوئے دیکھتے تھے۔ اکثر شاہزادے امیرزادے تماشا دیکھ رہے تھے۔ عالمگیر بھی چودہ برس کی عمر میں گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اتفاقاً ایک ہاتھی بھاگا اور اس کی طرف آیا سب بھاگ گئے مگر یہ بہادر اُسی جگہ اڑا رہا۔ جب ہاتھی اس پر حملہ کر کے آیا تو اُس کے کان میں اس زور سے برچھا مارا کہ سر میں غرق ہو گیا۔ ہاتھی نے چاہا کہ گھوڑے کو سونڈ میں لپیٹ کر دے مارے۔ گھوڑا اسطرح چمکا کہ یہ پشت سے گرا اور پھر اُٹھتے ہی تلوار سونت ایک ہاتھ سونڈ پر مارا۔ اتنے میں اور لوگ آ گئے اور ہاتھی بھاگ گیا +

اس کے زمانہ میں علم کا بہت چرچا ہوا فتاوی عالمگیری مرتب ہوا۔ دیوان حافظ کا درس مکتبوں سے چھڑا دیا گیا۔ مگر پھر دیوان حافظ سرہانے رکھا رہتا تھا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو کہا کہ لوگ حافظ کا مطلب نہیں سمجھتے اور حقیقت میں مجاز کے چسکیاں لیتے ہیں +

| سلطان محمد معظم بہادر شاہ | سنہ ۱۷۰۷ء میں اس کا بیٹا سلطان محمد معظم بہادر شاہ جس کو شاہ عالم بھی کہتے ہیں تخت پر بیٹھا +

| جہاندار شاہ | سنہ ۱۷۱۲ء میں جہاندار شاہ بادشاہ ہوا۔ اور اپنے بھتیجے فرخ سیر کے ہاتھ سے مارا گیا +

| فرخ سیر | سنہ ۱۷۱۳ء میں خود فرخ سیر نے تخت سنبھالا۔ اس نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ میں سنگ مرمر کی جالیاں بنوائیں۔ اور آستانہ کا دروازہ تیار کرایا +

| محمد شاہ | سنہ ۱۷۱۹ء میں اورنگ زیب کا پوتا محمد شاہ تخت پر بیٹھا اور ناچ رنگ میں مشغول ہو گیا۔ مہتاب باغ اور حیات بخش دونو باغوں کو سجا کر طلسمات کا نمونہ کر دیا۔ نہروں میں فوارے پڑے رہتے بادشاہ اس میں مچھتا مزے اُڑاتا۔ برسات آتی تو قطب صاحب کے ہرے بھرے جنگل میں جا رہتا۔ حکم تھا کہ ابر سیاہ ہمارا نقیب ہے۔ جب گرجنے کی آواز آئے فوراً کمر بندی ہو جایا کرے۔ ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔ نظام الملک آصفجاہ کو انتظام کے لیے دکن سے بلایا مگر وہ سلطنت کا رنگ بدلا دیکھ کر واپس ہو گیا +

آصفجاہ کا جانا تھا کہ نادر شاہ ایرانی کابل ہوتا ہوا دلی کے ارادہ سے آگے بڑھا جب بہت ہی قریب آ گیا شہر میں کھلبلی پڑ گئی۔ بادشاہی آرام طلب فوج نے یہ دن کاہے کو دیکھا تھا سنتے ہی سٹ پٹا گئی +

جوں توں کر کے جنگ کا سامان فراہم کیا۔ خدا خدا کر کے دو مہینے میں کرنال پہنچے اور برا تی کی

جیسے سبزہ والماس سے سرسبز اور لعل و یاقوت سے گلرنگ کیا تھا۔ ادھر ادھر اس کے دو مور زنگار رنگ کے جواہرات سے مرصع جو چونچ میں موتیوں کی تسبیحیں لیئے اس طرح کھڑے تھے گویا اب ناچنے لگتے ہیں۔ چاروں طرف چاروں چتر زرنگار جن میں موتیوں کی جھالر جھلملاتی تھی آگے ایک شامیانہ کہ جواہرات اور موتیوں کی آبداری سے دریائے نور کی طرح لہراتا تھا اور ایک لاکھ روپیہ کی لاگت میں تیار ہوا تھا سونے روپوں کی چوبوں پر استادہ تھا اس کے گرد کرسیاں اور چوکیاں اپنے اپنے مرتبہ سے سجی ہوئی تھیں تخت کے گرد پاس ادب کے لیئے کئی گز تک حاشیہ چھوڑ کر چاندی کا خوبصورت جالیدار کٹہرا لگا تھا۔ غرض دربار آراستہ ہوا اور شاہزادہ وزیر امیر راجہ مہاراجہ عہدہ دار منصبدار منشی متصدی سپاہی پیادے اپنے اپنے موقعہ پر موجود تھے درباری لوگ آتے اور پہرے پہرے پر اپنے اپنے نام و نشان بتاتے اور آگے چلے جاتے مگر رعب شاہی کا یہ عالم کہ قدم تھرتھراتے تھے۔ دربار میں پہنچکر تین سلام گاہوں پر تسلیم بجالاتے تھے جب نقیب آواز دیتا تھا کہ آداب بجالاؤ جہاں پناہ بادشاہ سلامت عالم پناہ بادشاہ سلامت تو دل لرز جاتے تھے کٹہرے کے پاس کورنش کا آداب ادا کرتے تھے۔ غرض نذریں گذرنی شروع ہوئیں اور منصب اور جاگیریں بٹنے لگیں رات کو دیوان عام میں جشن ماہتابی ہوا۔ نوروز تک برابر جشن رہا +

قلعہ میں اور ضروری عمارات بنائیں محلسرا تیار کرائی۔ شہر کی چار دیواری بنوائی جامع مسجد تیار کرائی اُس کے مصارف کے لیے کئی گاؤں وقف کیے جو شاہی مقبوضات کے ذیل میں ضبط ہو گئے۔ بخارا سے صحیح النسب سید امام بلایا جس کی بزرگ اولاد اب تک منصب امامت پر بدستور چلی آتی ہے۔ زینت النساء دختر بادشاہ نے زینت المساجد بنائی جو دریا گنج میں لب دریا واقع ہے۔ دوسری بیٹی جہاں آرا نے باغ لگایا جو اب کمپنی باغ کہلاتا ہے +

اورنگ زیب عالمگیر

شاہجہاں کے چار بیٹے تھے اس کے جیتے جی ہی آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور بھائیوں میں خوب کشا کشی ہوئی آخر ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ بیجاپور گولکنڈہ وغیرہ فتح کیئے۔ لال قلعہ کے اندر موتی مسجد بنائی جو اب بھی موجود ہے۔ قلعہ کے دو دروازوں کے آگے گھو گھس تعمیر کرایا جس پر اب توپ رکھی رہتی ہے۔ یعنی اندر کا دروازہ شاہجہانی ہے اور خندق کے پاس کا دروازہ عالمگیر نے بنایا +

شجاعت اس کی خانہ زاد لونڈی تھی بہادری اس کے نام کی قسم کھاتی تھے +

بخشا ہاں مے دہند۔ اس لیاقت اور سنجیدگی پر دونو بادشاہ بہت خوش ہوئے لطیفہ نادر شاہ نے محمد شاہ کی ایک خاص کنچنی نور بائی کا گانا سنا۔ بہت محظوظ ہوا اور انعام دیکر کہا نور بائی سو بلے اسیاہ گن بیا کہ باپرانت بریم ! نور بائی سنتے ہی حیران ہوئی کہ اب کیا کروں مگر فوراً اس نے ایک غزل گائی ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی — سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

نزدیکت اینچنینم دور آنچناں کہ گفتم — نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

نادر شاہ بہت خوش ہوا اور اس کا مطلب سمجھکر اپنے ارادہ سے درگذرا۔ اور جب جانے لگا تو جتنا خزانہ اور جواہر سمیٹے گئے سمیٹے اور تخت طاؤس بھی لیگیا +

محمد شاہ پھر عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور تیس برس سلطنت کرکے عالم بقا کو روانہ ہوا +

احمد شاہ

سنہ ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ تخت پر بیٹھا +

عالمگیر ثانی

سنہ ۱۷۵۴ء میں جہاندار شاہ کا بیٹا عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں سلطنت میں بد نظمی پھیلی مرہٹوں نے سر اٹھایا احمد شاہ درانی نے آکر نادر شاہ کی طرح قتل عام کا حکم دیا اور دلی کو تاخت و تاراج کیا اس کے چلے جانے کے بعد غازی الدین وزیر نے بادشاہ کو قتل کرکے لاش جمنا میں پھکوادی اور سنہ ۱۷۶۱ء میں

شاہ عالم

اس کے بیٹے شاہ عالم کو تخت پر بٹھایا مرہٹوں نے زور کیا۔ احمد شاہ درانی پھر آیا اور پانی پت میں مرہٹوں سے جنگ عظیم ہوئی۔ ۰۰ ہزار مرہٹے قتل کئے اور بہت سامان غنیمت لیکر چلا گیا۔ غلام قادر ایک شخص نے شاہ عالم کو اندھا کردیا جس سے مرہٹوں نے پھر دلی پر قبضہ کرلیا اور بادشاہ کو قید کیا۔ لارڈ لیک انگریزی فوج لیکر دلی میں آیا اور شاہ عالم کو مرہٹوں سے چھڑا کر پنشن مقرر کردی اب دلی میں برائے نام بادشاہت رہگئی اور سنہ ۱۸۰۳ء سے دلی میں انگریزی سلطنت قائم ہوگئی +

اکبر ثانی

سنہ ۱۸۰۶ء میں اکبر ثانی تخت نشین ہوئے مثمن برج میں سنگ مرمر کا جھروکہ بنوایا پھر اسی طرح سنہ ۱۸۳۷ء میں تیموریہ خاندان کا آخری بادشاہ ابو الظفر سراج الدین الملقب بہادر شاہ تخت نشین ہوا انہوں نے قلعہ میں ظفر محل اور جل محل تیار کرایا۔ شاہدرہ کے قریب شاہ باغ بنوایا۔ انکی حکومت قلعہ کے اندر محدود تھی باہر کمپنی کا اختیار تھا لیکن تاہم اعزاز شاہی قائم تھا گورنر جنرل تک تعظیم دیتے تھے کمشنر اور ریزیڈنٹ ٹوپی اتار کر سلام کرتے تھے بہادر شاہ دربار شاہی کیا کرتے تھے حسب دستور امرا اور وزرا ہاتھ باندھے نیچی نگاہیں کئے اپنے اپنے رتبوں پر کھڑے رہتے تھے۔ انعام اکرام برابر ہوتا تھا بعض بعض عمارتیں بڑی شاندار تھیں چاندنی چوک اور دریبہ میں روپیوں اشرفیوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ جوہریوں کی دکانوں پر لاکھوں کے مال فروخت کے لئے سجے ہوئے تھے۔ قلعہ کے عین سامنے خاص بازار اور خانم کے بازار ایسے آباد تھے کہ صبح سے لیکر

طرح جا اترے۔ آخر نادر شاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ عیش پروردہ فوجیں پریشان ہو کر بھاگیں خان دوران زخمی ہوا۔ برہان الملک شجاعت کی داد دے رہا تھا دل کھولکر لڑ رہا تھا۔ ہاتھی پر بیٹھا تیر پر تیر چلا رہا تھا کہ قزلباشوں نے چاروں طرف سے آگھیرا۔ ایک نیشاپوری اُسکا ہموطن گھوڑا دوڑا کر پہنچا اور آواز دی کہ اے محمد امین دیوانہ شدہ بکہ جنگ میکنی وبچہ اعتماد میکنی برہان الملک نے ہاتھ روک لیا اور نادر شاہ کے پاس گیا۔ اس نے جرم بخشی کرکے بہت عنایت کی اور دو کروڑ مصارف جنگ لیکر یہیں سے لوٹ جانے پر راضی ہوگیا۔ برہان الملک نے نادر شاہ کو بادشاہ سے ملایا بڑے لطف سے ملاقات ہوئی +

نادر شاہ نے لوٹ جانے کا سامان کردیا مگر بعض بداندیشوں نے برہان الملک کی خیرخواہیوں کو اپنی طرف منسوب کرکے محمد شاہی دربار میں خطاب پائے جس سے اس کو برہمی پیدا ہوئی اور اُس نے نادر شاہ کو خزانہ کے بے شمار جواہرات کے طمع دلائی۔ نادر شاہ یہ سنکر شہر میں آیا خزانہ پر قبضہ کیا۔ شہر کے لوگوں نے اس کے آدمی مارنے شروع کئے رات بھر شہر میں تلوار چلی اور کسی کو خبر نہ ہوئی صبح کو نادر شاہ کو اطلاع ہوئی بہت سے اپنے آدمی بچشم خود قتل ہوئے دیکھے آنکھوں میں خون اتر آیا۔ روشن الدولہ کی مسجد میں تلوار کھینچکر بیٹھ گیا۔ اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ گلی کوچوں میں خون کے نالے بہ گئے۔ گھروں میں آگ لگ گئی۔ بڑے بوڑھوں کی فریادیں آسمان تک جانے لگیں۔ ایک بڈھے خواجہ سرا نے محمد شاہ سے تمام حال عرض کیا۔ بادشاہ آبدیدہ ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎

دیدۂ عبرت کشا قدرتِ حق را ببیں　　　شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

دوپہر کے قریب جب عالم میں کہرام مچگیا۔ تو سب نے آصفجاہ سے رجوع کی۔ وہ تلوار گلے میں ڈال سر برہنہ نادر شاہ کے سامنے خاموش جا کھڑا ہوا اور رونے لگا۔ نادر شاہ کے دل میں بھی خدا نے رحم ڈالا پوچھا کہ چہ میخواہی۔ اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی　　　مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

نادر نے شرما کر سر جھکالیا تلوار میان میں کی اور کہا کہ بریش سفیدت بخشیدم +

ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے دوڑے شہر میں امن ہوگیا۔ بادشاہ نے نادر شاہ کی دعوت کی کھانے کے بعد عمدۃ الملک نے چائے کی پیالی بھری۔ مگر سوچا کہ پہلے کس کو دوں اپنے بادشاہ کو دوں تو ایسا نہ ہو کہ نادر سر اڑا دے۔ نادر کو دوں تو ایسا نہو بادشاہ جی میں برا مانے۔ آخر اس کی تیزی طبع نے جوہر دکھلائے اور اُس نے محمد شاہ کے سامنے پیالی کرکے کہا کہ شاہاں

کر تخت پر مجھو ہم اطاعت کرنے کو تیار ہیں ضعیف العمر بادشاہ ایسی بیکسی کی حالت میں ان کے ہاتھوں کا کھلونا ہو گیا۔ کہ جس طرح چاہا رکھا جو چاہا کیا۔ اتنے میں انگریزی فوج آ گئی اول بادلی کی سرائے پر لڑائی ہوئی پھر تین مہینہ کے محاصرہ کے بعد دلی فتح ہو گئی اور انگریزی قلعہ شکن توپوں نے کشمیری دروازہ کی فصیل اور دروازہ دونوں اڑا دیئے اور ایک ایک کوچہ لیتے لیتے قلعہ تک آن لیا پانچ چھ روز تک شہر میں خونریزی ہوتی رہی۔ گورے کالوں میں امتیاز نہ تھا آنکھیں بند کر کے تلوار چلنے لگی بزن بکش بزن بکش کے سوا کوئی آواز کان میں نہ پڑتی تھی بندوقوں کے فیروں سے کلیجے لرزتے تھے۔ توپوں کی ہیبتناک آوازیں دیواروں کی جڑیں تک ہلائے دیتی تھیں۔ ابھی بیٹھے ہیں کہ شائیں سے گولی نکل گئی۔ دن سے گولہ آ پڑا۔ یہ ہاتھ بیکار ہو گیا وہ سر ٹوٹا منہ پھٹ گیا۔ ناک اڑ گئی۔ کان جھڑ گیا۔ چھجہ ٹوٹا۔ منڈیر گری چھت آ پڑی۔ یہ گولا ٹوٹا وہ سارا گھر جل گیا۔ کیا تھا بلائے ناگہانی تھی۔ نہ کھانے کو دانہ۔ نہ پینے کو پانی۔ بھوک کے مارے پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھاتے ہیں۔ پیاس کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ بچے سسک سسک کر مرے جاتے ہیں ہائے لیوا نہ پانی دیوا ہزاروں باپوں کو لاولدی کا خطاب ملا۔ ہزاروں بچوں کے سر پر یتیمی کا تاج رکھا گیا۔ بوڑھے اور مارے گئے۔ نکلے اور پکڑے گئے۔ تمام شہر میں جنگی انتظام ہو گیا شہر خالی کر دینے کا حکم ہوا لنگڑے لولے لوگ یتیم مسکین بچے رانڈ بیوہ عورتیں بے سر و سامان نکل نکل کر بھاگیں۔ وہ پردہ دار بیبیاں جنہوں نے کبھی ڈیوڑھی سے باہر قدم نہ رکھا جنگلوں اور بیابانوں میں بے سر و سامان ماری ماری پھرتی تھیں۔ جنہیں اپنی جان سنبھالنی مشکل تھی وہ اسباب تو کیا لیکر نکلتیں۔ خود ہی چلنا دشوار تھا۔ پھر کوں دم نکلنے لگا پاؤں میں چھالے پڑ گئے یہ گری وہ گری سے

چال ہے مجھ ناتواں کی مرغ بسمل کی طرح ہر قدم پر ہے گماں یاں رہ گیا واں رہ گیا

کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا پاؤں ٹوٹا کسی کے دانت جھڑ گئے کوئی گر پڑے روتی ہے کوئی جوں توں کر کے گرتی پڑتی بھاگی چلی جاتی ہے۔ اس پر لٹیروں کا یہ حال کہ جسکو دیکھا نوچ لیا جتنا زیور پایا اتار لیا نہ مردوں کو عورتوں کی خبر نہ عورتوں کو مردوں کی اطلاع۔ ایک عجیب عالم ہو رہا ہے ہر شخص دشمن دکھائی دیتا ہے جھاڑ کا شیر بنا جاتا ہے۔ لگتے چھپتے جان بچاتے پھرتے ہیں۔ بغاوت کی تہمت سے جی لرزا جاتا ہے۔ مخالفت کے خوف سے جاڑا چڑھا آتا ہے۔ زندگی بلائے جان معلوم ہوتی ہے۔ کہیں پناہ نہیں نظر آتی ہے اپنے پرائے دشمنی پر آمادہ ہیں بھائی کو بھائی کھائے جاتا ہے بادشاہ

آدھی رات تک شانہ سے شانہ چھلتا تھا اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بادشاہ شاعر تھے ذوق ان کے استاد تھے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے اہل کمال اس وقت دلی میں موجود تھے۔ اس زمانہ میں فن کشتی اور موسیقی نے بڑی ترقی کی دریا پر تیرائی کے میلے ہوا کرتے۔ شہزادے خود تیرا کرتے۔ پھول والوں کی سیر جشن نوروزی سے کہیں بڑھکر ہوتی۔ ہفتوں پہلے قطب صاحب میں مکانوں کی صفائی ہونے لگتی۔ دنیا بھر کا سامان عیش و عشرت وہاں جمع ہو جاتا۔ ہر شخص عمدہ سے عمدہ لباس پہنکر نکلتا۔ امریوں میں جھولے پڑجاتے چاروں طرف قناتیں کھنچ جاتیں شہزادیاں وزیرزادیاں جھولا جھولتیں غرض چند روز کے لیے امریاں پرستان بن جاتیں +

۱۸۵۲ء تک یہی ٹھاٹ لپاں ہیں دن عید رات شب برات ہوتی رہی اس کے بعد ہوا ئے باد مخالف کے جھونکے نورسیدہ کلیوں کو مرجھانے لگے عیش و عشرت کے سدا بہار پھول فساد کی گرم گرم ہواؤں سے کملانے شروع ہو گئے ۱۸۵۶ء میں اور بھی خرابی کی صورتیں نظر آنے لگیں کمپنی نے لکھنؤ کے بادشاہ واجد علی شاہ کو تخت سے اتار کر کلکتہ بھیج دیا۔ انکے مددگاروں نے بلوا شروع کیا۔ چونکہ بادشاہت اب برائے نام تھی۔ دراصل بادشاہ سرکار انگریزی کے پنشن خوار تھے۔ اور فصیل قلعہ کے اندر تک بادشاہی محدود تھی۔ اور بعض امور میں دو عملی کی وجہ سے بدانتظامی بھی رہتی تھی اس لیے دلی کے گورنر جنرل اور اُن کے مشیروں کی یہ تجویز تھی کہ بادشاہ کو مع خاندان قطب صاحب یا کر اور عمدہ مقام میں اعزاز کے ساتھ رکھنے کے واسطے جگہ تجویز کیجائے +

اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں وہ قیامت خیز واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے تیموریہ خاندان کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا سرکاری فوج کی غلط فہمی اور نادانی نے محض ایک بے بنیاد واقعہ پر بلوہ عام برپا کر دیا۔ اور جو کچھ نمکخوار فوج کی جانب سے بدعنوانی و بے وفائی ظہور میں آئی وہ نہایت ہی افسوس ناک ہے اگر گورنمنٹ انگلشیہ رحم و انصاف کو کام میں نہ لاتی تو آج دلی کی صورت بھی نظر نہ آتی۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی نے بہت ہی جلد مفسدہ فرو کرنیکے بعد تمام رعایا کو عفو تقصیر اور امن و امان کا اعلان دیکر مطمئن کر دیا +

جس وقت باغی فوج اور گردنواح کے لٹیرے میرٹھ کو خراب کر چکے تو دلی کی طرف روانہ ہوئے اور صبح ہوتے ہی دلی پہنچ گئے۔ کلکتی دروازہ پر آئے مگر دروازہ بند پایا راج گھاٹ کے دروازہ سے گھس شہر میں داخل ہوئے قتل و غارت شروع کی بہادر شاہ جو کئی پشت سے سلطنت کو سلام کئے بیٹھے تھے اور بڑھاپے میں برائے نام بادشاہی کا خطاب بھی کھو چکے تھے بے سروسامان قلعہ کی چہار دیواری میں محصور پڑے تھے۔ ایسی شریر فوج کا کیا کر سکتے تھے۔ کوئی تدبیر بن نہ پڑی آخر شہر میں قتل ہونا شروع ہوا اور قلعہ میں بادشاہ کو اغوا کیا

شاہجہاں آباد

گو یہ شہر اپنے بعض قدیمی یا قربِ جوار کی عمارات کے لحاظ سے اب بھی پرانی دولتوں کا یادگار ہے مگر حقیقت میں شاہجہان بادشاہ کا لگایا ہوا گلزار ہے بارھویں سال جلوس ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۳۸ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ وزیروں امیروں کی کوٹھیاں بنیں۔ عمدہ عمدہ چوک قائم ہوئے۔ موقعہ موقعہ پر حوض بنے۔ نہریں چھوٹیں۔ فوارے لگے۔ لال قلعہ تیار ہوا۔ اس میں مختلف قسم کے عمدہ عمدہ مکانات بنے باغات لگے۔ عالیشان جامع مسجد تیار ہوئی۔ اس کے عقب میں دونو پہلوؤں پر دارالشفا۔ دارالبقا بنے۔ شرقی جنوبی پہلو پر دارالعدل تیار ہوا۔ دارالشفا میں بڑے بڑے خاندانی طبیب ملازم رہتے تھے۔ دارالبقا میں طلبہ پڑھتے تھے۔ دارالعدل میں بڑے بڑے کامل استاد علوم کا درس دیتے تھے۔ شہر کی زیب و زینت سے فراغت ہوئی تو شہر پناہ کی بنیاد پڑی اول ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے صرف سے کچی بنائی گئی۔ پھر ساڑھے تین لاکھ روپیہ کے صرف سے پختہ کرائی گئی

فصیل

پانچ چھ میل لمبی ہے۔ دیواروں کا عرض چار گز۔ اونچائی کنگروں تک ۹ گز۔ اس میں ستائیس برج ہیں (ہر برج کا قطر دس گز)۔

اور چودہ دروازے تھے ۱۳ شاہجہانی اور ایک بہادر شاہی جن میں سے اس وقت نو موجود راجگھاٹ دروازہ۔ مسجدگھاٹ دروازہ۔ دلی دروازہ۔ ترکمان دروازہ۔ اجمیری دروازہ۔ کشمیری دروازہ۔ کیلہ گھاٹ دروازہ۔ نگمبود دروازہ۔ کلکتی دروازہ (یہ دروازہ بہادر شاہ بادشاہ نے بنایا ہے) ان کے علاوہ اور پانچ دروازے ٹوٹ پھوٹ گئے۔

دروازوں کے علاوہ ۱۰ کھڑکیاں تھیں جن میں کل تین کھڑکیاں باقی ہیں۔ فراش خانہ کی کھڑکی۔ اجمیری دروازہ کی کھڑکی۔ نگمبود دروازہ کی کھڑکی۔ حال میں آمد و رفت کی سہولت کی غرض سے فصیل توڑ کر دو رستے اور نکالے گئے ہیں ایک دلی دروازہ کے قریب دوسرا ترکمان دروازہ کے قریب

اسکے علاوہ نئی نئی سڑکیں بنی ہیں صدر جو کسی زمانہ میں فصیل سے باہر ایک مقام تھا بالکل شہر سے ملگیا ہے گویا دریائے جمن سے ہندو راؤ کے باڑہ تک ایک شہر ہوگیا ہے گو قدیم حالت کے اعتبار سے کی صورت

گرفتار ہو گئے اور ۱۸۵۸ء شروع ہوتے ہی ملکی انتظام ہونے لگا بادشاہ پر بغاوت کی اعانت کا جرم لگا اور رنگون بھیجے گئے۔ لوگوں کو شہر میں آنے کی اجازت ہوئی۔ عدالتیں قائم ہوئیں۔ کاروبار جاری ہوئے بعض بعض اوقاف جیسے جامع مسجد فتحپوری۔ زینت المساجد۔ لال مسجد۔ سنہری مسجد وغیرہ اور انکی جائدادیں شاہی عمارات کے ذیل میں ضبط ہو گئیں۔ زیر فصیل قلعہ۔ خاص بازار۔ خانم کا بازار۔ فولادپورہ اور زیر جامع مسجد۔ دار البقا۔ دار الشفا کی جو آبادی تھی۔ اور اس میں جسقدر عمارات بنی ہوئی تھیں فوجی آئین اور بعض ضروریات کی وجہ سے سمار کی گئیں۔ لیکن اس موقع پر بھی گورنمنٹ نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کی ایک بڑے مقتدر بزرگ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار کو بکمال احتیاط قائم رکھا +

معاونین اور خیر خواہوں کو جاگیریں تقسیم ہوئیں۔ شہر میں ہر طرح امن قائم ہو گیا۔ تجارت اور تعلیمی سلسلہ کو ترقی ہوئی اور رفتہ رفتہ حاکم اور محکوم میں اس درجہ اخلاص بڑھا کہ ۱۸۷۵ء میں انگلینڈ کے ولیعہد بہادر ہندوستان میں آئے تو دلی کو بھی اپنے قدوم سے مشرف کیا اور دلی والوں نے عموماً خوشی منائی اسکے دوسرے سال ملکہ معظمہ ہند نے اہل ہند کو اور بھی اعزاز بخشا کہ قیصرہ ہند کا خطاب اختیار کیا اور اُس کے جشن کیلیے پرانے پایۂ تخت دلی ہی کو منتخب کیا۔ اور یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو بڑے دھوم سے دربار کیا اور اور پھر ہمیشہ ہندوستان میں ایک نائب السلطنت مقرر ہو کر آتا رہا چنانچہ اس زمانہ میں لارڈ کرزن صاحب بہادر نائب السلطنت ہندوستان میں موجود ہیں +

جنوری ۱۹۰۱ء میں پھر غم کی تیرہ و تار گھٹائیں اٹھیں اور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند نے دار فانی سے رحلت فرمائی تمام رعایا اپنے قدیم محسن سرکار کے اخلاقی برتاؤ یاد کر کے مہینوں آٹھ آٹھ آنسو روئی ایک عالم سیاہ پوش ہو گیا۔ سب سے زیادہ دلی نے سوگ منایا جو ہزاروں مصائب اٹھا کر اپنی مہربان مادر کی آغوش میں آرام سے بیٹھی ہوئی تھی مگر ۱۹۰۱ء میں شہنشاہ ہند ایڈورڈ ہفتم نے فوراً ہی آنسو پونچھ دیے اور تخت سلطنت پر قدم رکھتے ہی رعایا پروری شروع کی اور بیچاری دکھیا دلی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں جشن شاہی کا سرمہ لگایا اور اپنی تاجپوشی کے دربار کے لیئے اسی کو منتخب کیا چنانچہ آجکل تیاریاں ہو رہی ہیں +

یہاں تک اُن بادشاہوں کی سرگذشت تھی جو آجتک دلی میں حکمرانی کرتے رہے اور وقتاً فوقتاً نئی نئی عمارتیں بناتے اور شہر کو رونق پر رونق دیتے رہے اب شہر کی موجودہ کیفیت اور اُس کی باقیماندہ عمارات کا ذکر کیا جاتا ہے جو باوجود سالہا سال گذرنے کے پھر اپنی آن بان دکھا رہی ہیں اور اپنی خوش منظر تعمیر پر آپ ہی غش کھا رہی ہیں اور چونکہ موجودہ دلی شاہجہان کی آباد کی ہوئی ہے۔ اس لیئے اس کو شاہجہان آباد سے تعبیر کرنا بہتر ہے +

دو لاکھہ اٹھہ ہزار تین سو پچاس ہے اس شہر میں دیسی و ولایتی سامان پارچہ و آرائش و شیشہ آلات اور ہر ایک قسم کی اشیاء بکثرت فروخت ہوتی ہیں بلکہ تمام حصہ ملک میں اکثر سامان اسی شہر سے جاتا ہے مسافروں کے واسطے سراؤں اور ہوٹلوں کی کثرت ہے۔ سواری کی یہ حالت ہے کہ اسوقت تقریباً چار سو بیاسی گاڑیاں ہر وقت تیار رہتی ہیں جن میں اول درجہ کی چھتیس اور دوم درجہ کی چھبیس اور سوم درجہ کی ایک سو چالیس اور یکے ۴٨٢ بہیلے ۵٠٠ امراء اور دربار کی سواری کے جانور ایک ہزار ایک سو تراسی روساء کی گاڑیاں پانسو ہیں اور اسوقت دربار کے موقع پر تو کیا کہنا ہے ہر طرف گاڑی ہی گاڑی نظر آتی ہے جنگلوں تک میں شہر کا مزہ آرہا ہے۔ شاہجہان آباد اپنی تجارتی حیثیت سے بہت ترقی کر رہا ہے اسمیں ہر جنس کی بڑی بڑی منڈیاں اور ہر صنعت اور حرفت کے بڑے بڑے کارخانہ موجود ہیں۔ جگہ جگہ مساجد جگہ جگہ مناور جگہ جگہ دہرم سالہ قایم ہیں ہر محلہ میں سرائے ہر کوچہ میں شفاخانہ موجود۔ چنانچہ مختلف قسم کی عمارت شہر کا اندازہ نقشہ ذیل سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

مکانات مع دکاکین وغیرہ	۶٠۵٧۶	ہوٹل انگریزی	تقریباً ٨
مشہور بازار	١٦	دہرم سالہ	تقریباً ١٠
مساجد	تقریباً ۵٠٠	حمام گرم و سرد	تقریباً ٢۵
گرجا	تقریباً ٧	اسپتال سرکاری	تقریباً ٣
مناور	تقریباً ٢٠٠	مدارس سرکاری انگریزی	٦
سرائے	تقریباً ١٠	مدارس اسلامیہ	تقریباً ٨

اب ہم تمام شاہجہان آباد اور اسکے متعلقات کی سیر کراتے ہیں اور جامع مسجد کو جو آج ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتی پر کر کے ہم اختتام کرتے ہیں

جامع مسجد

یہ عالیشان جہان نما مسجد ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے جو اسکے نیچے چھپ چھپا گئی سنہ ہجری میں شہاب الدین شاہجہان بادشاہ کے حکم سے بننی شروع ہوئی سعد اللہ خان دیوان اعلے و فاضل خان خانسامان کو اہتمام سپرد ہوا۔ کہتے ہیں کہ جسوقت بنیاد رکہنے کا وقت آیا تو بادشاہ ظل اللہ نے فرمایا کہ اسکی بنیاد وہ شخص رکہے جسکا تہجد اور تکبیر اولی کبہی قضا نہیں ہوئی ہو۔ یہ سنکر سبہوں نے گردنیں جہکا لیں اور کچہہ جواب نہ دیا۔ جب بہت دیر ہوگئی تو بادشاہ نے فرمایا کہ الحمد للہ مجہہ میں یہہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج راز افشا ہوتا ہے۔

بدلی نظر آتی ہے :-

چنانچہ اب یہ شہر تجارت کی توسیع اور ریلوں کے اجتماع اور حرفت اور صنعت کی شینوں اور کارخانوں کے قیام اور دیگر مختلف وجوہات سے دن بدن بفضلہ تعالیٰ گورنمنٹ انگلشیہ کے عہد میں بھی روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسکے بازار بہت وسیع عمارتیں بہایت رفیع گلیاں صاف کوچہ شفاف دکانیں خوش قطع دوکاندار باوضع جگہ جگہ نل جاری نہروں کی آبیاری تجارت کی گرم بازاری عالموں کا معدن عاملوں کا مخزن امیروں کا ماوا غریبوں کا ملجا غرض جو آن ہے نرالی ہے جو بات ہے ٹکسالی ہے حضرت جدامجد مولانا محمد و منا شاہ عبدالعزیز محدث فاروقی دہلوی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے :-

یا من یسائل عن دهلي وما فيها
ای شخص جو دہلی کے حالات اور دیگر بلاد
انها درة والمدن كالصدف
اور دلی موتی ہے اور تمام شہر ایسے ہیں جیسے سیپ
سكانها جمال الارض قاطبة
اسکے رہنے والے زمین کی خوبصورتی اور زینت ہیں
لم تنفتح عينه الا على المصحف
آنکھ کھلتے لگا تو جدھر دیکھیگا قرآن ہی پر نظر پڑیگی
لا غرو ان زينت الدنيا بزينتها
اگر دنیا اسکی زینت سے مزین ہوگی تو تعجب کیا ہے

على البلاد ولها شان من شرف
یہ دلی کی رفعت اور اسکے شرف سے افتخار ہے
فاقت بلاد الورى عزا ومنقبة
یہ تمام شہروں سے عزت اور منقبت میں فوقیت لیگئی ہے
خلقا وخلقا بلا عجب ولا صلف
خلق اور خُلق وزمین عجب وغیرہ سے بری ہے
كم مسجد زخرفت فيها منارته
بہت سے مسجدیں ہیں جنکے منارہ ایسے سجیلے اور بلند
كم من اب قد علا بابن ذوي شرف
بہت سے باپ ہیں جو شریف بیٹوں کی وجہ سے
انهار خلد جرت في اسفل الغرف
جیسے جنت کی کھڑکیوں کے نیچے نہریں

ان البلاد اذا ما وهي سيدة
جبکہ تمام شہر ... میں دلی سب کی آقا اور سردار
غير الحجاز وغير القدس والنجف
سوائے کہ حجاز اور بیت المقدس اور نجف کے
بها مدارس لو كان البصير بها
اسمیں ایسے مدارس ہیں کہ اگر بصیر آدمی
لو قابلته شموس الضحى تنكسف
ہیں کہ آفتاب بھی مقابل آئے تو اسکو گہن لگجائے
وما جون جرى من تحتها تحكي
اسکے نیچے دریا جمن کا پانی اسطرح بہتا ہے

چونکہ اس سرزمین میں دارالسلطنت بننے کی قابلیت کچھ خاص طور پر خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اسلئے کیا عجب ہے کہ جیسا اکثر مشہور ہوتا رہتا ہے کہ حضور والیسرائے بہادر کا صدر مقام دہلی قرار پائیگا یہ شہر بھی دارالسلطنت بننے کی عزت حاصل کرکے اپنے گزشتہ پچاس سال کی تلافی مافات کردے اسوقت اس شہر کا رقبہ ۱۲۷۷ مربع میل ہے اور حدود اربعہ اس ضلع دہلی کے حسب ذیل ہیں شمال میں کرنال جنوب میں گڑگانوہ مشرق میں دریائے جمن مغرب میں رہتک اور خاص شاہجہان آباد کی آبادی

(۳) کوئی امر شورش کا اندرون مسجد کہ موجب تحقیر و اہانت یا بدخواہی سرکار ہو نہ ہونے پاویگا اگر اتفاقاً کوئی بات وقوع میں آئی اور ہمارے تدارک و اختیار سے باہر ہو اس کی اطلاع بحضور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کرینگے ✣

(۴) مرمت شکست و ریخت کی کرتے رہینگے اور حساب و کتاب کرایہ دوکانات وتہ بازاری وغیرہ مال وقف کا بخوبی درست رکھینگے ✣

(۵) منجملہ ہم مہتمان کے جو کوئی کم ہو جائے کسی سبب سے تو اُس کی جگہ دوسرا بہ تجویز خود مقرر کرلینگے ✣

(۶) اقرار کرتے ہیں کہ اگر خلاف مرضی سرکار کوئی امر ظہور میں آئے تو سرکار کو اختیار ہے کہ دروازہ مسجد بند کردے ✣

المرقوم ۲۴ - نومبر ۱۸۶۱ء

العبد	العبد	العبد
مرزا الٰہی بخش عفی عنہ	محمد صدر الدین	محمد ابراہیم

العبد	العبد	العبد	
محمد حسین	نصیر الدین	تراب علی	حافظ داؤد

العبد	العبد	العبد
محمد تفضل حسین	محبوب بخش	حافظ میر محمد سعید امام

بقلم تراب علی

ہدایت

(۱) بعد نماز پڑھنے کے سب آدمی مسجد سے باہر چلے جائیں ✣

(۲) کوئی شخص رات کو مسجد میں نہ رہے سوائے موذن اور امام مسجد کے ✣

(۳) قوم ہنود اندر مسجد کے جاویں کچھ مزاحمت نہیں - مگر ادب سے جاویں ✣

(۴) افسران صاحب سول و ملٹری و دیگر صاحبان انگریز کو اجازت اندر جانے کی ہے کچھ جوتا اتارنے کی احتیاج نہیں ہے الا امید ہے کہ کتا ساتھ نہ ہوگا اور جوٹ وغیرہ رہینگے ✣

(۵) گورہ لوگ فوج کے اندر نہ جانے پاوینگے - بلا پاس افسر کمان یا صاحب ضلع کے ✣

(۶) دو دو سنتری دو دروازہ پر متعین رہینگے - بطرف جنوب و شمال اور اُن کی تنخواہ ذمہ

آج راز افشا ہوتا ہے۔ اور پھر تشریف لاکر بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ پانچہزار راج مزدور بیلدار۔ سنگتراش۔ ہر روز کام کرتے تھے۔ اس پر ۶ برس میں تیار ہوئی۔ دس لاکھ روپیہ صرف مزدوری میں صرف ہوا پتھر کی قیمت اس میں شامل نہیں ہے۔ سنا ہے کہ پتھر ہر قسم کا راجاؤں اور نوابوں نے بادشاہ کی نذر کیا تھا۔ جب بن بناکر تیار ہوگئی عیدالفطر قریب تھی میر عمارت کو حکم پہنچا کہ عید کی نماز جامع مسجد میں پڑھینگے۔ ہزاروں من ملبہ پڑا ہوا۔ جگہ جگہ باڑیں بندھی ہوئیں اتنی جلدی مسجد کا صاف ہوکر آراستہ ہوجانا بالکل غیر ممکن تھا۔ فوراً حکم سلطانی پہنچا کہ جو چیز جس کو سے اٹھالے جائے پھر کیا تھا ذراسی دیر میں مسجد صاف ہوگئی تنکہ تک باقی نہ رہا۔ اُسی وقت جھاڑ پونچھ فرش فروش کردیے گئے دیکھتے دیکھتے شیشہ و آلات سے آراستہ ہوکر اچھی خاصی دلہن بن گئی حضور میں عرضی گذری کہ مسجد آراستہ ہے۔ صبح عید تھی نماز کا وقت ہوا قلعہ میں شادیانے بجنے لگے حضور کی سواری نکلی۔ قلعہ کے دروازہ سے مسجد کے شرقی دروازہ تک سواروں کی قطار۔ آگے آگے نقیب و چوبدار پیچھے پیچھے شہزادگان والاتبار نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ چار طرف سے لوگوں کا ہجوم ہوا۔ مسجد بھر گئی دوگانہ ادا کیا۔ شہر میں عید منائی گئی +

اب مسجد میں پنج وقتہ جماعت ہونے لگی۔ امام۔ مؤذن فراش وغیرہ سب بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوگئے مسجد جنت کا ٹکڑا بن گئی۔ شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ کے زمانہ میں جامع مسجد پر وہی جوبن رہا۔ مگر سنتے ہیں کہ حضرت ابوظفر بہادر شاہ کے وقت میں کچھ بے عنوانیاں ہونے لگیں۔ غدر میں مسجد ضبط ہوگئی نماز بند ہوئی پھر اچوکی قائم ہوا۔ کئی برس یہی حال رہا اس کے بعد ۱۸۶۲ء میں گورنمنٹ انگریزی نے ازراہ مہربانی مسلمانوں کے استدعا سے اس اقرار پر واگذاشت فرمائی اور دس ممبر مقرر کئے گئے۔ اور ایک ہدایت دروازہ میں چسپاں کی گئی

نقل اقرار نامہ مہتمماں مسجد جامع

ہم اشخاص مفصلہ ذیل جو باتفاق ہمدگر مہتمم جامع مسجد قرار پائے ساتھ کمال شکرگذاری سرکار ابد پائدار بخوشی و رضا و رغبت اقرار کرتے ہیں +

(۱) یہ کہ ہم لوگ ذمہ وار ہیں کہ کچھ دنگا و فساد مسجد میں نہ ہونے پائیگا +

(۲) اگر کوئی مقدمہ متعلقہ مسجد کی بابت واقع ہو تو ہم بطور خود اس کا فیصلہ کرینگے +

چونکہ اپنے معابد میں بھی جوتا پہنکر جاتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ کو اسکی اصلاح کا خیال آیا تہا جسوقت مسلمانوں نے مؤدبانہ طور پر حضور وایسرائے بہادر سے اس امر کی بابت استدعا کی حضور ممدوح نے بکمال الطاف شاہانہ اور مراحم خسروانہ منظور فرمایا۔ اور ہنگام ورود دہلی داخلہ مسجد کے وقت سب سے پہلے خود ہی جوتے پر موزہ چڑہانے کی عملی کارروائی بھی فرمائی۔ مسجد میں تشریف لے گئے۔ دو سو روپیہ عنایت فرمائے۔

البتہ مسلمانوں کی عرضداشت یا حکام وقت کی تفہیم میں اس قدر سہو اغلطی ہوگئی کہ وہ شاید مسجد کے صرف مسقف حصہ کو اصل مسجد سمجھے گئے۔ اس بنا پر مسجد کے صدر حصہ کے مسقف مقامات میں موزہ چڑہانے کا قاعدہ جاری ہوا۔ اور باقی صحن مسجد اور گرد کی عمارتیں جو صدر ضلع کی طرح داخل مسجد ہیں اس عملدرآمد سے مستثنےٰ رہیں۔ لیکن امید ہے کہ جلد تر یہ غلط فہمی رفع ہو جائیگی۔ اور ہمارے منصف مزاج ہر دلعزیز وایسرائے بہادر اس کی اصلاح کر کے سلمانوں کے دلوں کو پورے طور پر خوش فرمائینگے۔ اسوقت بھی دستور العمل جاری ہے۔

ممبروں کی تعداد وہی دس ہے۔ تمام انتظام بہت خوبی سے ہوتا ہے۔ ہر ممبر علاوہ ذاتی شرافت اور آبائی عزت و ریاست کے نہایت لائق۔ معاملہ فہم۔ جزورس۔ دور اندیش۔ امانت دار۔ خیر خواہ سرکار ہیں۔

ممبران کمیٹی منتظمہ جامع مسجد دہلی

۱۔ شاہزادہ ثریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی آنریری مجسٹریٹ ضلع دہلی۔
۲۔ نواب فیض احمد خان صاحب رئیس دہلی۔
۳۔ خانصاحب غلام محمد حسن خاں۔ بی۔ اے۔ میونسپل کمشنر ضلع دہلی۔
۴۔ مولانا حاجی سید احمد صاحب امام مسجد جامع دہلی۔
۵۔ خانصاحب حکیم ظہیر الدین خاں آنریری مجسٹریٹ ضلع دہلی۔
۶۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خاں آنریری مجسٹریٹ ضلع دہلی۔
۷۔ خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی دہلی۔
۸۔ منشی کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی۔
۹۔ منشی حکیم احمد سعید خاں صاحب میونسپل کمشنر دہلی۔

مہتمان مسجد کے ہو گی۔

یہ ہدایت نامہ واسطے آگاہی جملہ کسان خاص و عام کے چسپان کیا گیا ہے دروازہ مسجد پر تاکہ اس ہدایت مندرجہ بالا کے موجب عمل درآمد ہے اور جو کوئی خلاف اسکے کریگا اس سے موجب مواخذہ کا ہوگا۔

۲۷۔ نومبر ۱۸۶۲ء

مسجد کے واگذاشت ہونے کی خوشی ایسی خوشی نہ تھی کہ صرف شاہجہان آباد میں محدود رہتی بلکہ تمام ہندوستان اور اطراف ممالک میں اسکا عمدہ اثر پیدا ہوا اور بچہ بچہ سرکار کے اقبال کی دعا مانگنے لگا۔

اور وہ اندرونی کدورت جو ناا ہلوں کے اغواے دلوں کو سیاہ کرتی تھی صفائی سے بدل گئی ہر شخص محبت کا دم بھرنے لگا۔

مگر ہدایت کی دفعہ ۴ جو حقیقت میں دلوں کی پرتال کا برقی آلہ اور انکے خیالات کی جانچ کا فوری معیار تھا لوگوں کا دل دکھاتی رہتی تھی گو اپنے قدیم محسن کے ہزاروں لاکھوں احسانوں کے سامنے کوئی لب نہ ہلاتا تھا۔ مگر حقیقت میں اس امر کو تمام مسلمان نہایت مکروہ خیال کرتے تھے لیکن اس امر کی اصلاح و رفعا دبھی ایک ہمایوں وقت اور مبارک دن پر منحصر تھی۔ وہ مبارک دن وہ ہے جس میں ھزایکسلنسی لارڈ کرزن صاحب بہادر وایسرائے ہندوستان ہو کر آئے۔ اور آنے سے پہلے شاہانہ الطاف کا مینہ برسانا شروع کیا جس سے ہندوستان کی مردہ زمین ہری بھری ہو کر سبزۂ رخسار پر بہار آنے لگیں۔ عشق

فرقت میں لے رہے ہیں مزے وصل یار کے
بادِ بہار لوٹ ہماری خزاں پہ ہے

جسوقت آپنے ہندوستان میں قدم رنجہ فرمایا ۱۸۹۹ء میں قدیمی دارالخلافہ کا عزم فرمایا۔ میمنہ پر اخلاق۔ میسرہ پر اشفاق۔ پیچھے پیچھے شاہانہ الطاف کی پلٹنیں۔ اقبال نقیب۔ شوکت چوبدار۔ روشن ضمیری مشعل بردار نہایت شان و شوکت سے تشریف لائے اور آتے ہی مسیحائی کی جھلک دکھائی۔ مردہ دلوں میں روح دوڑائی۔ سابق ہدایت کی ترمیم فرمائی۔ خانہ خدا کی تعظیم فرمائی۔

وہ سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اسوقت تک بھی یہ ضابطہ کسی اہانت یا دلشکنی کی غرض سے جاری نہ تھا بلکہ عیسائی لوگ

مجمع کی اجازت ہے اور بلا اجازت کمیٹی منتظم مسجد کے اندر وعظ کی بھی ممانعت ہے +
(۱۰) دروازہ ہائے شمالی اور جنوبی پر دو کانسٹبل تعینات رہینگے اور اُن کی ذمہ واری ہوگی
کہ ان قواعد کی تعمیل ہوتی رہے +

دستخط

مورخہ یکم جنوری ۱۹۰۰ء
صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع دہلی

کل آمدنی جائداد مسجد کی تقریباً دو ڈھائی ہزار ہے اور اسی کے قریب خرچ ہے
متفرق آمدنی جو رڑ ساوغیرہ سے ہوتی ہے مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف ہوتی رہتی ہے چنانچہ
نواب کلب علی خان صاحب بہادر مغفور والی ریاست رامپور نے ایک لاکھ پچپن روپیہ ۱۸۸۶ء
میں مرحمت فرمایا جس سے تمام مسجد کی مرمت اور پالش ہوئی ۱۸۸۶ء سے شروع ہوئی سید زمان شاہ
صاحب نگراں رہے ۱۹۰۱ء میں ختم ہوئی۔ بہاولپور کے روپیہ سے مینار درست ہو علےٰ ہذا القیاس +
مسجد کا کل سرمایہ ایک معتبر کوٹھی میں جمع رہتا ہے۔ اور تمام دفتر اور کاغذات مسجد کے
جنوبی دروازہ کے متصل حجرہ میں رہتے ہیں +
اس مسجد کی کرسی اتنی اونچی ہے کہ اس پاس کے دو منزلہ مکانات کی چھت اور اس کا
صحن ہم سطح ہیں اس کے تین

گنبد

ہیں نہایت خوبصورت اور کلاں ۹۰ گز طول ۳۰ گز عرض میں دونو طرف دو مینار
نہایت بلند ہر مینار میں ایک سو تیس سیڑھیاں۔ اوپر بارہ دری کی برجیاں جن پر بیٹھ کر دور
دور کا عالم نظر آتا ہے۔ تمام شہر ایک کٹورا سا دکھائی دیتا ہے۔ سبزہ کا لہلہانا دریا کا لہرانا
عجب لطف دکھاتا ہے۔ گویا ہر مینارہ جہاں نما بن جاتا ہے +
سنا گیا ہے کہ استاد نے ان میناروں کو اس صنعت سے بنایا ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی مینار
گرے تو صحن میں گرے جو مسجد کی اور عمارت کو ذرا ضرر نہ پہنچے۔ چنانچہ دو دفعہ کے تجربہ سے یہی
ثابت ہوا اول معین الدین اکبر نور اللہ مرقدہ کے عہد میں شمالی مینار پر بجلی گری جس سے وہ اور اس کے
نیچے کا فرش دونو شکستہ ہو گئے مگر اور عمارت کو ضرر نہیں پہنچا سرکار دولتمدار نے
اپنے صرف سے مرمت کرائی دوسری مرتبہ ۱۸۹۵ء میں جنوبی مینار پر بجلی گری جب

(۱۰) حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی -

تختہ دستور العمل متعلقہ مسجد جو دروازہ پر آویزاں رہتا ہے

(۱) بجز خادمان معززہ مؤذن اور اُن اشخاص کے جن کو کمیٹی منتظمہ خصوصیت کیساتھ اجازت دے کسی اور شخص کو رات کے وقت مسجد کے اندر رہنے کی اجازت نہیں +

(۲) تمام اہل یورپ کو جو مسجد کے دیکھنے کے واسطے جائیں چاہئے کہ مسجد کے اُس حصہ میں جو بشکل گنبد مغربی سمت چوک میں واقع ہے داخل ہونے سے پیشتر اپنے بوٹوں پر غلاف چڑھالیں جو اُن سیڑھیوں پر ملینگے جن کے ذریعہ سے اُس حصہ میں آمد و رفت ہوتی ہے +

(۳) سپاہیان اہل یورپ (گورہ) کو بلا پاس کمان افسر یا دفتر برگیڈر کے مسجد میں جانے کی اجازت نہوگی +

(۴) کسی باشندہ ایشیا کو جو مسلمان نہو بلا حصول پاس جو ڈپٹی کمشنر بہادر یا منتظم کمیٹی نے عطا کیا ہو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں +

ایسے آدمیوں کو دربان بتائیگا کہ پاس کہاں سے ملیگا +

(۵) مسجد کے اندر حقہ پینے کی اجازت نہیں - سیر کنندگان کو ستار - حقہ - ساز - سرود - دباجہ (اور ایسی دیگر اشیا رکہ جو بروئے اصول اہل اسلام ناجائز ہوں مسجد کے اندر لیجانے کی ممانعت ہے +

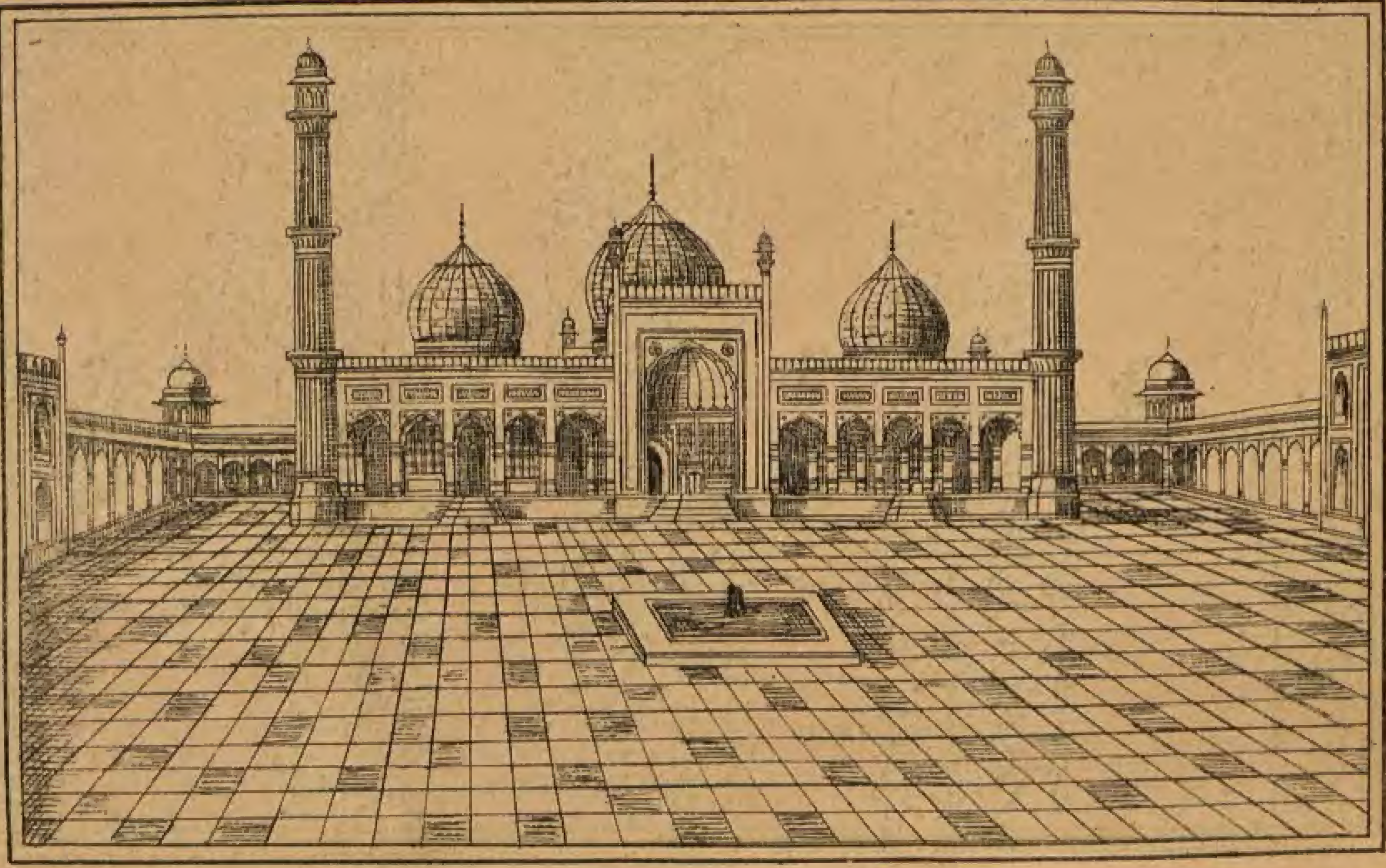
(۶) جو اشخاص مسجد کے اندر عکس اُتارنا چاہیں اُن کو لازم ہے کہ کمیٹی منتظم سے خاص اجازت حاصل کرلیں +

(۷) سیر کنندگان کو چاہئے کہ جو اہل اسلام نماز میں مشغول ہوں اُن کے سامنے سے نہ گذریں اور نہ اُن کے آگے کھڑے ہوں اور نماز کے وقت شرقی حصہ مسجد میں ٹھہرے رہیں +

(۸) مسجد کے اندر کرسیاں یا بنچ لیجانے کی بلا اجازت منتظم کمیٹی کی ممانعت ہے - اور اگر کسی تقریب میں اجازت حاصل کرنے کے بعد لے جائی جائیں تو بجرد ختم ہونے اس تقریب کے جس کی وجہ سے اجازت دی گئی تھی اُن کو وہاں سے علیحدہ کر دینا چاہئے +

(۹) مذہبی بحث کی مسجد کے اندر اجازت نہیں ہے - نہ سوائے اغراض نماز کے اور کسی

جامع مسجد کا نقشہ اندر سے



بھی اور عمارت محفوظ رہی۔ اور نواب صادق علیخان صاحب بہادر مرحوم والی بہاولپور نے چودہ ہزار روپیہ کے عطیہ سے اس کی مرمت کرائی۔ گو یہ مینار مخروطی شکل کے بنے ہیں۔ مگر صانع نے ایسی تقسیم کی ہے کہ نیچے کھڑے ہو کر دیکھیے تو نیچے سے اوپر تک یکساں گولائی نظر آتی ہے۔ ہم اس جگہ مسجد کا اندر سے نقشہ دیتے ہیں۔ جس سے مسجد کا حسن۔ میناروں کی بلندی۔ گنبدوں کی گولائی صحن کا لطف۔ حوض کا نظارہ یہ تمام باتیں نہایت خوبی کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں +

نماز خوانی کا دالان

جس پر تین گنبد ہیں۔ فرش سے تقریباً تین ہاتھ اونچا کرسی دار نہایت دلچسپ بنا ہے سنگ مرمر کا فرش اس میں سنگ موسے کی مصلےٰ نما تحریریں ۹۰۹ مصلے۔ دیواروں میں قد آدم سنگ مرمر اس میں سنگ موسے کی دھاریاں اوپر تمام سنگ سرخ اسمیں سنگ مرمر کی پچی کاریاں۔ خالص سنگ مرمر کا ممبر پاکیزہ منظر اندر کو سات محرابیں دائیں بائیں دو دو در کھلے ہوئے ننھے ننھے جالیدار خوبصورت کٹہرے لگے ہوئے باہر کے رخ صحن کی طرف گیارہ محرابیں۔ بیچ میں بیش طاق بلند دائیں بائیں پانچ پانچ محرابیں اُن پر کتبے لگے ہوئے جن میں بادشاہ کا نام تاریخِ تعمیر زر مصارف کنندہ +

کتبہ دراول شمال کی طرف سے

بفرمان شہنشاہ جہان بادشاہ زمین و زمان گیہان خدیو کشورستان گیتی خداوند گردون توان موسس قوانینِ عدل و سیاست مشید ارکان ملک و دولت بسیاردان عالی فطرت قضافرمان قدر قدرت فرخندہ رائے خجستہ منظر فرخ طالع بلند اختر آسمان حشمت انجم سپاہ خورشید عظمت فلک بارگاہ

کتبہ در دوم

مظہر قدرت الٰہی مورد کرامت نامتناہی مظہر کلمات اللہ العلیا مروج الملۃ الحنیفیۃ البیضاء ملجأ الملوک والسلاطین خلیفۃ اللہ فے الارضین الخاقان الاعدل الاعظم والقاآن الاجل

وطیب ہوائے روح افزایش از روضہ رضوان حکایت کردہ وعذوبت مای معین حوض دلنشیں لطافت آمایش از چشمہ سلسبیل خبر دادہ در روز جمعہ دہم شہر شوال سال ہزار و شصت ہجری موافق سال چہارم از دور سوم جلوس میمنت مانوس بساعت خجستہ +

کتبہ در ہشتم

وطایع شایستہ ابتنا و پیرایہ تاسیس یافت و در عرض مدت شش سال بحسن سعی کار پردازان کاروان کار گذار و فرط اعتناء اہتمام کارفرمایان صاحب اقتدار و بذل جِدّ و جہد استادان ماہر دانشور و وفور کوشش پیشہ کاران چابک دست صاحب ہنر و اتفاق مبلغ دہ لکھ روپیہ صورت انجام وطراز اختتام پذیرفت و مقارن اتمام در روز عید فطر

کتبہ در نہم

بفر قدوم اقدس بادشاہ ظل اللہ صافی نیت خدا آگاہ زیب و زینت گرفت و اقامت نماز عید ادائے وظائف اسلام چوں مسجد الحرام در روز عید الضحیٰ مرجع طوائف انام گردید و مبانی اسلام و ایمان را متانت و رصانت کرامت فرمود سیلحان ربع مسکون و مسالک نو روان کوہ و ہاموں را آراستہ عمارتے بایں رفعت و حصانت در آئینہ بصر +

کتبہ در دہم

و مرآت خیال مرتسم نگشتہ۔ وحقائق گذاران وقائع دہر و فکرت پردازان نظم و نثر را کہ سوانح نگاران بدائع اسباب ملک و دولت و صنائع شناسان اصحاب مکنت و قدرت اند افراختہ بنائے بایں شکوہ و عظمت بر زبان قلم و قلم زبان نگذاشتہ فرازندہ کاخ ہستی وطرازندہ بلندی و پستی ایں بنیان رفیع را کہ قرۃ العین بینش و زینت بخش کارخانہ آفرینش است +

کتبہ در یازدہم

پائدار داشتہ صدائے تسبیح سبحانش را ہنگامہ آرائے ذاکران مجامع ملکوت و زمزمہ

الاکرم ابو المظفر شہاب الدین محمد صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی لازالت رایات دولتہ منصورۃ و اعدا حضرتہ مقہورۃ کہ دیدۂ بصیرت حق بینش از شیشۂ انوار ہدایت انما یعمر مساجد اللہ +

کتبہ در سوم

من آمن باللہ و بالیوم الآخر مستنیر ست و آئینۂ ضمیر صدق گزینش از اشعۂ مشکاۃ روایت احب البلاد الی اللہ مساجدہا فروغ پذیر ایں مسجد کوہ اساس گردوں مماس کہ کریمہ المسجد اسس علی التقویٰ بیان بنیان پائدار اوست و بنیۂ والعلیٰ فی الارض مماسی ان تمہید بکمتاب الیمان ستوار قبہ فلک شانش از طبقات آسمان گذشتہ و شرفہ طاق سپہر نشانش باوج کیوان پیوستہ

کتبہ در چہارم

گر ز طاق و قبہ و مقصورہ اش جوئے نشاں ہیچ نتواں گفت غیر از کہکشان و آسمان

فرد بودے قبہ گر گردوں نبودے ثانیش طاق بودے طاق گر جفتش نبودے کہکشاں

فروغ شمسہ پیش طاق جہاں نمایش روشنی بخش مصابیح سمٰوات پرتو کلس گنبد عالم آرایش نور افزائے قنادیل جنات منبر سنگ مرمرش چوں صخرہ مسجد اقصےٰ مرقات +

کتبہ در پنجم

مقام قاب قوسین او ادنےٰ محراب فیض گسترش مانند صبح صادق کشادہ پیشانی بشارت مسلسل ولقد جاءہم من ربہم الہدیٰ ابواب رحمت آمایش صلائے واللہ یدعوا الیٰ دار السلام بمسامع خاص و عام رسانیدہ۔ منار سپہر مدارش ندائے و یجزی الذین آمنوا بالحسنیٰ از نہ رواق گنبد فیروزہ فام گذرانیدہ سقف رفیع باصفایش تماشا گاہ روحانیاں کرہ افلاک +

(در ششم پر یا ہادی بخط طغرا لکھا ہے)

کتبہ در ہفتم

صحن وسیع و دلکشائش سجدہ گاہ پاک نژادان معمورہ خاک روح فضائے فیض انتما

کوثر محمد رسول اللہ صلعم ۱۱۸۰ھ

رسول دیدہ اند آنجا ولی و اہل اللہ　　بجاست گر شود ایں سنگ ہم زیارتگاہ
بنا کہ سال بتحسین و آفرین ہاتف　　بگفت حافظ جائے نشست رسول اللہ

بانی جائے ادب محمد تحسین محلی بادشاہی

بیچ میں خوبصورت فوارہ اس میں رہٹ کے کنوئیں سے پانی آتا ہے جو مسجد کے شمالی دروازہ کی طرف واقع ہے۔ باوجود اتنی اونچائی کے پانی بہت خوبی کے ساتھ فرش کے نیچے نیچے چلا آتا ہے +

جنوبی شمالی شرقی

تین دروازے ہر دروازہ شاندار ہر دروازہ کے دائیں بائیں دو دو دالان بیچ میں ایک ایک حجرہ۔ در و دیوار میں تناسب طاق و محراب میں تقابل کنگرہ مرغولہ میں تطابق چاروں کونوں پر چار برج نیچے چار چار دروازہ کے حجرے غرب کی جانب شمالی برج کے حجرہ میں حافظ امیر الدین صاحب تشریف رکھتے ہیں اسی جانب جنوبی برج میں امام صاحب کا نشیمن ہے۔ شرقی جانب شمالی برج کے پاس ایک خوشنما قبہ ہیں

آثار شریف

ہیں جس میں حسب ذیل تبرکات بیان کرتے ہیں۔ نشان قدم شریف۔ کفش مبارک۔ جبہ شریف۔ موئے ریش مبارک۔ چند پارہ قرآن نوشتہ حضرت حسین رضؓ۔ قرآن شریف کامل محررہ حضرت علی رضؓ +

یہ قبہ جس میں آثار شریف رکھے ہیں حضرت ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ مغفور کی یادگار ہے

شرقی دروازہ

یہ دروازہ جنوبی شمالی دونو دروازوں سے بڑا ہے۔ بادشاہ جب قلعہ سے تشریف لاتے تھے تو اسی دروازہ سے آتے تھے ابتک یہی دستور ہے کہ وہ امرائے ہند جب کبھی مسجد

تسہیل مہلانش را انشاط افزائے سرمعتکفان جوامع جبروت دارد و دروش منابر معمورۂ جہان را بخطبۂ دولت جاوید طراز ایں بادشاہ دوادگردین پرور کہ بیامن ذاتِ مقدس مبارکش ابواب امن وامان بر روے روزگار کشادہ است آراستہ واللہ بحق الحق واہلہ۔

کتبہ نور اللہ احمد۔

پیش طاق

باوجود اس قدر بلند ہونے کے نہایت خوشنما کشیدہ اور تنا ہوا۔ اس پر یا ہادی کا دلفریب طغرا بنا ہوا آگے سنگ باسی کا۔

مکبّر

چونکہ مسجد میں نمازیوں کی کثرت مورو ملخ سے زیادہ ہوتی ہے خصوصاً الوداع میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی ہے۔ مسجد۔ صحن۔ دالان۔ چھتیں۔ چھجے۔ برج سب بھر کر تمام ڈگریں رک جاتی ہیں۔ تکبیر کی آواز نہیں آتی ہے دو چار صفوں میں گونج کر رہجاتی ہے۔ اس لئے شہزادہ سلیم ابن معین الدین اکبر نے یہ مکبر بنوایا جس وقت مکبّر اس پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل لرز جاتے ہیں تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ۔ کا سماں بندھ جاتا ہے وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔

صحن

تمام سنگ سرخ کا نہایت وسیع اور دلکشا۔ ایکسو چھتیس گز عرض وطول اور باوجود اس قدر وسعت کے ڈھلاؤ ایسا عمدہ کہ کہیں نشیب وفراز نہیں معلوم ہوتا۔ اور برسات میں ایک قطرہ تک پانی کا نہیں ٹھہرتا بیچوں بیچ صحن کے فرش سے ایک ہاتھ اونچا۔

حوض

نہایت خوشنما پندرہ گز سے بارہ گز خالص سنگ مرمر اس میں سنگ موسے کی تحریریں چاروں کونوں پر چار لال ٹینیں ایک گوشہ اعزبی پر چھوٹا سا سنگ مرمر کا کٹھرا

* محمد تحسین خاں محلی نے اس جگہ آنحضرت صلعم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اس جیسے یہ کٹھرا بنوا دیا ہے۔ اشعار اس پر کندہ ہیں۔

جامع مسجد کا شرقی دروازہ



کی زیارت کو آتے ہیں تو اسی دروازہ سے تشریف لاتے ہیں۔ اس میں کئی حجرے نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں اوپر ایک عالیشان مکان ادھر اُدھر تین دالان مسجد کی طرف ایک جھروکہ ہے جس میں اکثر حکام آکر بیٹھتے ہیں سڑک کی طرف دائیں بائیں دو دو حجرہ تین تین دروازہ کے اوپر نہایت خوشنما چھوٹی چھوٹی برجیاں +

اس دروازہ کے آگے روزانہ چار گھڑی دن سے چوک لگتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا جانور فروخت ہوتا ہے۔ کبوتر۔ بٹیر۔ لال۔ پدی۔ بئے وغیرہ پنجروں میں نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑکے پنجرے ہاتھوں میں لئے نئی نئی آوازیں لگاتے ہیں۔ اس دروازہ کی جانب ۳۵ سیڑھیاں ہیں۔ سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھئے جامع مسجد کا چکر چھوڑ کر تین سڑکیں نظر آتی ہیں ایک وہ جو جامع مسجد سے سیدھی قلعہ میں چلی گئی ہے دوسری جنوبی سڑک جو میدان پریڈ چھوڑ کر آبادی کے پاس پاس نواب صاحب پاٹودی کی مسجد کے برابر ہوتی ہوئی دریا گنج کو چلی گئی ہے تیسری شمالی سڑک ہے جو شفاخانہ کے پاس ہوتی ہوئی چاندنی چوک جانے والی سڑک میں جاملی ہے اس دروازہ کا حسن ادھر کو کی روش نقشہ سے ملاحظہ فرمایئے +

مزار ہرے بھرے صاحب و صوفی سرمد

شرقی دروازہ کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر کر کسی قدر شمال کی جانب لب سڑک نیم کے درخت کے نیچے صوفی سرمد کی سرخ رنگ کی قبر ہے اور اُن کے سرہانے شاہ ہرے بھرے صاحب کا سبز رنگ کا مزار ہے۔ دونو صاحبوں کی بابت زبانی خبریں بہت کچھ مشہور ہیں۔ مگر تحقیق حال کسی جگہ سے نہیں ملا +

کہتے ہیں کہ صوفی سرمد یہودی سے مسلمان ہوئے تجارت کرنے لگے ایک عرصہ تک دنیاوی خرید فروخت میں مشغول رہے اس کے بعد شجرۂ عشق نے جو نکالا محبت کے ولولے پیدا ہوئے دل دینے کی ٹھہری جوشیلی طبیعت روز بروز اپنے جوہر دکھانے لگی۔ چند ہی روز میں مجاز کے لچکتے ہوئے زینہ پر جا چڑھایا اور جھٹ پٹ لب بام پہنچا دیا۔ شہر ٹھٹھہ میں ایک ہندو کے لڑکے سے محبت ہوئی۔ مگر فوراً غلبہ حال نے دامن کھینچا۔ اور صوفی پر مستی کا عالم طاری ہوا پھر تو اپنی بھی خبر نہ رہی جامہ ظاہری تک سے غیر کے بو آنے لگی۔

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

حضرت قطب العالم مولانا شیخ کلیم اللہ صاحب جہان آبادی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے جامع مسجد کے شرقی دروازہ سے تقریباً ۲۰۰ قدم کے فاصلہ پر سبز کٹہر نظر آتا ہے آپ کے اوصاف آپکے کرامات بیان سے باہر ہیں صاحب تفرید و تجرید تھے ستر حال میں کوشش کرتے تھے۔ آپ کا نسب قریشی ہے آپکے والد ماجد کا نام شیخ نور اللہ مہندس علیہ الرحمۃ ہے۔ جامع مسجد کا کتبہ آپ ہی نے لکھا ہے۔

حضرت شیخ ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۰ھ میں پیدا ہوئے لفظ غنی تاریخ ہوئی گویا آپ کا تاریخی نام غنی ہوا۔ اوائل عمر میں علم کا شوق ہوا درسی کتابوں سے فراغت پائی تو محبت الٰہی نے دل میں جوش مارا کامل پیر کی تلاش ہوئی بیت اللہ شریف پہنچے۔ پھر ایک مجذوب کی بشارت کے موافق مدینہ شریف میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنی علیہ الرحمۃ سے بیعت کی چند روز کے بعد قطبیت ملی۔ مدینہ سے مکہ شریف واپس آئے تو جو شخص آپ کو دیکھتا تھا۔ قطب عالم کہکر پکارتا تھا۔

اس کے بعد جہاں آباد میں تشریف لائے تدریس میں مشغول ہوئے خورد نوش کا سامان اگرچہ کفایت سے بھی کم تھا مگر دل غنی تھا۔ بادشاہ فرخ سیر نے ہر چند چاہا کہ آپ کو مکان دے وظیفہ مقرر کرے مگر آپ نے کچھ نہ منظور کیا صرف ۳؍ جو اپنے ملک سے کرایہ مکان کے آتے تھے اسی میں بسر کرتے تھے فقر کو فخر سمجھتے تھے دن کو قال اللہ۔ رات کو فقط اللہ اللہ۔ لوگوں کا ہجوم تھا عموماً خصوصاً خصوص میں عموم تھا۔ جو آتا سمجھاتے۔ خدا کا نام بتلاتے۔ چاروں سلسلوں کی میں اجازت تھی۔ پاکیزہ نسبت تھی چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ میں قطب المدینہ سے مجاز تھے۔ نقشبندیہ طریقہ میں حضرت میر محترم کے محرم راز تھے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ سینکڑوں طالب بنے۔ حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اورنگ آبادی مولانا عبد الصمد حضرت شاہ محمد ہاشم۔ مولانا شاہ ضیاؤ الدین۔ خواجہ یوسف حضرت خواجہ شریف۔ مولانا شاہ جمال جے پوری۔ ایسے ایسے لوگ خلیفہ ہوئے۔

تعلیم کے ساتھ تصنیف کا بھی خیال تھا۔ سواء السبیل۔ تسنیم۔ عشرہ کاملہ۔ تفسیر کلیمی۔ کشکول۔ رد روافض۔ مرقعہ۔ وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔

۲۴۔ ربیع الاول سنہ ۱۱۴۲ھ ہجری کو وصال ہوا۔

ادھر تو صوفی صاحب کی مستی نے رنگ دکھایا اُدھر لڑکا بھی مال و دولت چھوڑ صوفی مشرب میں آیا اور پیاپے بادۂ محبت کے اتنے جام پئے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اور دونو صاحب باہم شاہجہان آباد میں آئے صوفی کا جذب زوروں پر تھا لوگوں کا جمگھٹ رہنے لگا۔ شاہجہاں کا زمانہ تھا۔ شہزادہ دارا شکوہ قدرتی طور سے مجذوبوں کا دیوانہ تھا صوفی صاحب کا شہرہ سن فوراً حاضر ہوا اور پھر ایسی عقیدت ہوئی کہ اکثر آنے لگا۔ ادھر تو صوفی کی خدمت میں آتا اُدھر بادشاہ کو ملاقات پر اکساتا۔ مگر ستر ذکر کرنے سے بادشاہ کو خیال ہوا۔ عنایت خاں رنستہ کو تفتیش حال کے لئے مقرر فرمایا۔ عنایت خاں نے ہر چند جستجو کی کہ صوفی کے حقیقت حال سے اطلاع ہو مگر کچھ پتہ نہ چلا۔

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

آخر مایوس ہو کر عنایت خاں نے بادشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھا

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است　　کشفے کہ ظاہر ست ازاں کشفِ عورت است

بادشاہ نے فرمایا کہ بیک گز کرباس دہن خلق تواں دوخت +

جب عالمگیر کا زمانہ ہوا تو اس نے صوفی کو بلایا اور کپڑے نہ پہننے کی بابت سوال کیا صوفی نے جواب دیا ؎

آنکس کہ ترا سریر سلطانی داد　　مارا ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید　　بے عیباں را لباسِ عریانی داد

ایک دفعہ ملا شیخ عبدالقوی نے بادشاہ کے اشارہ سے سرمد صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ چرا عریاں میباشی۔ سرمد نے جواب دیا کہ شیطان قوی است آخر بہت سی گفتگو کے بعد ملا صاحب اور دیگر علما نے سرمد کے قتل کا فتوے دیا جس وقت مقتل میں لے گئے سرمد نے یہ شعر پڑھا ؎

سر جدا کرد از تنم شوخیکہ با ما یار بود　　قصہ کوتہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود

چوتھے سال جلوس ۱۰۷۱ھ میں مقتول ہوئے اُن کے مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے

شاہِ سرمد بعہدِ عالمگیر　　چوں سفر ساختہ بخلدِ بریں

گفت تاریخ اکبرِ مسکیں　　لحد مرقد شہید سرمد ایں

صوفی سرمد کے مزار سے آگے سامنے میدان میں

لوحِ مزار پر یہ قطعہ کندہ ہے

فضل وکمالِ خویش بود - مرہم قلب ریش بود ٭ سالِ وصالش گفتہ ہاتف - قطبِ زمانِ خویش بود

آپ کے تین فرزند تھے اول صاحبزادہ ابوسعید جلال الدین حامد - دوم صاحبزادہ محمد فضل اللہ سوم صاحبزادہ محمد احسان اللہ - اور تین صاحبزادیاں - اول حضرت بی بی رابعہ - دوم حضرت بی بی فخر النسا - سوم حضرت بی بی زینت الحیوٰۃ عرف بی بی مصری ٭

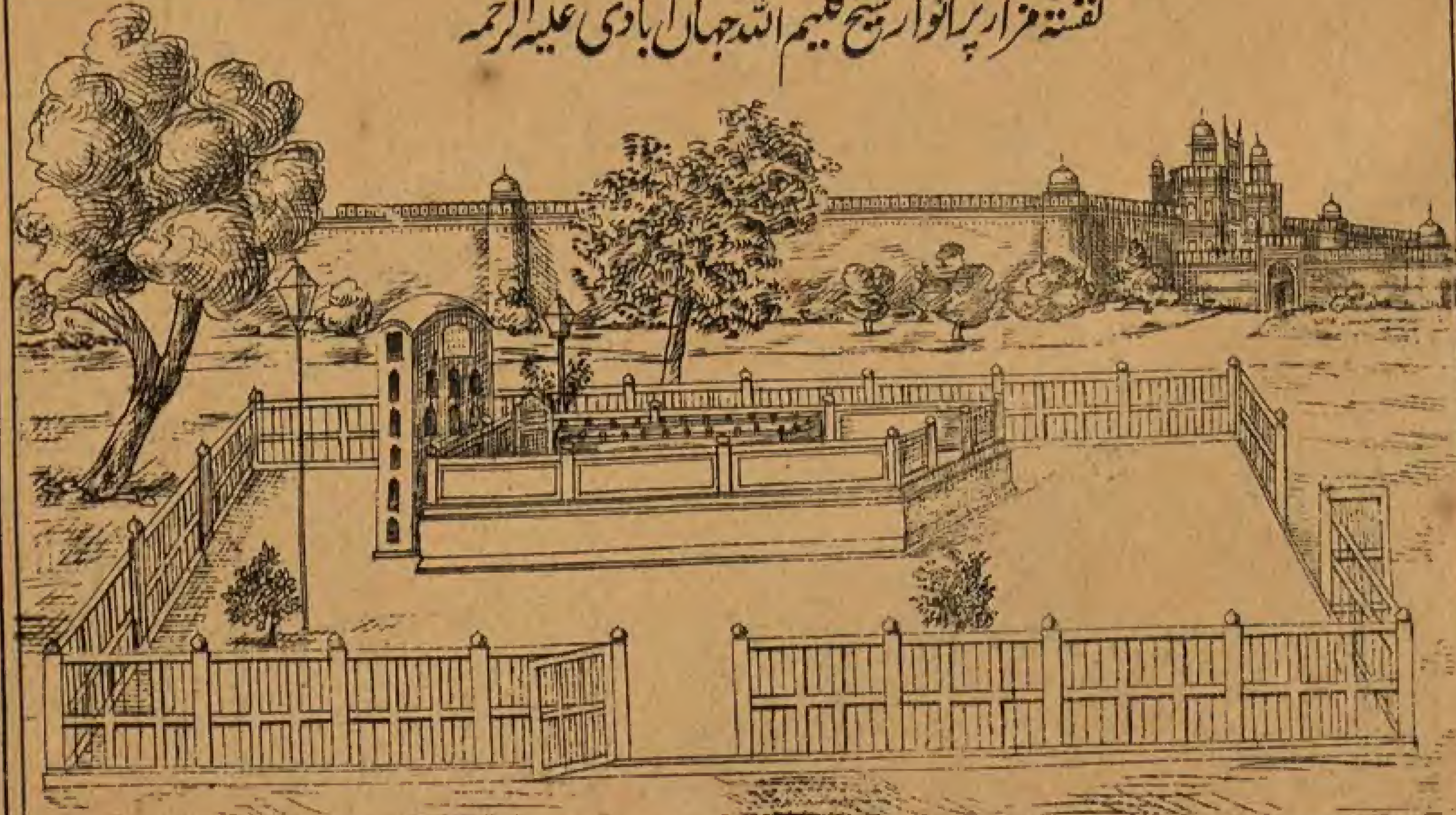
بی بی مصری کی اولاد میں اس وقت میاں عبدالغنی کلیمی اور قاسم علی کلیمی موجود ہیں بی بی مصری کے بیٹے شاہ محمد غوث ان کی دختر حسینی بیگم ان کی صاحبزادی امانی بیگم - ان کے ایک صاحبزادہ مولوی سید محمد جن کے بیٹے میاں عبدالغنی ایک صاحبزادی جنکے بیٹے میاں قاسم علی -

مولوی سید محمد صاحب مزار کے متولی تھے - تمام خدمت خود کرتے تھے - کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولوی سید محمد صاحب نے مجمع کیا اور چونکہ میاں عبدالغنی صغیر سن تھے قاسم علی صاحب کے سر پر اپنی طرف سے دستار باندھی اور مزار کی خدمت سپرد فرمائی قاسم علی صاحب نے اسی جلسہ میں اپنی طرف سے میاں عبدالغنی کے سر پر دستار باندھ دی - یہ عقب کلاں محل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں رہتے ہیں شیخ کے مزار پر دو عرس ہوتے ہیں - ۲۴ - ربیع الاول کو حضرت شیخ کا ، ۲۷ - صفر کو آپ کے مرشد شیخ یحییٰ مدنی صاحب کا ٭

شرقی دروازہ سے شمالی سڑک پر جو ہرے بھرے صاحب کے مزار سے ملی چلی جاتی ہے شفاخانہ سرکاری سے ۵۰۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب منشی امو جان کے مکان ہیں -

یتیم خانہ

ہے انجمن مؤید الاسلام اس کی کفالت کرتی ہے یہ انجمن ۱۳۱۰ ھ ہجری سے قائم ہوئی اس کے اصل بانی مبانی جناب منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس دہلی ہیں - جو جامع مسجد اور فتحپوری کے ممبر ہیں اس انجمن کے اغراض یہ ہیں - (۱) مسلمانوں کے لاوارث بچوں کو پرورش کرنا اور ان کو دینی دنیاوی - علاوہ تعلیم دینا (۲) لاوارث محتاج میت کی تجہیز تکفین کرنا



نقشہ مزار پرانوار شیخ کلیم اللہ جہان آبادی علیہ الرحمہ

ہے اِسمیں تقریباً ۲۲ برس مولانا عبدالرب صاحب مرحوم نے وعظ فرمایا اُنکی وفات کے بعد مولوی عبدالرحمن صاحب اُنکے شاگرد ہر جمعہ کو وعظ فرماتے ہیں ۱۹۰۲ء میں اسکی ازسرِنو تعمیر ہوئی اور میاں عبدالرزاق صاحب سوداگر جفت فروش نے ایک سنگین حوض بنایا۔ مسجد کی پشت پر کٹرہ نظام الملک ہے اِسمیں منشی ظہورالحسن کا مکان ہے جنکے یہاں سے قومی پرچہ نکلتا ہے۔ اِس آگے

خاندوراں خاں کی کھڑکی

آتی ہے۔ یہ کھڑکی خاندوراں خاں کی حویلی میں واقع تھے جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے اسوقت گلی جاتی ہے کھڑکی کا ٹوٹا ہوٹا دروازہ موجود ہے باقی اندر متفرق لوگوں کے مکانات بنگئے ہیں اِسمیں منشی عبدالغنی ابن منشی ممتاز علی صاحب کا مطبع ہے یہ گلی مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کے مدرسہ ہوتی ہوی عقب کلاں محل سے گذرتی ہوی کوچۂ چیلان سے گل بنگش کے کمرہ جا نکلی ہے کھڑکی خاندوراں خان سے بڑھکر

نواب صاحب پاٹودی کی مسجد ہے

کہتے ہیں کہ جسوقت شاہجہان بادشاہ اول تشریف لائے اور کلاں محل میں مقیم ہوے تو عملہ کے واسطے یہ مسجد بنوائی غدر کے بعد نواب صاحب پاٹودی نے اِس کے قریب کی زمین لیکر کوٹھی بنائی تو یہ مسجد نواب صاحب کی طرف منسوب ہوگئی یہ مسجد نہایت خوشنما بنی ہے اِسمیں چار حجرہ اور بیچ میں ایک حوض نہایت پاکیزہ بنا ہے مگر بالکل بے مرمت پڑا ہے۔ ریاست سے بہت قلیل رقم ملتی ہے جس سے اِس مسجد کی خدمت ہوتی ہے۔ شمالی گوشہ پر اسکے متعلق ایک کنواں ہے وہ بھی بے مرمت پڑا ہے اسوقت اِس مسجد میں عربی مدرسہ شاہزادہ امیر الملک مرزا بلاقی صاحب کے اہتمام سے جاری ہے مولوی حمزہ صاحب اور ایک دوسرے مدرس درس دیتے ہیں مولوی سید حمزہ صاحب حسبۃً للہ پڑھاتے ہیں نہایت عابد زاہد شخص ہیں حضرت شیخ العالم جناب حاجی امداداللہ صاحب علیہ الرحمۃ سے مجاز ہیں۔ اِس مسجد کے جنوب میں نواب صاحب کی کوٹھی ہے کوٹھی کے سامنے سے ہی راستہ جاتا ہے ایک رستہ کلاں محل کو آتا ہے دوسرا فیض بازار میں نکلجاتا ہے تیسرا پولیس کے پاس کو گلیوں گلیوں چھوٹے چھوٹے کوچہ چھوڑتا ہوا کوچہ چیلاں میں جا نکلتا ہے۔

نواب صاحب کی کوٹھی اور مسجد کے مقابل

(۳) ویران مسجدوں کی آبادی میں حتے الامکان سعی کرنا +

اس وقت پینتیس چھتیس لڑکے لڑکیاں موجود ہیں تعلیم کے لئے لائق استاد معین ہے۔ حرفہ سیکھنے کے لئے بچہ دستکاری کے مدرسہ میں جاتے ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا خرچ ہے۔ اس کا سرمایہ حاجی علیجان صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہے

اس کے دو سکرٹری ہیں
(۱) خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی دہلی
(۲) نواب فیض احمد خاں صاحب رئیس دہلی

اور دو منتظم
(۱) مولوی سید حافظ عبدالاحد صاحب رضوی رئیس دہلی
(۲) مولوی حاجی سید احمد صاحب امام جامع مسجد

باقی بیس کارکن ہیں جو انتظامی قابلیت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے +

یتیم خانہ سے آگے بڑھکر تقریباً ۵۰ قدم کے فاصلہ پر جانب غرب

مندر رام چندر جی

واقع ہے یہ مندر سمبت ۱۹ بکرمی مطابق ۱۸۹۶ء میں زوجہ نلارام نے بنایا ہے اسمیں رام لیلا کا سنگھاسن کہڑا رہتا ہے اور یہیں سے ہر سال کنوار کے مہینہ میں رام لیلا کی سواری نکلتی ہے ہندوؤں کا غول غپل ساتھ ہوتا ہے تمام بازار آدمیوں سے بھر جاتا ہے اسکے مقابل میدان میں فوجی قواعد ہوتی ہے کنیاں تماشگری ہیں اسکے متصل ہیں بیس تیس قدم کے فاصلہ پر اور بھی کئی مندر ہین جنمیں چھوٹے چھوٹے میلے ہوتے ہیں یہ سڑک دلی بنک کے سامنے چاندنی چوک جانے والی سڑک سے جاملتی ہے۔

اب پھر شرقی دروازہ پر آیئے دو سڑکین باقی ہیں ایک جنوبی سڑک جو میدان کے برابر آبادی کے متصل لگی دریا گنج چلی جاتی ہے اِس میدان کے اول کنارہ پر پڑاؤ ہے اسمیں اونٹ گاڑیاں وغیرہ کھڑی رہتی ہین۔ اِس سڑک کے شمال میں پریڈ کا میدان ہے اور جنوب میں

بازار مچھلی والاں

اِس بازار میں مچھلی والے رہتے ہیں اور کثرت سے مچھلیاں بکتی ہیں اور تمام شہر میں یہیں سے فروخت ہونے کو جاتی ہیں اِس بازار کے شروع پر

مچھلی والون کی مسجد

سال تاریخش رسائی یافت از الہام غیب مسجدے چوں بیت اقصے مہبط نور اله

اس مسجدے آگے پہول کی منڈی کو راستہ جاتا ہے اور تراہہ بہرم خاں میں جانکلتا ہے آگے کوتوالی جرنیلی تہانہ فیض بازار کٹرہ بدرالدین مہرکن۔ کٹرہ حکیم بوعلی سینا کوچہ لال مین چوکی جگی۔

اس فیض بازار کی شرقی جانب نیچے نہر کو دائین ہاتہہ کیے گوشہ پر مسجد واقع ہے آگے چند قدم کے فاصلہ پر

شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ

ہے مسجد اور خانقاہ کی کہڑکیان سڑک کی طرف کہلی ہوی ہیں شاہ صاحب اپنے زمانہ کے مقتدین بزرگ ہوئے ہیں چشتیہ طریقہ کے برگزیدہ لوگوں میں گنے جاتے ہیں۔ آپکے والد ماجد سید شاہ نصیرالدین ابن شاہ غلام سادات چشتی قدس سرہ بن شیخ عبدالواحد عرف نواب بشارت خان برادرزادہ حقیقی قطب العارفین حضرت شیخ محمد چشتی قدس سرہ العزیز تہے۔ آپ نے بڑے بڑے مشائخ سے فیض باطن حاصل کیا اور اپنے جد امجد شاہ غلام سادات سے خلافت پائی اور اُنہون نے شاہ محمد نصیر سے اُنھوں نے شیخ محمد چشتی سے اُنھوں نے شیخ ابراہیم ایرسوی سے بچودہوین ربیع الاول ۱۲۳۰ھ ہجری چارگہڑی رات گئے شاہ صاحب کا وصال ہوا اسی خانقاہ میں دفن ہوئے انکے بعد اُنکے بیٹے سید عبداللہ صاحب سجادہ نشین ہوئے شاہ صاحب کے قدم بقدم رہے ۲۲ شعبان ۱۲۶۰ھ ہجری کو انتقال فرمایا اور شاہ صاحب کے قریب مدفون ہوئے۔

انکے بعد انکے فرزند سید امیر حسین صاحب مسند خلافت پر رونق افروز ہوے اور بحمداللہ اسوقت تک موجود ہین نہایت خلیق۔ متواضع۔ منکسر مزاج۔ درویش صفت آدمی ہیں انکے دم سے اس درگاہ کو بہت رونق ہوئی کئی عرس ہوتے ہیں ۲۴ محرم کو حضرت شیخ محمد صاحب کا تین روز ۱۱ رمضان کو حضرت غلام سادات کا۔ ۱۱ ربیع الاول کو شاہ صابر بخش علیہ الرحمۃ کا ۲۲ شعبان کو سید عبداللہ صاحب مرحوم کا دور دور سے فقرا اور درویش آکر جمع ہوتے ہیں شاہ صاحب خود مہمان نوازی میں سرگرم رہتے ہین مہمانوں کے آرام کیلیے خانقاہ تیار کرائی ہے۔ مسجد نہایت آراستہ اور خوبصورت ہے اسمیں نہایت پاکیزہ حوض بنا ہے اس درگاہ کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

درگاہ سے آگے کوئی عمدہ عمارت یا موقع نہین ہے شرق کی جانب تمام کوٹھیاں اور فوج کی بارگین بنی ہوی ہیں۔

بیپٹسٹ مشن ہال

ہے اسمیں عیسائی مذہب کے طریق کے موافق عبادت ہوتی ہے اتوار اور بدھ کے روز جلسہ ہوتا ہے۔ پادری ٹومس صاحب اسکے مہتمم نہایت خلیق شخص ہین انکی کوٹھی بھی اسی جگہ ہے۔ مینے خود پادری صاحب سے ملکر مشن ہال کی لاگت کا تخمینہ پوچھا تو فرمایا کہ یہ عمارت ۱۸۶۸ء میں تیار ہوی اور تیس ہزار روپیہ صرف ہوا اس عمارت کے متعلق ایک شفاخانہ ہے جسکو پادری گاٹش صاحب نے بنوایا ہے اسمیں ڈاکٹر ڈیوڈ صاحب علاج کرتے ہیں اور عام لوگوں کا مفت علاج ہوتا ہے ڈیوڈ صاحب کی کوٹھی بھی یہیں ہے اور یہیں زوجہ احمد علی خاں صاحب صدر الصدور علی گڈھ کی بیٹی کوٹھی ہے آگے پنجرا پہر پڑتا ہے۔

جنوب کی طرف فیض بازار ہے دونوں طرف بازار بیچ میں نہر بہتی ہے نہر کی غربی سڑک پر چلئے نہر کو بائیں ہاتھ رکھیے اس جانب بازار اور حسب ذیل محلے ہیں محلہ نقارخانہ جو پہلے دروازہ کلاں محل کے نام سے مشہور تہا کوچہ پرمانند۔ کوچہ دکھنی رائے اسمیں رلے منوہر لعل صاحب جج پنشنر کا مکان ہے۔ ترکاری کی منڈی اسمیں ہر قسم کی تازہ ترکاری اور پہل فروخت ہوتے ہین قاضی واڑہ اسکے متصل

مسجد روشن الدولہ

یہ مسجد محمد شاہ کے عہد میں بنی ہے نواب روشن الدولہ نے بنائی ہے کسی زمانہ میں اسپر سر سے پاؤں تک سونے کا کام تہا سنہرے تین برج نہایت خوبصورت تھے جب یہ برج شکستہ ہوگئے تو یہاں کے برج کوتوالی کے قریب سنہری مسجد کے خرچ مین آ گئے اور اسکی مرمت مین صرف ہوگئے اسمیں اکثر مولوی مخصوص اللہ صاحب تشریف رکہتے تہے۔ اب بہی یہ مسجد بہت خوبصورت ہے مگر بے غوری پڑی ہے اسکا حوض ایسا ناپدید ہوا ہے کہ اب نشان تک نہین معلوم ہوتا اسکی پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہین۔

شکر حق کز مین فیض سید عرفاں پناہ	شاہ بہیکہ آن مرشد کامل ولایت دستگاہ
درزمان شاہ اسکندر نشان جمشید قدر	معدلت گستر محمد شاہ غازی بادشاہ
روشن الدولہ ظفر خان صاحب جود و کرم	کرد تعمیر طلائی مسجد عرش اشتباہ
مسجدے کاندر فضاے صحن قدرش آسمان	کردہ از خط شعاع مہر جاروب پگاہ
حوض صاف او نشان از چشمۂ کوثر دہد	ہرکہ از آبش وضو سازد شود پاک از گناہ

سڑک کے بیچوں بیچ نہر میں ببول کی منڈی جانے والے رستہ کے سامنے ایک عجیب و غریب حوض بنا ہے گرمیوں میں چار گھڑی دن سے اِسپر بہار رہتی ہے لوگ نہاتے رہتے ہیں آگے چلتے چلتے دلی دروازہ آجاتا ہے۔

اب پھر نہر اسپر آیئے دریاگنج جانے والی سڑک پر چلیے گوشتی مسجد سے ملا ہوا

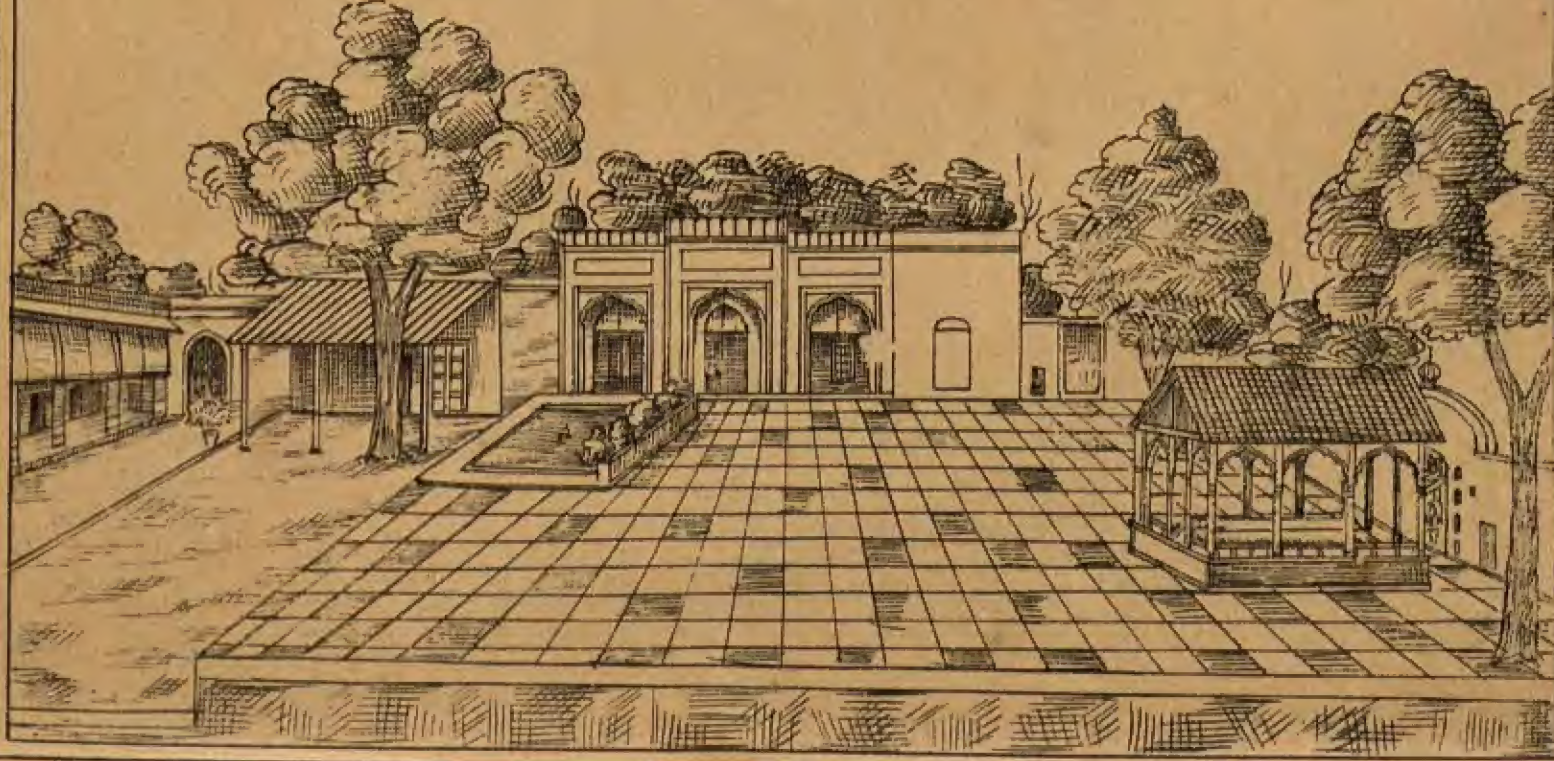
نیل کا کنواں

ہے اِسکا پانی نہایت شیریں ہے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور پانی لیجاتے ہیں۔ اِس سے آگے بڑھکر شمالی طرف کمپنی باغ اور جنوبی جانب ایک پلٹن ہندوستانی رہتی ہے جسمیں مع باجے والوں کے ایکہزار آدمی ہیں آگے بڑھکر شمالی سمت میں دریا کی طرف سڑک جاتی ہے یہیں نمبر ۱۲ کی کوٹھی ہے جسمیں سے قلعہ کا پاس ملتا ہے اور شمالی جانب کوٹھیاں اور بارگین بنی ہوئی ہیں تم جنوب شمال چھوڑکر سیدھے چلے چلو جسوقت تراہہ پر پہونچو شرقی جانب نظر اُٹھا کر دیکھو زینت المساجد نظر آتی ہے سامنے فصیل کا دروازہ مسجد گھاٹ نظر آتا ہے سامنے کی جنوبی سڑک کوٹھیوں میں چلی گئی ہے جن کی تعداد ۲۰ ہے۔ ان میں فوج کے افسر وغیرہ رہتے ہیں۔ تم مسجد گھاٹ دروازہ کی سڑک پر چلو جو مسجد اور شفاخانہ فوج کے درمیان واقع ہے جنوب کی جانب شفاخانہ ہے جو نہایت اونچی جگہ پر واقع ہے اور شمالی سمت میں

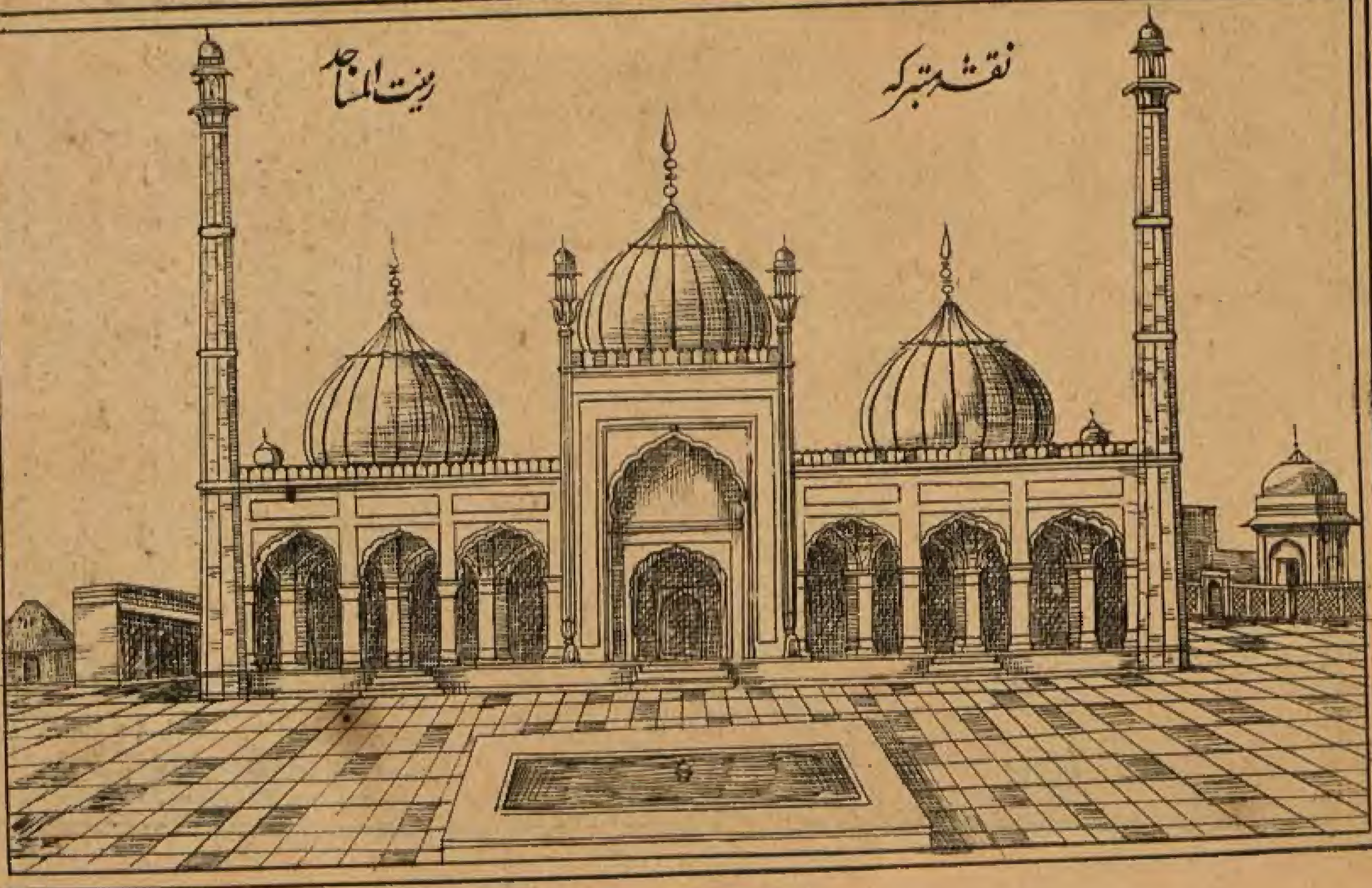
زینت المساجد

کا دروازہ ہے اللہ اللہ کس قدر بلند مسجد ہے نیچے کھڑے ہو کر اس کی رفعت کو ملاحظہ کیجیے خدا کی شان نظر آتی ہے۔ اس کے اونچے اونچے مینار آسمان سے باتیں کرتے ہیں۔ کوسوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا صحن بہت وسیع ہے اِدھر مسجد کی فضا اور منبت کاری اور سبزہ زار کا لہلہانا نیچے دریا کا بہنا اور اُس کی موجوں کا لہرانا عجب عالم دکھاتا ہے +

یہ مسجد تمام سنگ سرخ سے بنی ہے اس کے تینوں برج سنگ مرمر کے بنے ہیں۔ اس میں سنگ موسٰے کی دھاریاں ہیں۔ اوپر سنہری کلس چڑھے ہوئے ہیں۔ اس مسجد کے سات در ہیں۔ پیش طاق نہایت بلند۔ اور بیچ صحن میں بہت بڑا حوض ہے۔ اس میں اس کے متصل ایک کنویں سے پانی آتا تھا۔ جو اب موجودہ شمالی ٹوٹی ہوئی سہ دری کے پیچھے مسجد کی حد سے باہر اٹا پڑا ہے۔ یہ کنواں غالباً مسجد کی حدود میں داخل ہوگا مسجد کا ممبر کچھ خوبصورت نہیں ہے مگر پہلے باقیماندہ نشانات



نقشہ خانقاہ شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمہ


نقشہ متبرکہ
زینت المساجد

جعلی کر رہے ہیں کہ یہ ممبر اصلی نہیں ہے - بلکہ یہاں سے بہت نفیس ممبر اکھیڑا ہے - اس کو زیب النسار عالمگیر بادشاہ کی بیٹی نے سنہ ۱۱۲۲ ہجری میں عہد عالمگیر میں بنوایا ہے - اس مسجد میں شمالی جانب اس کا مزار ہے پہلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مزار ایک نہایت نفیس منقش دالان میں تھا اور اس کے پاس ایک قبہ بنا تھا جس میں تبرکات رہتے تھے - مگر اس وقت اس دالان کا کوئی نشان نہیں خالی قبر موجود ہے - وہ بھی ٹوٹی پھوٹی چونے کی بنی ہوئی - کہتے ہیں کہ اس کا تعویز ایسے عمدہ نایاب پتھر کا تھا کہ لوگوں نے اکھاڑ کر توڑا اور انگوٹھیوں کے نگینے بنالیے اس کی قبر کی شرقی جانب کچھ نشانات ہیں - غالباً اُس قبہ کے نشان ہونگے -

یہ مسجد بھی غدر کی ضبط شدہ عمارات میں سے ہے سنہ ۱۸۶۰ء میں سرکار نے مسلمانوں کو عنایت فرمائی - ایک عرصہ تک حاجی قطب الدین صاحب سوداگر ساکن گلی کیپے والاں اس کے نگراں رہے اُن کے بعد اُن کے صاحبزادہ حاجی عبد الغنی صاحب نگرانی کرنے لگے - اب چند سال سے انجمن موید الاسلام اس کی متولی ہے حتے الامکان شکست ریخت کی مرمت کرتی ہے اس کی پشت پر ایک قطعہ زمین مسجد کے متعلق ہے - برسات میں اُس کی گھاس فروخت ہوتی ہے جو تقریباً تیس پینتیس روپیہ کی بک جاتی ہے اس کے علاوہ کوئی آمدنی مسجد میں نہیں ہے - اس کا فرش اور حوض سب شکستہ ہوگیا ہے - گو بیچاری غریب انجمن گری پڑی چیز کی درستی میں کوشش کرتی ہے مگر اتنی بڑی عالیشان عمارت کی کماحقہ درستی بہت دشوار ہے - اس وقت امام حافظ عبد اللہ صاحب رہتے ہیں اور انجمن سے صعہ روپیہ ماہوار پاتے ہیں - صفحہ ۵۲ پر مسجد کا حسن نقشہ سے ملاحظہ فرمائیے +

اب خواہ مسجد گھاٹ کے دروازہ سے نکلکر بائیں ہاتھ چلئے دریا کی سیر کیجیے یہاں ٹوٹا کنواں مشہور ہے یہاں لوگ جب پانی ہوتا ہے پیرتے ہیں گرمی اور برسات کے دنوں میں یہاں میلا رہتا ہے - استاد لوگ اپنے شاگردوں کو تیرنا سکھاتے ہیں جن دنوں دریا موجوں پر ہوتا ہے تو کئی جگہ پیراکوں کا میلا ہوتا ہے ہر استاد کے گھاٹ مقرر ہیں - بعض یہاں تیرتے ہیں بعض راجگھاٹ پر کچھ لوگ پل پر کچھ کوٹلہ پر غرض عجیب میلا ہوتا ہے - ہر شخص نئی نئی تیرائی تیرتا ہے - ہر استاد اپنے جوہر دکھاتا ہے +

یا واپس تشریف لے آئے کوٹھی نمبر ۱ پہلے معلوم کر چکے ہو جی چاہے پاس لیکر سنہری مسجد ہوتے ہوئے قلعہ میں چلے جائیے ورنہ اسی پنجرا پر آ جائیے - ٹھنڈی سڑک جس پر دو نو طرف لالٹینیں

ساخت تعمیر چنین جاوید عالی دستگاہ		سعی نواب بہادر صاحب لطف وکرم	
ہر کہ از آبش طہارت کرد شد پاک از گناہ		چاہ وحوض وصاف صحنش آبروی زینت است	
مسجد بیت مقدس مطلع نور الہ		سال تاریخش چو خرم یافت از الہام غیب	

مسجد سے شرقی جانب شمال کو ہٹے ہوے خندق کے کنارے دو کنوین جنہیں اول کا پانی کہاری او دوسری کا شیرین ہے یہ مرزا گوہر کی گڈیا مشہور ہے مشرق کی جانب سنوڑی دور آگے جاکے سنہری مسجد ہے مشرق کیطرف راستہ دریا کو جاتا ہے فصیل کے دروازہ سے نکل کر جمنا پر جاتے ہیں اسکو راجگہاٹ کہتے ہین یہان ہندوؤں کی پرستشگاہین اور اونکے فقیروں کے مکانات بنے ہین۔ اور دوسری سڑک

دفتر گورنمنٹ مجسٹریٹ و اسٹیشن اسٹاف آفس

پر جاتی ہے۔ یہ دفتر کوٹھی نمبر ۲ میں واقع ہے قلعہ مین جانے کا پاس یہین سے ملتا ہے۔ ر فی کس لیا جاتا ہے مگر ۱۲ سے کم کا پاس نہین دیا جاتا ۱ بجے سے ۴ بجے تک ٹکٹ ملتا ہے۔ یہ کوٹھی فصیل کے کنارہ پر لب دریا واقع ہے۔ یہاں سے زینت المساجد کو بھی راستہ جاتا ہے اب اگر قلعہ میں جانا ہے تو یہین سے واپس ہو کر سنہری مسجد کو بائین جانب چھوڑتے قلعہ میں چلے جایئے ورنہ سنہری مسجد سے نکلکر

ٹھنڈی سڑک

پر آیئے یہ سڑک جنوباً شمالاً واقع ہے فیض بازار سے چلی ہے بنچکیون ڈاکخانہ ہوتی ہوئی کشمیری دروازہ سے نکلگئی ہے یہ سڑک نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے اسپر دونوں طرف اونچی پٹریان بنی ہوئی ہیں جو برابر پنچکیوں تک چلی گئی ہیں اُسپر بجری کُٹی ہے بیچ سڑک سے امراؤ اور رؤسا وغیرہ کی گاڑیان جاتی ہیں جو شام کو ہواخوری کے لیے نکلتے ہین ادہر اُدہر پٹریون پر پیدل چل قدمی کرتے ہیں دونون طرف تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر لال ٹینین لگی ہین اندہیری راتون میں یہ لال ٹینین عجب لطف دکہاتی ہیں جگنو کی طرح جگمگ جگمگ کرتی نظر آتی ہین۔

اس راستہ سے جو سنہری مسجد سے ٹہنڈی سڑک میں آملا ہے تقریباً ۲۰ قدم کے فاصلہ پر شمال کی طرف چوراہہ واقع ہے اگر جامع مسجد کے شرقی دروازہ سے سیدہے آیئے تو یہ چوراہہ پڑتا ہے اور سنہری مسجد کی سڑک وہی تیس قدم جنوب کی طرف رہجاتی ہے۔ مسجد سے آنیوالی سڑک شرق کیجانب

لگی ہوں اور ادھر اُدھر پٹری پیدل چلنے کی بنی ہوئی ہے - چھوڑ دیجے - سنہری مسجد کے راستہ چلئے بیجرار سے چند قدم کے فاصلہ پر

ڈگی سرکاری

ہے یہ عجیب وغریب حوض ہے جو غدر کے بعد بنا ہے - اس کے برابر پختہ نہر جاری ہے - اسی سے حوض میں پانی آتا ہے یہ حوض ۱۰ افٹ گہرا ہے - نیچے حوض کا پانی اور پر درختوں کی گنجانی کچھ عجیب لطف دکھاتی ہے - سامنے سڑک کے دوسری طرف شرق کی جانب

کمپنی باغ جرنیلی

کا دروازہ ہے غدر کے بعد ۱۸۶۲ء میں قائم ہوا ہے گو یہ باغ عرض وطول کے اعتبار سے بہت بڑا نہیں ہے مگر رونق اور بہار کے اعتبار سے دوسرے عمدہ باغات سے کسی وجہ کم بھی نہیں ہے خوشنما گملوں کی قطاریں - جابجا دروازے اور ان پر بیلوں کی بہاریں دل بہلاؤ کا عمدہ سبق دیتی ہیں انصاحب اور افسرڈگی کو طاق پر بٹھاتی ہیں دو طرف گیند بلا کھیلنے کے صاف ستھرے میدان چھوٹے ہیں اس میں شام کو صاحب لوگ گیند بلا کھیلتے ہیں *

سیر سے فارغ ہوکر خانہ خدا کی زیارت کیجے سامنے شمال کی طرف

سنہری مسجد

نظر آتی ہے یہ مسجد قلعہ کے نیچے دلی دروازہ قلعہ کے متصل واقع ہے - سر سے پاؤں تک سنگ باسی کی بنی ہے احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اس کی آن بان سب سے نرالی تھی - اندر تمام سنہری پھول بوٹے - برجیوں پر سونا چڑھا ہوا - بائیں جانب کاٹ کا نفیس دالان دائیں طرف خوبصورت حوض اس میں فوارہ متصل ہی کنواں - ادھر اُدھر بازار اس وقت نہ پھول بوٹے نہ دالان نہ حوض نہ فوارہ ایک کنواں ہے وہ بھی بالکل اُجڑا پڑا ہے ہاں مسجد اور اس کا فرش اور دروازہ بالکل صحیح سالم ہے اس مسجد کے بیچ کے در پر یہ اشعار کندہ ہیں

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ	خلق پرور داد گر شاہان عالم را پناہ
مسجدے کردہ بنا نواب قدسی عزو جاہ	باد دائم فیض عام آں تا بہ سجدہ گاہ

اسکی چار دیواری مثمن ہے جسکا شاہجہانی گز سے ہزار گز طول ۶ سو گز کا عرض کنگرہ سے نیچا کرتک پچیس گز کا ارتفاع - بنیادین گیارہ گز کی جسکا نیچے کا عرض پندرہ گز اوپر کا دس گز قلعہ کے کل زمین چھہ لاکھہ گز -

خندق پچیس گز چوڑی - دس گز لمبی قلعہ کے ضلع شرقی مین جمنا بہتی ہے اور دیگر اضلاع میں جمنا کی نہر کا پانی آتا تھا جو قلعہ کے اضلاع میں گھومکر دوسری طرف پہر جمنا میں جا گرتا تھا اسوقت خندق خشک پڑی ہے کبھی کبھی نہر کی نالی سے ذرا ذرا پانی گرتا ہے جس سے خندق میں ڈہی اسی نالی میں لگی ہے خندق کا دور تین ہزار چھہ سو گز کا ہے - تمام قلعہ سنگ سرخ سے بنا ہے تعمیر ایسی عمدہ ہے گویا تمام قلعہ ایک پتھر کا بنا ہے دلی دروازہ پر پہونچے صفحہ ۵ پر نقشہ دیکھو اول

خندق کا پل

بنا ہے یہ پل محمد اکبر شاہ کے پانچویں سال جلوس ۱۲۲۶ہجری مطابق ۱۸۱۱ء میں دلاور الدولہ رابرٹ صاحب بہادر دلیر جنگ کے اہتمام سے تعمیر ہوا ہے پل کے پاس دروازہ میں پہرہ دار ٹہل رہا ہے اسکو پاس دکہا اندر چلو یہ دروازہ اور اسکے آگے کا چوک عالمگیر کی ایجاد ہے جسوقت عالمگیر نے اصل دروازہ کے سامنے یہ گھوگھس بنایا اور شاہجہاں کو اطلاع ہوئی تو عالمگیر کو لکہا کہ اے فرزند ارجمند تمنے قلعہ کو دلھن بنایا اور اسکا گھونگٹ نکالا اندر کا دروازہ کسقدر بلند اور خوشنما ہے کہتے ہیں کہ اِسکے بالاخانہ پر قلعدار رہا کرتا تھا اس دروازہ کے دونوں طرف پتھر کے بڑے بڑے دو ہاتھی بنائے گئے تھے جنکو عالمگیر نے خلاف شرع ہونے کی وجہ سے تڑوا ڈالا انکی ایک تصویر گھنٹہ گھر کے قریب ملکہ کے باغ میں موجود ہے -

دروازہ میں گھسکر طاق پر نظر ڈالیے کہکشان سے زیادہ خوبصورت نظر آتے ہیں اگر لداؤ کو ملاحظہ کیجے گنبد آسمان سے اونچا نظر آتا ہے - چونکہ دربار کی وجہ سے آجکل قلعہ میں جانے کی ممانعت ہے اسلیے اندرونی کیفیت محض یادداشت پر بیان کرتا ہوں - دروازہ سے سیدھے سڑک سڑک چلے چلیے بائیں ہاتھہ بارکین بنی ہیں انمین گورہ پلٹن کی چار کمپنیاں جن میں پانسو آدمی ہیں اور ہم گورہ تو بخانہ کے رہتے ہیں جسوقت لاہوری دروازہ کے مقابل چوراہے پر پہونچو تو شرقی سڑک اختیار کرو سامنے دروازہ نظر آتا ہے

نقارخانہ

شاہی ہے اسپر دن رات میں اپنے معمولی وقت پر نوبت بجتی تھی اسمیں دربار عام کو رستہ جاتا تھا اب بیچ میں میدان ہے

سیدہی قلعہ میں چلی گئی ہے اسوقت شرق میں قلعہ واقع ہے غرب میں جامع مسجد جنوب میں فیض بازار شمال میں بنگلیوں وغیرہ کو رستہ جاتا ہے مگر بیچ میں کئی چوراہے پڑتے ہیں فیض بازار پر ہنچراہہ معلوم کر چکے ہو ایک یہ چوراہہ ہے جہاں کھڑے ہو جو جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے عین مقابل میں تقریباً ۶۰ قدم کے فاصلہ پر واقع ہے تیسرا چوراہہ اس سے آگے سراوگیوں کے مندر کے قریب ہے جہاں چاندنی چوک جانیوالی سڑک ملتی ہے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلکر سیدہی فتح پوری چلی جاتی ہے قلعہ کے لاہوری دروازہ سے نکلکر اول یہی چوراہہ پڑتا ہے آگے ریل کے پل کے قریب اور چوراہہ ہے جسکو ہم وہاں چلکر بیان کرینگے۔ اب تم سیدہے۔

لال قلعہ

میں چلے چلو استاد حامد اور استاد محمود معماروں نے جو اپنے فن میں بے نظیر تھے اور ہندسہ اور حساب سے خوب واقف تھے۔ ۹ محرم ۱۰۴۹ھ ہجری مطابق چوبیسویں اردی بہشت جمعہ کی رات پانچ ساعت بارہ دقیقہ گذرنے کے بعد شاہجہان بادشاہ کے حکم سے اس قلعہ کی بنا ڈالی۔ تمام قلمرو سلطانی سے بڑے بڑے کاریگر سنگتراش اور معمار بلائے گئے طرح طرح کے مثبت کار حاضر ہوئے اور قلعہ بنانے میں مصروف ہوے عزت خان کو اہتمام سپرد ہوا انھوں نے پانچ مہینے دو دن میں قلعہ کی تمام بنیادیں کہدوا کر بعض جگہ سے دیواریں اٹھوانی شروع کردیں اسکے بعد عزت خاں ٹھٹھہ کی صوبہ داری پر مامور ہوے اور الہ وردیخان کو اہتمام ملا انھوں نے دو برس ایک مہینہ گیارہ دن اہتمام کیا قلعہ بارہ بارہ گز اونچا تیار ہوگیا اسکے بعد مکرمت خان مہتمم ہوے انکی سعی بلیغ سے بیسویں سال جلوس شاہجہاں میں قلعہ بنکر تیار ہوگیا

اس قلعہ کی وسعت اکبر آباد کے قلعہ سے دوگنی ہے اٹھ برس میں ایک کرور کی لاگت سے بنا۔ پچاس لاکھ روپیہ قلعہ کی تیاری میں لگے پچاس ہزار اندر کی عمارتوں میں صرف ہوئے۔ اس کے چار دروازے۔ دو کھڑکیاں اکیس برج ہیں سات مدور چودہ مثمن مگر اسوقت تین دروازے کھلے ہوے ہیں دلی دروازہ جو سنہری مسجد کی طرف واقع ہے دوسرا لاہوری دروازہ جو چاندنی چوک کی طرف واقع ہے تیسرا دروازہ جو سلیم گڈہ کی طرف ہے چوتھا دروازہ جو دریا کیطرف ہے اور کھڑکیاں بند ہوگئی ہیں۔

سامنے

دیوانِ عام

نظر آتا ہے اِس دالان کا طول ۶۰ گز عرض ۲۴ گز ہے تمام دالان سنگ سُرخ کا بنا ہے کسی زمانہ میں اسپر سفیدی کر کے سنہری بیل بوٹے بنے تھے یہ دالان ایک چبوترہ پر واقع ہے جسکا طول ایکسو چار گز ہے اور عرض ایک سو ساٹھہ گز۔ اسکے آگے ۲۰۴ گز طول ساٹھہ گز عرض کا صحن تھا جسکے گرد عمدہ عمدہ مکانات بنے تھے۔

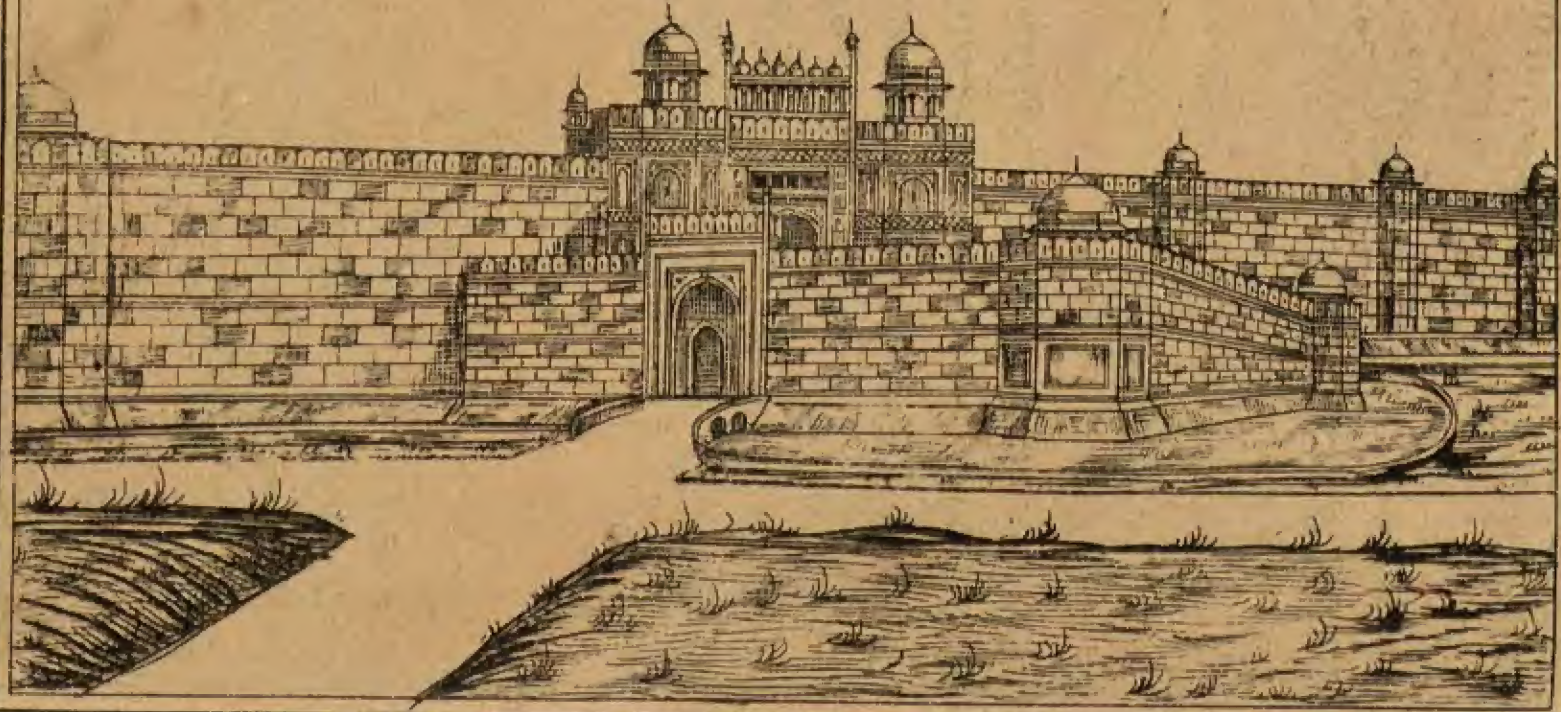
اِس دالان میں نشیمن شاہی ہے جسکو تخت شاہی کہتے ہیں اسکی عمارت بہت نفیس ہے یہ نشیمن نرا سنگ مرمر کا کرسی دار بنا ہے اسکے پیچھے ایک پیش طاق ہے سات گز لمبا ڈہائی گز چوڑا نرا سنگ مرمر کا اس نشیمن اور پیش طاق میں رنگ برنگ کے بیش قیمت پتھر لگے تھے۔ طرح طرح کے پھول بوٹے بنے تھے جنکے نشانات اب بہی موجود ہیں۔ تخت شاہی کی کرسی قد آدم سے اونچی ہے نیچے ایک خوبصورت چوکی سنگ مرمر کی بچھی ہے جسوقت کسی خاص شخص کو کچھہ عرض کرنا ہوتا تو اجازت حاصل کر کے اسپر قدم رکہتا اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر آداب بجالاتا اور عرض کرتا۔

پیش طاق کے پیچھے مکان بنے تھے بادشاہ اُدہر سے دربار میں تشریف لاتے تھے۔ موجودہ حیثیت صفحہ ۶۰ پر نقشہ سے ملاحظہ کیجیے اب اُسی سڑک کو دیوان خاص میں چلیے۔

احاطہ کہنچا ہے بیچ میں چمن لگا ہے اِس احاطہ کے دروازہ پر قفل پڑا رہتا ہے ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک اور پہر ۲ بجے سے ۶ بجے تک کہلا رہتا ہے اول دیوان خاص میں جاتے ہیں اسکا نام شاہ محل ہے ڈیڑہ گز اونچا اسی گز لمبا چھبیس گز چوڑا چبوترہ بنا ہے اسکے بیچوں بیچ

دیوان خاص

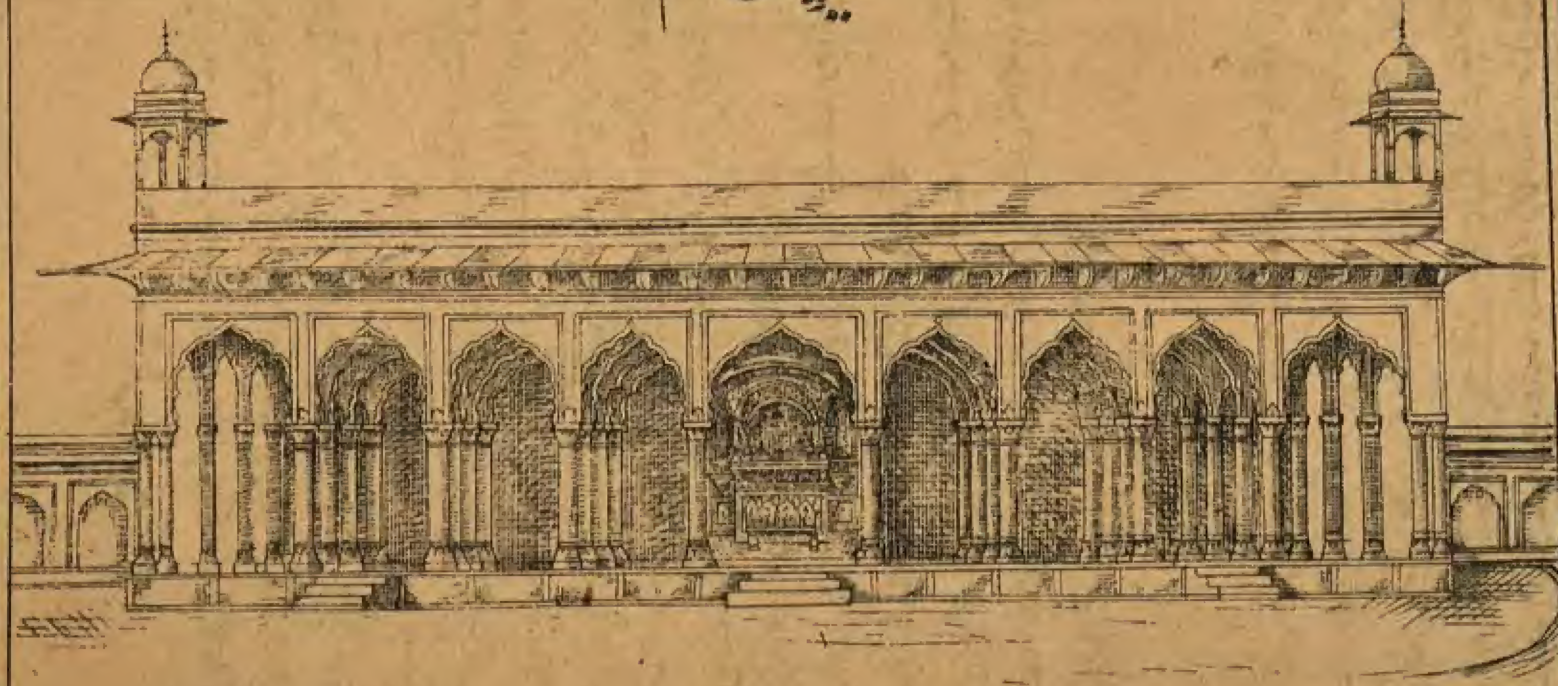
کی عمارت ہے ۴۴ گز لمبی ۲۶ گز چوڑی سر سے پاؤں تک سنگ مرمر نہایت سفید اسکے بیچ میں چار گز کے عرض سے نہر ہے مگر اسوقت خشک پڑی ہے اسکے بیچوں بیچ ایک چبوترہ ہے جسکو اب سنگ مرمر کی چوکی کہتے ہیں اسپر تخت طاؤس رکہا جاتا تھا اسپر بادشاہ اجلاس فرمایا کرتے تھے اِس مکان کے در و دیوار تمام سنگ مرمر کے ہیں انمیں عقیق و مرجان کی پچی کاری ہے اور نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنے ہیں اجارہ سے اوپر چہت تک سونے کا کام کیا ہے گویا سونا لیپ دیا ہے



لال قلعہ کا دہلی دروازہ



نقشہ دیوان خاص



نقشۂ دیوان عام



مثمن برج مع جھروکہ

اندر کے رخ سونے کے پانی سے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اگر فردوس بر روئے زمین است　　　ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اس کے جانب شرق دریا ہے۔ اوپر کے دروں میں جالیاں لگاکر آئینہ بندی کی گئی ہے جس سے دریا کا امنڈنا اور اس کی موجوں کا لہرانا عجب لطف دیتا ہے ہم صفحہ پر اسکا نقشہ دیتے ہیں جس سے اسکی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے غرب کیجانب میدان پڑا ہے جنوب میں میزان کا دالان بیٹھک۔ خوابگاہ۔ تسبیح خانہ۔ برج مثمن وغیرہ ہیں ہم دریا کیطرف سے قلعہ کا نقشہ دیتے ہیں اس سے اس برج کی پوری سیر ہوتی ہے اس برج مین کیا خوب قطعہ لکھا ہے

اے بند پاؤ قفل بر دل ہشدار　　　وے دوختہ چشم و پائے گل ہشدار

عزم سفر مغرب ورو در مشرق　　　اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

اس برج میں دریا کی طرف ایک جھروکہ ہے۔ جس کو اکبر ثانی نے بنوایا ہے۔ ان دالانوں کے آگے جنگلہ لگا ہے۔ اندر ممتاز محل یعنی رنگ محل ہے۔ چونکہ اس میں جانے کی ممانعت ہے جنگلہ لگادیا گیا ہے +

اب دیوان خاص کے شمالی حصہ کی سیر کیجے۔ ادھر حمام بنا ہے اس کے تین درجہ ہیں۔

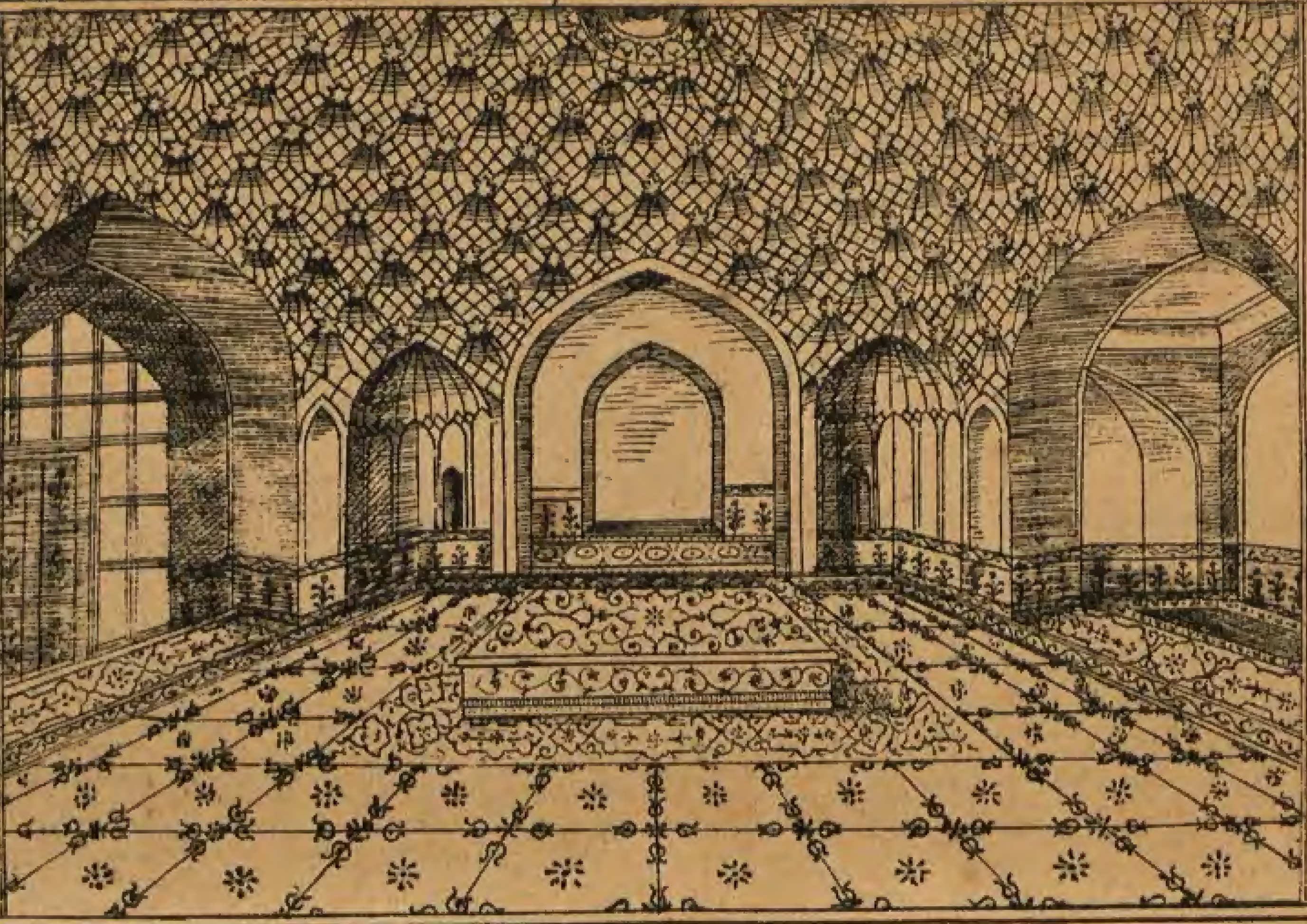
درجہ اول جامہ کن

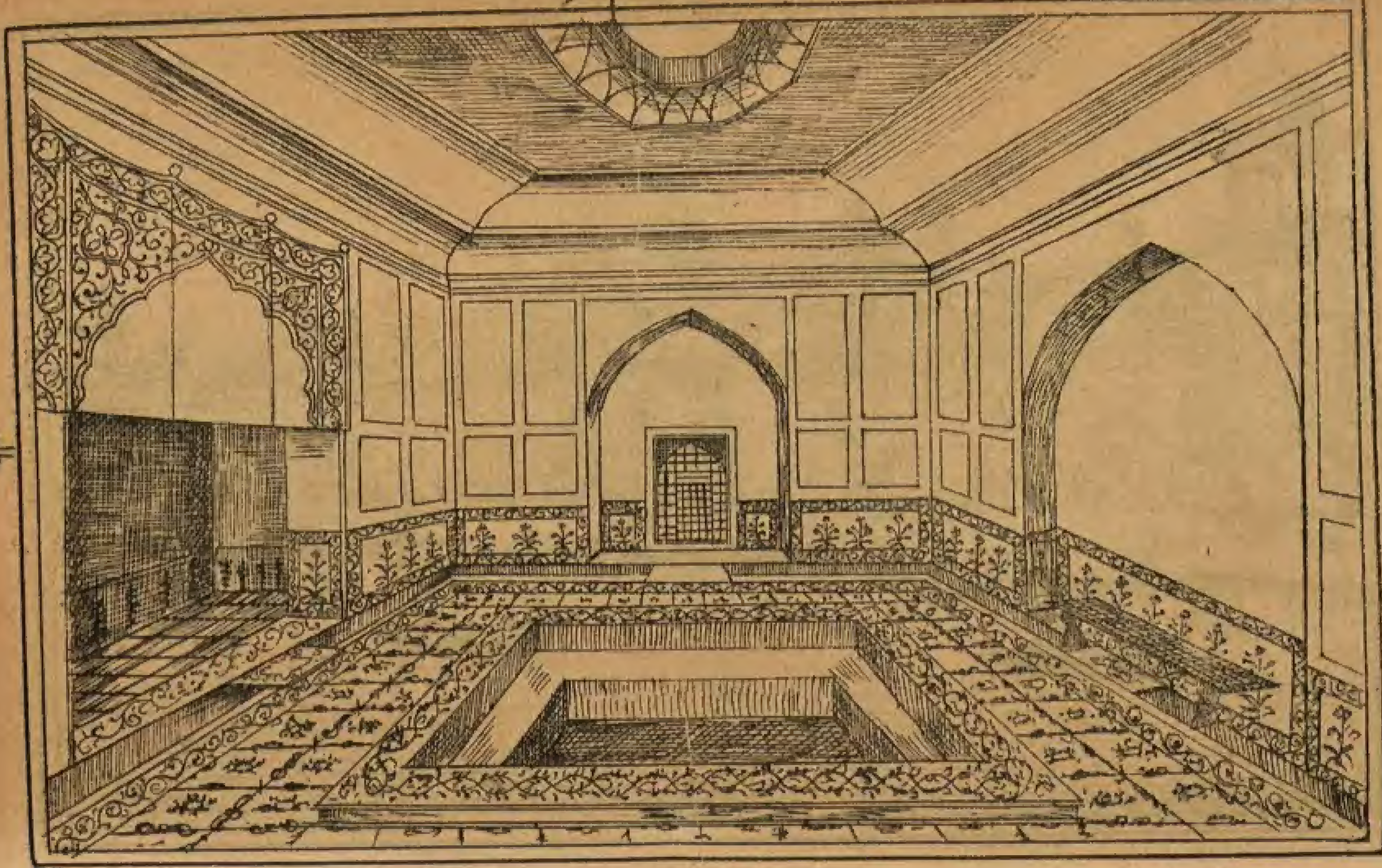
اول اس درجہ میں جاتے یا نہانے کے بعد بیٹھتے اور کچھ کھاتے۔ اس درجہ کی عمارت بہت خوشنما ہے اجارہ تک سنگ مرمر جانب شرق جالیاں لگی ہیں +

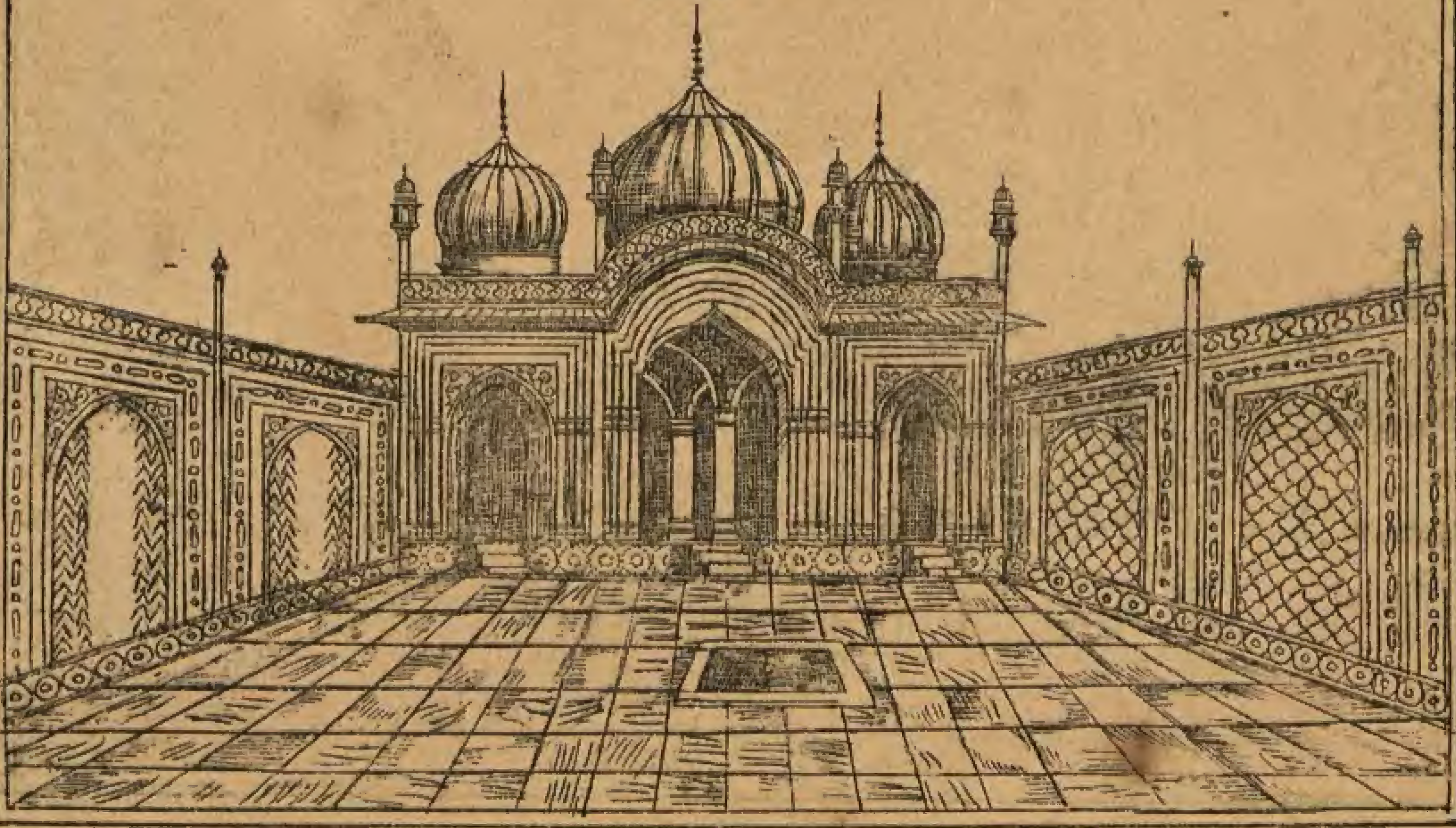
دوسرا درجہ سرخانہ

اس درجہ کی عمارت عجیب وغریب ہے جانب شمال ایک شہ نشین سنگ مرمر کی منبت کار اس پر پچی کاری اس کے آگے ایک درجہ مربع نرا سنگ مرمر کا اس کے فرش سے لیکر چھت تک عجیب عجیب رنگ کے پتھر سے پچی کاری ہوئی ہے۔ ہر دیوار پھول بوٹے سے گلگوں بنی ہے۔ اس کے فرش کے بیل بوٹے ایسے بنے ہیں۔ گویا ایرانی قالین بچھی ہیں۔ بیچوں بیچ مربع حوض ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر سنہری چار فوارے تھے جن کی چاروں دھاریں ملکر حوض میں پڑتی تھیں۔ اس کی دیوار سے ملی ہوئی ایک نہر جدول کے طور پر اس صورت

نقشه حمام گرم




نقشه حمام سرد



نقشه موتی مسجد

کی بنی ہے گویا چلتے چنے تھی ہے۔ اس درجہ میں یہ خوبی تھی کہ جس وقت چاہتے سرد ہو جاتا اور نہر اور حوض میں بھی سرد پانی رہتا اور جب چاہتے گرم کر لیتے اور فرش سے لیکر چھت تک گرم ہو جاتی اور نہر تک سے گرم پانی بہنے لگتا۔ صفحہ ۱۶۲ پر اس کا نقشہ ملاحظہ کیجئے

تیسرا درجہ گرم خانہ

کہلاتا ہے اس کے جانب غرب آب گرم کے حوض نرے سنگ مرمر کے بنے ہیں کہتے ہیں کہ اس حمام میں سوا سو من لکڑیوں کا لقمہ دیا جاتا تھا اس کے آگے ایک مربع درجہ ہے اس کے بیچوں بیچ سنگ مرمر کا چبوترہ ہے اس پر بیٹھ کر نہایا کرتے تھے اور جانب شمال بدستور دوسرے درجہ کی شہ نشین بنی ہے۔ اس پر ایک مستطیل حوض ہے اس میں بھی یہ خوبی تھی کہ چاہے سرد پانی سے بھریں اور چاہے گرم پانی سے۔ اس درجہ کا فرش اور دیوار بھی دیکھنے کے قابل ہیں صفحہ ۱۶۵ پر نقشہ سے پوری کیفیت معاینہ کیجے۔ حمام سے باہر آکر

موتی مسجد

کی زیارت کیجے۔ فرش در و دیوار محراب کنگرہ مرغولہ چھت منڈیر تمام سنگ مرمر کا اس پر منبت کاری کی ہوئی پھول بوٹے نکلے ہوئے مسجد کے تین در دو مینار تین سنہری گنبد نہایت موزوں۔ صحن میں ایک حوض نہایت مختصر چونکہ وہ دردہ سے کم تھا اس لئے اس میں یہ ترکیب کی تھی کہ نیچے نیچے بھادوں میں سے پانی آتا تھا اور ابل کر نکلتا تھا اور ہر وقت بہتا تھا گویا یہ حوض نہ تھا چشمہ جاری تھا۔ صحن میں جنوبی جانب سنگ مرمر کی چوکی بچھی ہے کہتے ہیں کہ اس پر بادشاہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے اس مسجد میں سنگ مرمر کا منبر نہایت عجیب بنایا ہے۔ اس پر پھول اس صنعت سے بنائے ہیں کہ ہر پتے کا موڑ اور شکن الگ دکھا دیا ہے گو ہاتھ سے چھو کر دیکھتے ہیں اور یقیناً جانتے ہیں کہ سنگ مرمر کے بنے ہیں مگر پھر دھوکا ہوتا ہے کہ شاید موم کے بنائے ہیں صحن میں دیوار پر سے پانی آنے کے نشانات ایسے عمدہ بنائے ہیں کہ دیکھنے سے صاف یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی پانی آکر تھما ہے کسی زمانہ میں یہ مسجد باغ حیات بخش سے ملی ہوئی تھی۔ اب باغ کے نشانات تک فنا ہو گئے۔ اس مسجد کو حضرت عالمگیر نے سنہ ۲ جلوس میں بنوایا۔ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوا نقشہ دیکھئے

تہا باغ کی جنوبی سمت بہادوں اور شمالی جانب میں ساون اور بیچ میں جل محل سبحان اللہ کیا کچھ رونق ہوگی۔

یہاں سے شرقی جانب حمام کے پیچھے ایک چھوٹی سی بارہ دری سنگ مرمر کی دکھائی دیتی ہے اسکو مرزا فخرو ولیعہد کی بارہ دری کہتے ہیں اس سے ورے توپ کے قریب ایک کوٹھڑی بنی ہے اسمیں پرانے ہتیار رکھے ہیں حمام کے پیچھے ایک کنواں ہے جسکو بہادر شاہ بادشاہ نے بنوایا ہے اس میں یہ قطعہ کندہ ہے اس سے اسکی تاریخ بنا نکلتی ہے۔

ظفر تعمیر شد این چاہ شیرین — کہ آبش شربت قند و نبات است

ازین خوشتر نباشد سال تاریخ — ہویدا چشمۂ آب حیات است

باقی شمالی حصہ میں قلعہ کی عمارات کے ختم پر سلیم گڈہ ہے جسکو اسلام شاہ نے بنایا ہے خاندان تیموریہ میں اسکو نور گڈہ کہتے تھے اسمیں جانے کی ممانعت ہے اور سے قلعہ کی زد کی فصیل توڑ کر یہاں کو ریل نکالی ہے جو جمنا کے پل سے گذرتی ہوئی سلیم گڈہ اور قلعہ کے شمالی گوشہ پر ہوتی ہوئی اسٹیشن پر چلی جاتی ہے۔ اب صرف ایک باولی رہگئی ہے جو ساون سے شرقی جانب میں بارگوں کے پیچھے فصیل کے نزدیک موجود ہے فصیلوں پر جانے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا واپس تشریف لایئے اور اسی اول چوراہے پر آیئے سامنے لاہوری دروازہ ہے کیسا عمدہ پاکیزہ بنا ہے منبت کاری اور پرچین سازی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اسکا چھتہ اسکی بلندی اور اتنی بلندی پر اسقدر طولانی تعریف کے قابل ہے اسی چھتہ سے باہر آتے ہیں دونوں طرف دوکانیں بنی ہیں ضروری چیزیں فروخت ہوتی ہیں ایک دوکان پر ہر قسم کے فوٹو بھی تھے ہیں بیچ میں ایک چوک قایم کیا ہے روشنی کے لیے اسکی چھت نہیں بنائی گئی شاہجہان کے وقت میں اس چھتہ کو بازار مسقف کہا کرتے تھے۔

اصل دروازہ کے آگے ہر دہی گھوگس ہے جو عالمگیر کی تعمیر ہے اس سے باہر خندق کا پل بنا ہے یہی اکبری عہد میں تعمیر ہوا ہے۔ دروازہ سے نکلکر ایک راستہ قلعہ کے پاس شمالی جانب میں دریا کو جاتا ہے دوسری سڑک خندق سے ملی ہوئی جنوبی دروازہ کی طرف آتی ہے۔ تیسری بیچ کی سیدہی سڑک چاندنی چوک چلی جاتی ہے۔ براگیوں کے مندر کے پاس چوراہہ پڑتا ہے ادہر یہ سڑک چاندنی چوک کو جاتی ہے اودہر ٹھنڈی سڑک اسکو کاٹتی ہے ہوتی ہوئی کشمیری دروازہ نکلجاتی ہے۔

اس کی اس بان ملاحظہ فرمایئے - عاقل خاں نے اس کی تاریخ لکھی ہے اِنَّ المَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَاتَدۡعُوۡامَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اس مسجد کے عقب میں

بھادوں

کا دالان بنا ہے - احاطہ سے نکلکر جانب شمال سڑک پر چلیے غرب کی طرف ایک دالان سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنا ہوا نظر آتا ہے اس کو بھادوں کہتے ہیں - اس کے بیچ میں ایک حوض ہے سنگ مرمر کا پندرہ گز کا مربع اور ڈیڑھ گز گہرا - اس میں نہر بہشت سے نہر آتی تھی اور حوض میں چادر ہو کر پڑتی تھی - اس میں پانی کا پڑنا اور چادر کا چھوٹنا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھادوں کا مینہ برس رہا ہے - مکان اور حوض اور چادروں میں محرابی چھوٹے چھوٹے طاق بنے تھے ان میں دن کو رنگ برنگ کے گلدان رکھے جاتے تھے اور رات کو شمع کافوری روشن ہوتی تھی جب اوپر سے پانی کی چادر پڑتی تھی تو پھولوں کی خوشنمائی اور چراغوں کی روشنی عجب عالم دکھاتی تھی اب نالیاں بالکل بند ہو گئی ہیں - دالان کے اندر کا حوض پٹا پڑا ہے - حال میں دالان کے نیچے زمین کھدوائی گئی تو نیچے کا حوض اور نالی صحیح و سالم نمودار ہوئی مگر دو دو ہاتھ مٹی کے نیچے دبی ہوئی تھی - اسی طرح سامنے کا دالان ہے جو جل محل سے آگے اس دالان کے مقابل اسی صورت کا نظر آتا ہے اس کو

ساون

کہتے ہیں اس میں پانی گرتا ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساون کی جھڑی لگی ہے ان دونو دالانوں کے بیچ میں

جل محل

ہے جو تمام سنگ سرخ سے بنا ہے - اس کے اندر بہت بڑا گہرا حوض ہے - دیکھو جا بجا دل میں سے تمام نظر آتا ہے - اس مکان کا دروازہ بند رہتا ہے - یہ حوض حضرت ابوظفر بہادر شاہ نے بنوایا ہے گویا یہ ساون بھادوں کے پانی کا خزانہ تھا کسی زمانہ میں یہاں متصل باغ

شرح میں ہونا صرف قرآن خوانی اور ثواب رسانی ہوتی ہے تقریباً چار سو پانسو آدمی جمع ہوجاتے ہیں

شاہ صاحب کے خاندان کی پہچان یہ ہے کہ سب کے پاس نیلے رومال ہوتے ہیں۔

اس مزار کے قریب جانب غرب ایک

گرجا گھر رومن کیتھلک

فرقہ کا ہے تمام شہر میں اس فرقہ کا یہی ایک گرجا ہے نہایت خوش قطع بنا ہے چوطرفہ باغیچہ لگا ہے اسکو ولیم کیکر صاحب نے ۱۸۶۵ء میں چھیاسٹھ ہزار کی لاگت سے بنایا ہے اسکے احاطہ میں ایک کوٹھی ہے جسمیں پادری جورج ثامی رن صاحب رہتے ہیں۔

بنچکیوں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر سڑک سے شرق کی طرف چند روز سے

ذخیرہ نباتات

بنا ہے اسمیں طرح طرح کے پھولوں اور پھلوں کے پودے اور گملے فروخت کے لیے تیار رہتے ہیں۔

اس جگہ سے ۱۲۰ قدم کے فاصلہ پر چوراہہ پڑتا ہے یہ سڑک سیدھی پل سے نکلتی ڈاکخانہ جاتی ہے دوسری سڑک اسٹیشن سے آتی ہے جو اسکو قطع کرتی ہوئی کشمیری دروازہ جمنا کی طرف چلی جاتی ہے اسکے شمالی جنوبی گوشہ میں فرزیل فوارہ ہے چھوٹا سا مثلث باغیچہ لگا ہے۔ تینوں طرف پتھر کا کٹہرا لگا ہے اسکے پاس ہی

ریل کا پل

ہے اوپر کو ریل جاتی ہے نیچے سڑک چلتی ہے دیکھو کیسی خوبصورت ڈاٹ لگی ہے پہلے یہ پل ۱۹ گز کا تھا اب بیس فٹ اور بڑھایا گیا ہے بے معلوم جوڑ لگا ہے اسکے مقابل شرق کیجانب

صاحبان انگریز کا قبرستان

واقع ہے یہ قدیمی قبرستان ہے پل کے نیچے سے جو سیدھی سڑک چلتی ہے اول شرقی جانب میں

ڈاکخانہ

اب تم ٹھنڈی سڑک کو پنچکیوں کی طرف چلو۔ اس چوراہے سے تقریباً ۵۰، ۶۰ قدم کے فاصلہ پر نہر کا پل آتا ہے اسکے شرقی جانب نہر کے اوپر

پنچکیان

ہیں اسی نہر سے چلتی ہیں اور فی من ۲ ہر کے حساب سے صدہا من آٹا پستا ہے۔

یہ وہی نہر ہے جو تمام شہر اور قلعہ میں آتی ہے اور دتی کی طرح ہر موقعہ پر نئے نام سے موسوم ہوتی رہتی ہے کہیں چاندنی چوک کی نہر کہلاتی ہے کہیں سعادت خان کی نہر بنجاتی ہے۔

پنچکیوں کے سامنے میدان میں جانب غرب نہر کے شمالی کنارہ پر

شاہ آبادانی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ مستند اولیا اللہ میں سے مانے جاتے ہیں چشتیہ مجددیہ نقشبندیہ ہر سلسلہ میں اجازت کہتے ہیں۔ آپکا سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے آپ کے والد ماجد میاں نور جمال سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

شاہ صاحب ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے سن تمیز کو پہنچے تو شاہجہان آباد میں آئے مولانا محمد ذکریا علیہ الرحمہ کے قریب مکان لیا مولانا اپنے زمانہ کے عارف تھے شاہ آبادانی انسے مرید ہوگئے اور مجاہدے کرنے لگے مولانا نے خرقہ خلافت عطا فرمایا مولانا کے وصال کے بعد شاہ صاحب مرجع خلایق بنے۔ مولانا فخرالدین علیہ الرحمہ سے صحبتیں رہیں۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے شاہ غلام رسول آپ کے علاتی بھائی صوفی اللہ یار بیگ رومی شاہزادہ مرزا حاجی شاہ کلو دہلوی شاہ احسان علی صاحب پاک پٹنی وغیرہ خلیفہ ہوئے۔ اسوقت بھی آپ کے سلسلہ میں مولانا شاہ مبارک حسین صاحب مدرس اول ضلع اسکول دربھنگہ اور انکے خلیفہ شاہ سید حسن صاحب بہاری موجود ہیں۔

شاہ صاحب کی عمر ۱۹ برس کی ہوئی ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۰۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

آپ کی صلبی اولاد اسوقت معلوم نہیں ہوتی آپ کے بھائی لال محمد صاحب کی اولاد مزار کی متولی چلی آتی ہے اسوقت پیر جی لطیف حسین صاحب موجود ہیں یہی ہر سال بیس ربیع الثانی کو عرس بھی کرتے ہیں البتہ جرنیلی کے حدود میں ہونے سے اجازت لینی پڑتی ہے کہتے ہیں کہ اس عرس میں کوئی امر خلاف

۱؎ ان سب حضرات کے مزارات بھی شاہ آبادانی صاحب کے قریب ہیں مگر غیر معلوم سے ہوگئے ہیں۔

نواب چھوٹے مرزا صاحب تیس دہلی

کا مکان ہے آپ نہایت بامروت بااخلاق ہیں۔ انکی جگہ حکیم نذیر احمد صاحب خلف حکیم اشرف علی صاحب کا مکان ہے جو اپنے والد ماجد مرحوم کے خاندانی گدی پر مطب کرتے ہیں بہت ذہین ور طباع طبیب ہیں دوسری سڑک مشرق کو جاتی ہے جو کشمیری دروازہ نکلجاتی ہے تار گھر سے تھوڑے فاصلہ پر آگے چلکر

مدرسہ میونسپل بورڈ اسکول

واقع ہے اسکی آمد و خرچ کمیٹی کے متعلق ہے شہر میں اسکی شاخیں مندرجہ ذیل موقعوں پر قائم ہیں لاہوری دروازہ - کشمیری دروازہ - دریبہ - چھتہ شاہجی سبزمنڈی پہاڑ گنج مدرسہ بیگاری بازار چاوڑی وغیرہ اس مدرسہ کی کل آمدنی تخمیناً عسہ۱۲ روپیہ مع شاخوں کے اور خرچ تخمیناً عسہ روپیہ ہے اسکے متعلق ایک باغ ہے۔ اس مدرسہ کے عقب میں

گرانڈ ہوٹل

ہے جسمیں صرف صاحبان انگریز ہی اُترتے ہیں

مدرسہ سے آگے نیاد ریل - رنگی لال اور آر رنگی لال کے نیلام گھر ہیں جو آمنے سامنے واقع ہیں اور انکے متصل ہی انگریزی چھاپہ خانہ ہے اسکے نزدیک۔

نواب سید سلطان مرزا صاحب

کا مکان ہے۔ آپ آنریری مجسٹریٹ و سکرٹری عربی سکول دہلی کے ہیں اور بہت خاندانی آدمی ہیں نہایت لائق اور مستعد اور ہمدرد قوم رئیس ہیں طریقہ انکا اثنا عشریہ ہے اور دہلی کے تمام اثنا عشریہ میں بہت ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ نیلام گھر سے ذرا آگے بڑھکر مشرق کی جانب۔

بورڈنگ ہاوس مشن کالج

ہے اسمیں مشن کالج کے طلبہ رہتے ہیں۔ یہ عمارت پتھر کی نہایت خوبصورت بنی ہے اسکے مقابل

آنکہ ہے یہ ڈاکخانہ تمام ڈاکخانوں میں بڑا ہے پوسٹماسٹر اور صاحب سپرنڈنٹ ڈاکخانہ کا دفتر
ہیں رہتا ہے اسکی ۱۲ شاخین ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔
سینٹرل جیل قلعہ کچہری۔صدر بازار۔ دہلی مل دہلی ریلوی اسٹیشن۔ فیض بازار۔ سبزی منڈی
پہاڑ گنج تیا وڑی بازار۔ کشترہ ٹربان۔ دریبہ۔ چتلی قبر شہید دروازہ اور تمام شہر میں
تقریبا ۱۰۰ لٹر بکس چٹھیاں ڈالنے کی غرض سے اور لوگون کی آسایش کے واسطے رکھے ہیں ان
ابین سے دن میں چار مرتبہ چٹھیاں نکالی جاتی ہیں ڈاکخانہ سے آگے

دفتر اکزیکٹو انجنیر پروونشل ڈویزن

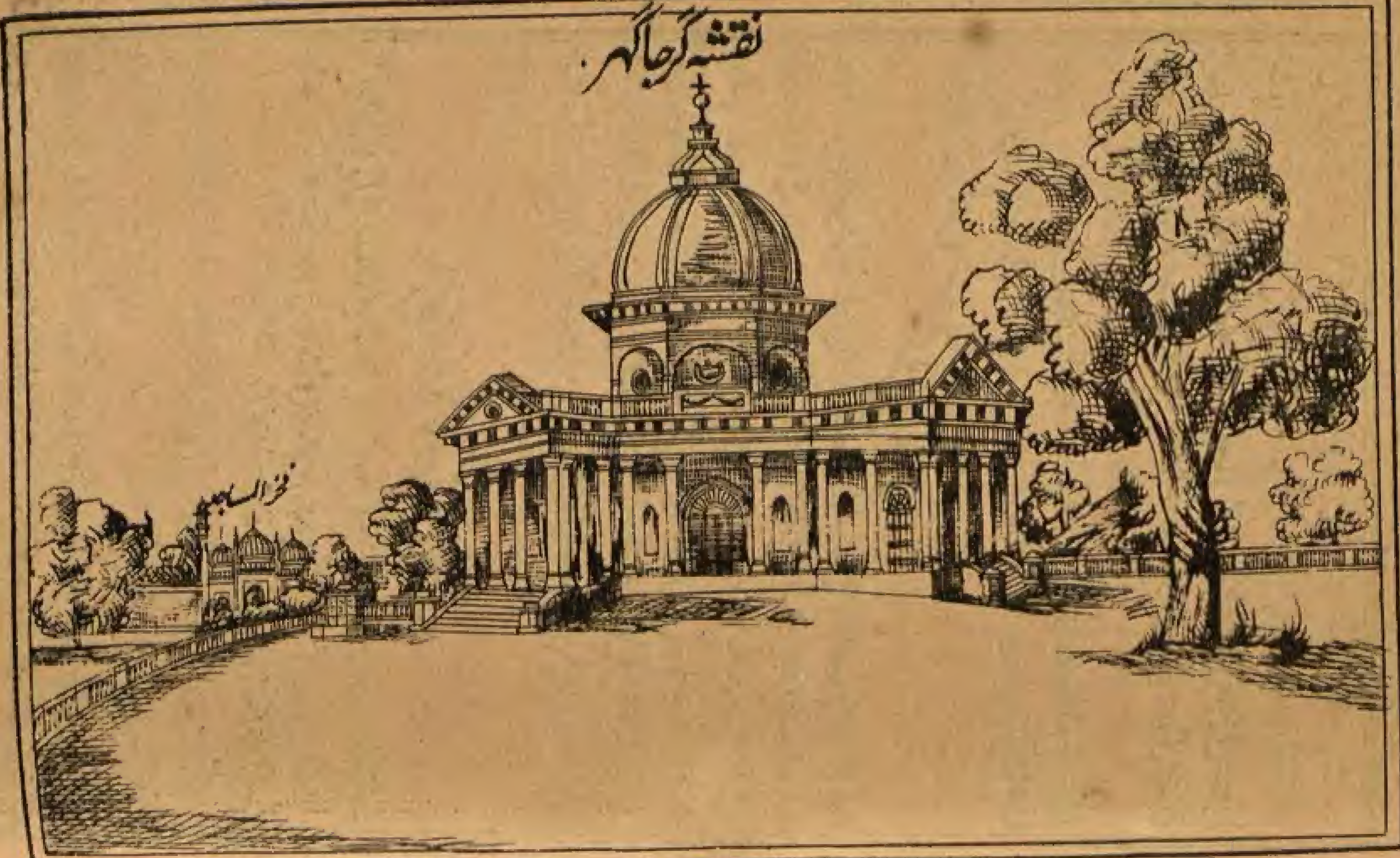
ہے جو سڑک کیجانب شرق میں واقع ہے ضلع دہلی کی تمام تعمیرات کا کام اسی کے متعلق ہے۔عذر سے پہلے
اسجگہ انگریزی میگزین تہا جو عذر میں اڑا دیا گیا اور اسکی یادگار میں ایک خوبصورت دروازہ بنایا گیا
جو اب بہی موجود ہے اور اسپر توپ رکھی ہوئی ہے۔اس دفتر سے آگے بڑہکر مشرق کی طرف

تارگھر

واقع ہے شہر میں سب سے بڑا تارگہر یہی ہے عذر کے بعد اسجگہ قایم ہوا ہے ایام غدر میں اس سے
جانب شمال ۲۱۵ گز کے فاصلہ پر ۲۳ درجہ مغرب کی طرف شکر واقع تھا۔ موجودہ تارگہر کے مقابل
ایک یادگار پتہر کی لاٹ نصب کی ہوی ہے۔جو ۱۹ اپریل سنہ ۱۹۰۲ کو لارڈ کرزن صاحب بہادر وایسرا ے
ہند کے عہد میں بیادگار ولیم برنڈش اور جے۔ ڈبلیو پلکنگٹن سگنیلر قایم کی گئی ہے۔جنہوں نے
ایام غدر ۵۷ء میں محکمہ تار کے متعلق کارہاے نمایاں کیے تہے۔ تارگہر سے دو سڑکین جاتی ہین ایک جانب
مغرب جو

مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم

کو جاتی ہے اور پہر گندہ نالے ہوتی ہوی ریل کی سڑک کے برابر سیدہی ہوتے دروازہ نکلجاتی ہے یہ مدرسہ نہایت
خوبصورت بنا ہے غربی جانب میں مسجد کا دوہرا دالان اسکے شمال میں ۲ حجرے ایک میں مدرسہ کا دفتر
رہتا ہے دوسرے میں کوئی استاد یا طالب علم رہتے ہیں جنوب میں نہایت پاکیزہ کمرہ باہر موزون
صحن ادہر اودہر حجرے بیچ میں حوض دروازہ کے متصل کنوان سقاوہ اسکو مولوی عبدالرب صاحب نے
اسی غرض سے بنایا ہے کہ اسمیں مدرسہ جاری رہے اور علوم دینیہ کی تعلیم ہوا کرے۔اس سے آگے
گندہ نالہ ہے یہاں


نقشہ گرجا گھر
فخر المساجد

مشن کالج

ہے یہ عمارت دو منزلہ خوش وضع اور سنگین ہے۔ مسٹر النٹ صاحب نے کمال کوشش اور جانفشانی
سے کئی ہزار روپیہ جمع کرکے بنوائی ہے اسکا بنیادی پتھر ۱۸۹۰ء میں سر چارلس الیٹ صاحب
کے سی ایس آئی نے اپنے ہاتھہ سے رکہا لورہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پنجاب کے لفٹنٹ گورنر جیمس لائل
صاحب نے اسکا افتتاح کیا اسمیں ایم اے تک تعلیم دیجاتی ہے ۱۰۰ روپیہ ماہوار کی کمیٹی سے مدد
ملتی ہے۔ اسکے دروازہ پر گھنٹہ لگا ہوا ہے۔ مشن سے آگے۔

گرجا گھر

ہے اسکی عمارت کی خوبی نقشہ سے ظاہر ہے کلس پر سونے کا جھول ہے گنبد اور کئی کمرے بہت خوبصورتی
سے بنائے ہیں۔ کمروں میں سنگ مرمر کا بہت نفیس فرش ہے اس گرجا گھر کو کرنیل جیمس اسکنر صاحب
بہادر نے اپنی ذات کا روپیہ خرچ کرکے بنایا ہے۔ اسکی تعمیر ۱۸۲۶ء میں شروع ہوئے اور دس برس
کے عرصہ میں یہ گرجا بنکر تیار ہوا۔ نوے ہزار روپیہ سوائے سنگ مرمر کے (کہ وہ کرنیل صاحب کے پاس
موجود تہا) صرف ہوا۔ اسکی جانب غرب میں ولیم فریزر بہادر کی قبر ہے جو صاحب کمشنر تہے۔ یہ قبر بہی
بہت تحفہ سنگ مرمر کی منبت کار بنی ہوی ہے اسکے گرد آہنی کٹہرا لگا ہوا ہے اس گرجا کی پشت
پر عدالتہائے ضلع و تحصیل و دیوانی و فوجداری و خفیفہ و ڈسٹرکٹ بورڈ واقع ہیں اور اسکے شمال

وڈلینڈ ہوٹل

ہے اسمیں صاحبان انگریز اور ہندوستانی سب لوگ ٹہرتے ہیں۔ گرجا کے سامنے

فخر المساجد

ہے گو بہت بڑی مسجد نہیں ہے مگر خوش قطع اور موزون ہے اسکے برج لاجواب ہیں اس مسجد کو
سر بازار کرسی دیکر بنایا ہے نیچے کئی دوکانیں نکالی ہیں مسجد کی رو کار تمام سنگ مرمر کی ہے جابجا
سنگ سرخ کی دہاریاں مسجد کے اندر اجارہ تک سنگ مرمر برج سنگ مرمر کے انمیں سنگ موسے کی
پچی کاریاں کلس بااصل طلائی اندر کا فرش سنگ مرمر کا باہر کا صحن سنگ سرخ کا جنوبی ضلع میں
سنگین دالان اسکے مقابل ضلع شمالی میں بہی دالان ہے مگر دونوں طرف درجے ہیں یہاں بیٹھکر وضو
کرتے ہیں یہ نالی جسپر وضو کرتے ہیں اصل میں حوض کی نالی ہی پہلے یہاں حوض تہا بیچ میں فوارہ لگا تہا

ہیں دوسری طرف کبابی دکانیں لگاتے ہیں طرح طرح کے کباب بناتے ہیں خصوصاً مچھلی
کے کباب تو ایسے نادر ہوتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذائقہ کئی کئی گھنٹہ لطف دکھاتا ہے۔ اور
شام ہوتے ہی پھر کبابی کی دکان پر کھینچ لاتا ہے۔ تمام چوک آدمیوں سے بھرا رہتا ہے
تین بجے دن سے ۱۰ بجے رات تک میلا لگا رہتا ہے۔ سقے میٹھے کنوئیں سے مشکیں بھر
کر لاتے ہیں اور عام لوگوں کو پانی پلاتے ہیں۔ اور میدان میں کھڑے ہو کر اس خوبصورتی
سے کٹورا بجاتے ہیں کہ تان سین کو انگلیوں پر نچاتے ہیں۔
سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیکھو سیدھا بڑا بازار ٹٹیا محل کا بازار کہلاتا ہے۔ اس کے بائیں
ہاتھ شرق کی جانب مچھلی والوں کے بازار کو سڑک جاتی ہے جو دریا گنج کو نکلجاتی ہے
دائیں ہاتھ غرب کی جانب اول شیخ منگلو کا چھتہ ہے اس کے برابر چھوٹی سی امام کی
گلی ہے۔ اس کے آگے چند قدم بڑھکر گوشہ میں میر محمد حسین صاحب مرحوم تحصیلدار کی حویلی
ہے جس کا دروازہ نہایت عالیشان ہے

امام کی گلی

میں ہمیشہ سے جامع مسجد کے امام صاحب کا مکان ہے اسی وجہ سے امام کی گلی مشہور ہے
اس وقت

حاجی مولوی سید احمد صاحب*

جامع مسجد کے امام ہیں ان کی امامت شاہجہان کے وقت سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی چلی آتی
ہے۔ آپ صحیح النسب سید ہیں آپکا سلسلہ نسب ۹ پشت میں سید عبد الغفور شاہ امام السلطان
بخاری سے ملتا ہے۔ مولوی حاجی سید احمد امام حال بن مولوی حافظ سید محمد بن حافظ میر احمد علی
مرحوم بن سید میر جیون بن سید عبد الکریم بن سید عبد الرحمن بن سید عبد الغفور بن سید عبد الرحیم
بن سید عبد الشکور بن امام السلطان حضرت سید عبد الغفور شاہ بخاری۔ امام السلطان
حضرت سید جلال الدین عرف سید جلال بخاری کی اولاد میں سے ہیں جو اپنے زمانہ کے
مشہور اولیا اللہ میں سے مانے جاتے ہیں۔

---

* چونکہ شاہجہان آباد کے حالات میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور شاہجہان آباد کی آبادی کے ساتھ امام صاحب جامع مسجد کے
خاندان کا بخارا سے آکر اس شہر میں آباد ہونا ایک بڑا واقعہ تاریخی ہے اسلئے ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ امام صاحب کے خاندان کا ذکر کرتے ہیں ۱۲

اس حوض میں نہر سے پانی آتا تھا مگر اب سوائے اس نالی کے اور کچھ باقی نہیں رہا سب
انٹ اٹھا کر برابر ہوگیا اس مسجد کو فاطمہ فخر النسا بیگم زوجہ نواب شجاعت خان نے ۱۱۲۱ھ
میں اپنے خاوند کی رحلت کے بعد اُن کے ایصال ثواب کے لئے اپنی عالی ہمتی سے بنوایا
ہے اس مسجد کے دروازہ پر سنگ مرمر میں فخر المساجد کھدا ہے۔ اور مسجد کی پیشانی
پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

خانِ دیں پرور شجاعت خاں بجنت یافت جا	بارضائے حق تعالےٰ از طفیل مرتضےٰ
صدر خاتوناں کنیزِ فاطمہ فخرِ جہاں	یادگارش ساخت ایں مسجد بفضلِ مصطفےٰ

مسجد کے آگے بڑھکر عدالتہائے ضلع کے عین مغرب میں

کشمیری دروازہ

ہے ایام غدر میں انگریزی فوج نے اسی دروازہ سے داخل ہوکر شہر فتح کیا صاحبان انگریز اس دروازہ کو
کو بہت مبارک خیال کرتے ہیں اس کے باہر جاکر تین راستے چلتے ہیں ایک بائیں ہاتھ کو سیدھا موری دروازہ
کو جاتا ہے دوسری سڑک راجپوتانہ شمالی اور مغربی گوشہ میں کلارنس سرل ارک پیٹرک صاحبان کی کوٹھیوں سے
گزرتی ہوئی ڈسٹرکٹ کورٹ کی طرف چلی جاتی ہے تیسری سڑک سیدھی شمال کی جانب دائیں طرف قدسیہ
باغ اور دفاتر نہر جمن غربی و شرقی موٹر کس ہینگ اسٹیشن اور بائیں طرف کلب گھر اور سول
ملٹری ہوٹل چھوڑتی ہوئی بارک سے گزر کر پرانی چھاؤنی چلی جاتی ہے۔ جہاں پر عالیشان دربار کی تیاریاں
ہو رہی ہیں ؏

جامع مسجد کا جنوبی دروازہ

بازار مٹیا محل کی طرف واقع ہے اس دروازہ میں دائیں بائیں نیچے اور اوپر دو دو حجرے
بنے ہیں دونو طرف چھتوں پر جانے کی رستے ہیں آج کل اسی دروازہ سے اوپر جاتے ہیں
دروازہ کے کواڑ نہایت کلاں مضبوط برنجی منبت کار ہیں۔ اس دروازہ کی طرف تینتیس
سیڑھیاں ہیں تیسرے پہر اس طرف گذری لگتی ہے تمام سیڑھیوں پر بہت سے دکاندار
آن بیٹھتے ہیں۔ نیچے کی سیڑھی پر کھیر۔ شربت قند۔ فالودہ۔ چائے وغیرہ کی دُکانیں
لگتی ہیں طرح طرح کے سامانوں سے سجائی جاتی ہیں۔ ایک طرف سیڑھیوں کے نیچے
بساطی۔ بزاز۔ جوتے والے کباڑی۔ خوانچہ والے بیٹھتے ہیں۔ نئے نئے سودے بکتے

سید محمد صاحب اپنی آبائے امامت پر قائم ہوئے ۱۸۷۷ء کے دربار قیصری کے موقعہ پر
جبکہ تمام والیان ریاست دہلی میں رونق افروز تھے ہر اسلامی رئیس نے امام صاحب کی
نہایت توقیر کی اور نواب سکندر بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال امام صاحب کے مکان
پر تشریف فرما ہوئیں اور شاہان تیموریہ کی طرح ماہواری وظیفہ ریاست سے نسلاً بعد
نسل مقرر فرما دیا۔

اسی زمانہ میں نواب ابراہیم علیخاں بہادر والی ریاست مالیر کوٹلہ کو امام صاحب
سے ایک خاص عقیدت پیدا ہوئی چنانچہ جب تک وہ با اختیار رہے۔ امام صاحب کی
توقیر حد سے زیادہ فرماتے رہے اور ہزاروں روپیہ سے خدمت کرتے رہے۔ اس کے
بعد چند اسلامی ریاستوں نے تیموری سنت کو ادا فرمایا۔ گورنمنٹ نظام۔ ریاست رامپور
نے مناسب وظائف مقرر فرمائے اور اس بےچینی کو جو مصارف سلطانی بند ہو جانے سے
امام صاحب اور اُن کے متعلقین میں پھیل گئی تھی بالکل اطمینانی حالت سے بدل دیا
جناب سید مولوی محمد امام صاحب نے ۷۳ برس کی عمر میں ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ
مطابق ۱۱۔ اگست ۱۸۹۹ء کو جہان فانی سے ملک جاودانی کو رحلت فرمائی اور مولانا
شاہ ولی اللہ صاحب محدث علیہ الرحمۃ کے احاطہ درگاہ میں مدفون ہوئے کتبہ لگا ہے اُس پر
ہو الغفور لکھا ہے۔ اور چونکہ آپ کے دادا کا نام بھی غفور شاہ تھا اور الغفور سے سال
وفات بھی نکلتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ بہت ہی لطف دیتا ہے جس وقت امام صاحب
کا جنازہ اُٹھا ہے تقریباً پانچ ہزار آدمی ساتھ تھے اور ہوتے جاتے تھے۔ آدمیوں کی
کثرت کی وجہ سے دو مرتبہ نماز ہوئی آدمی پر آدمی گرتا تھا۔ کندھا تک دینے کو موقع نہ ملتا
تھا چھوٹے بڑے اپنے قدیمی بادشاہی امام کو یاد کر کے دل کڑھاتے اور آٹھ آٹھ آنسو
بہاتے تھے +

جناب مولوی سید محمد صاحب امام کے بعد اُن کے فرزند اکبر مولوی حاجی سید احمد صاحب
مستقل امام ہوئے جنہوں نے ۱۸۸۲ء سے باقاعدہ طور پر اپنے بزرگ باپ کی زندگی
میں اس عہدۂ جلیلہ کو باحسن الوجوہ انجام دینا شروع کر دیا تھا جس کو آج پورے
بیس سال کا عرصہ ہوا +

شہر کے علما رؤسا فقرا مشائخ نے شاہی رسم کے موافق جامع مسجد کے موقعہ پر گی

جس وقت شاہجہان بادشاہ نے جامع مسجد تیار کرائی تو ضرورت پیش آئی کہ جیسے مسجد سید المساجد اور نور علےٰ نور ہے اسی طرح امام بھی متقی پرہیزگار سید الائمہؒ ہونا ضرور ہے۔ بخارا میں حضرت سید عبد الغفور شاہ کا شہرہ سنا۔ شاہ بخارا کی وساطت سے ۱۰۶۰ ہجری میں نہایت اعزاز کے ساتھ طلب فرمایا اور ۱۰۶۶ ہجری میں منصب امامت پر مامور فرمایا۔ اور عید الفطر کا دوگانہ سید صاحب کے اقتدا سے ادا کیا اور خطبہ کے بعد دست خاص سے بیش بہا خلعت عطا کرکے امام السلطان کے خطاب اور جاگیرات عطیہ خسروانہ سے ممتاز فرمایا۔

اس کے بعد ہمیشہ شاہانہ درباروں اور جشنوں کے موقعہ پر امام السلطان کے ساتھ اعزازی مراسم کا پورا لحاظ رہتا تھا۔

جیسے دستِ خاص سے خلعت کا مرحمت فرمانا۔ مذہبی گروہ میں سب پر مقدم کرنا خطاب خاص کے ساتھ کلام فرمانا۔ سبز لباس کا مخصوص فرمانا۔ وزرا امرا کی طرح باریابی ہونی۔ جیب خاص سے مصارف کا عطا ہونا۔

شاہجہان کے بعد ہر بادشاہ اپنے موروثی امام السلطان یا اُس کے قائم مقام صلبی کی وقعت اور عزت اُسی طرح کرتا رہا جس طرح کہ اُس کے قبل کے بادشاہانِ وقت کرتے چلے آتے تھے اور اُنہیں خصوصیات کا پابند رہا جو شاہجہان کے وقت میں قائم ہوگئیں تھیں۔

بلکہ عالمگیر اورنگ زیب کے وقت سے یہ عزت اور عطا فرمائی گئی کہ تخت نشینی کی رسم کا افتتاح بھی اسی شخص کے ہاتھ سے ہوتا جو امام السلطان کی اولاد میں سے جامع مسجد کا امام ہوتا اور اس موقع پر اُس کو خاص اعزازی خلعت عنایت فرمایا جاتا۔ چنانچہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ تک یہ رسم برابر قائم رہی اور اُن کی تخت نشینی کا افتتاح حافظ میر احمد علی صاحب نے جو اس وقت جامع مسجد کے امام تھے اپنے ہاتھ سے کیا۔ اس کے بعد فتنہ کا زمانہ ہوا اور میر احمد علی صاحب امام کے صاحبزادہ حافظ سید محمد آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بانی محمدن کالج علیگڈھ کے پاس رجو کہ اُن کے قریب کے رشتہ دار تھے چلے گئے مسجد ضبط ہوگئی۔ جب تمام فتنہ فرو ہوا اور مسجد واگذاشت ہوئی تو لوگوں نے اپنے قدیمی امام کو طلب کیا اور مولوی حاجی حافظ

لارڈ کرزن صاحب بہادر ویسرائے و گورنر جنرل کشور ہند یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو منعقد فرمائینگے - امام صاحب کے مکان کے متصل ہی

حافظ سید منشی امیر الدین صاحب فیض رقم

کا مکان ہے آپ خط نسخ کے وحید العصر استاد ہیں - حق یہہ ہے کہ اسوقت اپنا نظیر نہیں رکھتے - امام صاحب سے قرابت رکھتے ہیں - نقشبندیہ خاندان میں مجاز ہیں - نہایت متقی پرہیزگار ہیں - بجڑے لوگوں کی یادگار ہیں - رہا

شیخ منگلو کا چھتہ

اسمیں چند قدم چلکر چھتہ آتا ہے - اسپر کرہ بنا ہوا ہے - اس چھتہ کے نیچے متصل ہی جناب

نواب فیض احمد خانصاحب رئیس دہلی

کا مکان ہے - نواب صاحب موصوف رؤسا شہر میں سے نہایت لایق اور فایق منتظم نوجوان تعلیم یافتہ اور با اخلاق رئیس ہیں اور باوجود ان تمام صفات کے جوان صالح - مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ - نیک نیت - درویش صفت آدمی ہیں - آپکے والد بزرگوار نواب محمد نجف خانصاحب غفر اللہ ذنوبہ خاندان رؤسا کرنال سے تھے - یعنی نواب احمد علیخانصاحب رئیس اعظم کرنال کے حقیقی بھانجے تھے - نواب محمد نجف خانصاحب نے بخلاف اپنے تمام خاندان کے ازراہ عالی ہمتی ملازمت گورنمنٹ اختیار کی - اور ۳۰ سال تک عہدہ ہائے تحصیلداری و ڈپٹی کلکٹری پر نہایت نیکنامی کے ساتھ حکمراں رہے - غدر ۱۸۵۷ء کے مفسدہ میں دو تین لڑائیوں میں شامل ہو کر نمایاں خدمات ادا کیں جسکے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایک گاؤں عطا ہوا - آپ گورنمنٹ انگریزی کی ملازمت کے بعد ۱۹ سال تک ریاست ٹونک راجپوتانہ میں عہدہ جلیلہ ممبری کونسل اور حاکم اپیل پر متاز رکر پنشن یاب ہوئے - افسوس ہے کہ ٹونک سے واپس آکر بعد چند ماہ ۱۰ جون ۱۸۹۸ء کو رحلت فرمائی - اور مولوی سید محبوب علیصاحب کے قبرستان میں مدفون ہوئے - اور اپنی یادگار میں اپنے خلف الرشید نواب فیض احمد خانصاحب کو چھوڑا - جو اسوقت تمام دہلی میں بلحاظ قابلیت اور شرافت و لیاقت و تہذیب اخلاق و صلاحیت ایک منتخب رئیس ہیں - اور جملہ اسلامیہ انجمنوں اور کمیٹیوں میں سکرٹیری یا ممبر ہیں - اسی گلی میں

مولوی سید محبوب علیصاحب کی مسجد ہے - جو مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے -

اس موڑ پر سے اس گلی کے دو حصے ہو جاتے ہیں - چھوٹی گلی مولوی عبد المجید صاحب کے مدرسہ کے سامنے ہوتی ہوئی چتلے دروازہ چاوڑی بازار میں جا نکلتی ہے - دوسری پختہ سڑک بازار چوڑی والاں میں گئی ہے - یہہ بازار ایک طرف املی کی پہاڑی کے متصل تراہہ سے جاملا ہے دوسری طرف جوتے والوں کی مسجد سے آگے بڑھکر جنوب کی جانب سیتارام کے بازار سے جاملا ہے - اور غربی جانب میں سید المطابع مجتبائی کے قریب کو نکلتا ہوا لوہے کے کارخانہ کے سامنے چاوڑی میں جا نکلتا ہے - محلہ

چوڑی والاں

میں مولوی سید حمزہ صاحب بن سید میر علیشاہ صاحب سلمہ اللہ تعالی کا مکان ہے - آپ سادات صحیح النسب جلالی و نقوی سے ہیں آپنے اوائل عمر میں قرآن شریف اور کتب فارسی سے فراغت پا کر سرکاری انگریزی مدرسے میں تعلیم پائی - اور مڈل پاس کیا - پھر انگریزی کو چھوڑ چھاڑ کر علم عربی حاصل کرنیکی طرف توجہ کی - ابتدائی کتابیں مکانکر علمار کرام یعنی مولوی عبد الحق صاحب و مولانا فضل اللہ صاحب لکھنوی فرنگی محلی کی خدمت میں فیض علمی اور سند حاصل کی - اور ۱۳۰۳ ہجری میں گنگوہ پہونچکر مولانا رشید احمد صاحب محدث کی خدمت رکر افادت میں علم حدیث اور سند حاصل کی - اسکے بعد حضرت مولانا شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی خدمت میں علم باطنی اور اجازت خلافت

ہزار آدمیوں کے مجمع میں مولوی سید احمد صاحب کے سر پر دستار باندھی اور اُن کی امامت پر خوشی کا اظہار کیا۔ بیرونجات سے لوگوں نے نذریں اور دستاریں بھجوائیں چنانچہ میرے مہربان مولانا محمد نظام الدین صاحب کرانوی نے بھی میرے سامنے حضرت سراج السالکین عمدۃ العارفین جامع معقول و منقول مولانا محمد عمر صاحب فاروقی چشتی صابری مجددی رئیس قصبہ تھانہ بھون کی طرف سے امام صاحب کے سر پر دستار باندھی پے در پے ایک مہینہ تک کہیں سے نذریں۔ کہیں سے خوشنودی کے خطوط۔ کہیں سے آپ کے والد مرحوم کے تعزیت نامہ آتے رہے۔ مسٹر کلارک صاحب سابق کمشنر دہلی اور مسٹر ڈیوس صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر دہلی نے لندن سے تعزیت کی چٹھیاں امام صاحب حال کو لکھیں اور مسٹر فنشا صاحب بہادر کمشنر دہلی نے بھی جو اُس وقت دہلی کے کمشنر تھے تعزیت آمیز چٹھی روانہ کی۔ مسٹر ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر دہلی کی جانب سے تعزیت کا مراسلہ پہنچا نیز بعض اسلامی ریاستوں نے تعزیت نامہ لکھے اور آپ کی امامت پر نہایت مسرت ظاہر فرمائی۔ واقعی جناب سید احمد صاحب امام حال نہایت متقی۔ پرہیزگار۔ لائق و فائق جوان صالح ہیں۔ سرمایہ علمی کے ساتھ خط نسخ و نستعلیق وغیرہ میں بھی دستگاہ ہے۔ ہر شخص جو اُن سے ملاقات کرتا ہے اُن کے اخلاق و اشفاق کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی ریاستیں بھی نہایت اعزاز کے ساتھ پیش آتی ہیں۔ اور اپنا معزز و مکرم جانتی ہیں چنانچہ نواب نصر اللہ خان بہادر ولیعہد ریاست بھوپال اور صاحبزادہ عبید اللہ خاں بہادر کی تقریب شادی پر بھوپال سے خلعت فاخرہ بھیجا گیا جو یکم اگست ۱۹۰۲ء جمعہ کے دن جامع مسجد میں ممبر کے اوپر آپ کو پہنایا گیا۔ نواب صاحب حال والی رامپور کے دربار مسند نشینی میں بھی آپ کو شریک کیا گیا تھا۔

اپریل ۱۹۰۵ء کو پرنس نصر اللہ خان بہادر خلف امیر عبد الرحمٰن خان بہادر مرحوم والی کابل نے جبکہ جامع مسجد میں تشریف لائے مغرب کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی اور نہایت تپاک سے مصافحہ کیا اور ملاقات فرمائی جب تک مسجد میں رہے آپ ہی سے مخاطب رہے اور چلتے وقت مبلغ پانسو روپیہ عنایت فرمائے۔ اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی بھی نہایت عزت کی نظر سے دیکھتی ہے موقع موقع برابر عزت افزائی فرماتی ہے۔

چنانچہ اب بھی گورنمنٹ نے عظیم الشان تاجپوشی کے دربار میں مدعو فرمایا جس کو حضور

انبالہ میں رسالہ نمبر ۱۵ بنگال کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر ۱۸۸۳ء میں خود ہی اس سلسلہ کو منقطع کرکے ضلع میرٹھ میں وکالت کرنے لگے۔ پھر ہائیکورٹ الہ آباد سے اجازت حاصل کرکے ۱۸۸۶ء میں منشی ممتاز علی صاحب خوشنویس دہلی مہاجر بیت اللہ سے مطبع مجتبائی دہلی مع سامان اور نام کے خرید کیا۔ اور اپنے حسن انتظام سے مطبع کو وہ ترقی دی جس سے ہر شخص بخوبی واقف ہے۔ حاجت بیان نہیں۔ غرضکہ مولوی صاحب موصوف اپنی ذاتی قابلیت اور انتظامی حیثیت سے زمانہ کے مشہور مدبر اور مسلم منتظم لوگوں سے سمجھے جاتے ہیں۔ باوجود دولت و ثروت کے علماء و فقراء و صلحاء کی طرف قلبی میلان رکھتے ہیں۔ آپکے خلف اکبر مولوی سید عبداللطیف صاحب ہیں۔ جو نہایت جوان صالح اور اپنے والد کے قدم بقدم ہیں۔ مطبع کے محاذ میں دو چار قدم کے فاصلہ پر ڈپٹی محمد سلطان صاحب مرحوم کی حویلی ہے نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے۔ چند قدم آگے

منشی کبیر علی صاحب تحصیلدار

کی حویلی کا دروازہ ہے۔ منشی کبیر علی صاحب تحصیلدار خان بہادر منشی امیر علی صاحب کے فرزند ہیں نہایت لائق و شریف روساء شہر سے ہیں۔ اسی مکان میں منشی غلام جیلانی صاحب سرشتہ دار بھی رہتے ہیں۔ جو نہایت شریف الطبع وضعدار شرفاء دہلی میں سے ہیں۔ اس آگے لوہے کا کارخانہ آتا ہے۔ اور یہ راستہ بازار چاوڑی میں جا نکلتا ہے۔ اب پھر جامع مسجد کے جنوبی راستہ پر آئیے۔

بازار مٹیا محل

کی سیر کیجئے۔ یہ بازار تقریباً ۵۰۰ قدم کا طول رکھتا ہے۔ اور دہلی دروازہ تک پہونچ جاتا ہے۔ برابر دوکانوں کی قطار لگی ہے۔ ہر سطح مقابل کی سطح سے برابر چلا جاتا ہے۔ چند قدم پر چنے والوں کی دوکانیں ہیں۔ دلی کے خستہ چنے دور دور مشہور ہیں۔ جامع مسجد سے ۵۰ قدم پر گلی کبابی۔ اس سے آگے کٹڑہ گوکل شاہ مشہور ہے۔ اس میں

مدرسہ حسینیہ

واقع ہے۔ تقریباً تین سال سے مولانا محمد حسین صاحب فقیر نے جاری کیا ہے۔ کئی استاد پڑہاتے ہیں۔ مولانا نے اپنی سعی سے اول نہایت عمدہ عالیشان مسجد تیار کرائی۔ پھر مدرسہ جاری کیا۔ مسجد کی کرسی اونچی۔ ادہر ادہر حجرے۔ بیچ صحن میں بیضوی حوض نہایت پاکیزہ۔ جمعہ جمعہ وعظ ہوتا ہے۔ کبھی آپ فرماتے ہیں۔ کبھی آپکے فرزند مولوی محمد ابراہیم صاحب بیان کرتے ہیں۔ اگلی گلی گڑھیا کہلاتی ہے۔ ادہر بھی مدرسہ کا دروازہ ہے۔ گڑھیا کے سامنے ایک بڑا دروازہ حویلی بختاور خاں کا ہے۔ اسمیں سامنے ہی

مدرسہ حسین بخش

کا بڑا اچھا تکیہ ہے۔ عجیب و غریب مکان بنا ہے۔ مسجد حوض حجرے۔ دالان تمام چیزیں قرینہ سے بنی ہیں۔ اسکو حسین بخش صاحب مرحوم سوداگر نے سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں تعمیر کراکر وقف کیا ہے۔ اسکے دروازہ پر کتبہ لگا ہے۔

پائی۔ علاوہ ازیں سلسلہ فخریہ میں میاں حبیب علیشاہ صاحب حیدرآبادی سے اور سلسلہ اشرفیہ میں پیر شاہ علی حسین صاحب اشرفی سے اجازت حاصل کی۔ چنانچہ سلسلہ پیری مریدی کا آپ سے جاری ہے۔ چند سال پروفیسر عربی و فارسی ہندو کالج کے رہے۔ اب عرصہ ڈیڑھ سال سے اپنے پیر و مرشد حاجی صاحب کی بشارت سے اس سلسلہ کو منقطع کرکے توکل پر نہایت قناعت اور استقلال کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ تدریس علم ظاہری و باطنی میں طالبان خدا کے ساتھ دن رات معروف ہیں۔ آپکی طبیعت نظم و نثر اردو و فارسی میں ملکہ رکھتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی اتفاق نغمہ سنجی ہوتا ہے۔

اس سے آگے دوسری گلی میں دائیں طرف حکیم علی احمد خاں صاحب پسر حکیم محمد علیخانصاحب مرحوم کا مکان ہے۔ آپ کا مطب یہیں ہوتا ہے۔ نہایت لائق اور دیندار آدمی ہیں۔ ہر شخص کا علاج توجہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ خصوصاً غربا کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں جوتے والوں کی مسجد سے بڑھکر ایک راستہ سیتارام کے بازار کو جاتا ہے۔ اسکو چھوڑکر آگے چلئے۔ ایک گلی مسجد کی پشت پر واقع ہے۔ میر حافظ سید محمد صاحب امام عیدگاہ کا مکان ہے۔ ماشاء اللہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ نہایت لائق شخص ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سادات نقویہ میں سے ہیں۔ آپکے اکابر مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔ پھر سبزوار گردیز میں رہنے لگے۔ اسکے بعد ہندوستان میں آئے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں معزز مناصب پامور رہے اول شہزادوں کے اتالیق تھے پھر عیدگاہ کی امامت سپرد ہوئی اور نسلاً بعد نسلاً آپ تک پہنچی اسکے سامنے

حمام سیتل داس

واقع ہے یہ محلہ اسی حمام کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے ملا ہوا ڈپٹی محمد سلطان صاحب مرحوم کا مکان ہے۔ مگر دروازہ آگے بڑھکر حمام کے متصل ہی مطبع مجتبائی کا دروازہ ہے۔ دیکھو تختہ لگا ہے جسپر۔

مطبع مجتبائی دہلی

جلی قلم سے لکھا ہے۔ یہ مطبع دہلی کیا بلکہ تمام ہندوستان کے نامی مطابع میں شمار ہوتا ہے۔ ہر انتظام بہت اچھا ہے۔ کم از کم ۹ پریس ہمیشہ چلتے رہتے ہیں۔ بڑی بڑی کتابیں یہیں طبع ہوتی ہیں۔ اس نامی گرامی مطبع کے مالک جناب مولوی حافظ سید محمد عبد الاحد صاحب رضوی رئیس دہلی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے لائق فائق۔ مہتمم تعلیم مبتلا۔ خیر خواہ قوم۔ حامی اسلام۔ محب عالم فقیر دوست۔ انجمن مؤید الاسلام اور یتیم خانہ کے منتظم ہیں۔ آپکے اخلاق آپکے اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ آپ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ جو کہ آٹھویں امام گزرے ہیں۔ آپکے اجداد میں سے پہلے پہل جو ہندوستان میں تشریف لائے وہ حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو مولوی صاحب موصوف سے پانچویں پشت ہے۔ اسطرح سے۔ مولوی حافظ سید محمد عبد الاحد بن حافظ میر غلام محمد بن مولوی سید غلام رسول بن مولوی سید غلام رضا بن مولانا حضرت شاہ باقر علی صاحب رضوی حنفی نقشبندی قدس اسرارہم۔ آپکے والد ماجد یعنی مولوی حافظ سید غلام محمد صاحب نہایت عابد۔ پرہیزگار۔ دیندار۔ باخدا شخص اور حضرت شاہ ابو سعید صاحب دہلوی نقشبندی مجددی خانقاہی سے مشرف بیعت تھے۔ مولوی صاحب موصوف اوائل ہی عمر سے باقبال۔ صاحب نصیب اور علم کے رشید تھے۔ چودہ برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرنے اور جمیع کتب درسیہ فارسی صرف و نحو وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج دہلی میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا۔ اور مارچ ۱۹۰۰ء میں گورنمنٹ سکول بدایوں میں تھرڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو ہائیکورٹ الہ آباد میں وکالت ضلع کا امتحان دیکر اول درجہ کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ اور اسی سال

اہلِ حاجات کا مسکن و ماوای اور شرفا اور روسا شہر کا مرجع بنا ہوا ہے - یتیم خانہ اور انجمن مؤید الاسلام جس کے اجرا سے تمام قوم اور شہر کو بیحد فائدہ پہونچ رہا ہے - اسکے بھی بانی مبانی آپ ہی ہیں - شہر کا بچہ بچہ آپکے واقف اور آپکے اشفاق اور خلاق کا دلدادہ و شیدا ہے - خدا تعالیٰ ایسے فخر قوم بزرگوں کو مدت دراز تک قائم رکھے - آپ کبھی کبھی شعر و سخن بھی فرماتے ہیں - رشید تخلص ہے - غرض آپکے ملکر یہہ بات معلوم ہوتی ہے - کہ مصرع

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں ۔ خانصاحب موصوف کے مکان کے متصل

نواب مولوی محمد احسان الرحمن خانصاحب عرف منجھلے آغا صاحب اور مولوی عبد الرحیم خانصاحب

کے مکانات ہیں نواب مولوی احسان الرحمن خانصاحب نواب محمد موسے خانصاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو مشہور شرفا و روسا قدیم دہلی سے تھے - نہایت ہی منکسر المزاج اور خلیق باوضع روسا شہر میں سے ہیں - آپکی متانت طبع و سنجیدگی مزاج اور مرنج و مرنجان عادت و اخلاق تمام شہر میں مشہور ہے - منشی کرم اللہ خانصاحب سے بھی آپکی قرابت ہے - مولوی عبد الرحیم خانصاحب بھی منشی کرم اللہ خانصاحب کے برادر عم زاد ہیں - بہت شریف اور لایق بے تکلف مزاج آدمی ہیں - سابق میں معزز عہدہ منصرمی محاسبی حیدرآباد دکن پر ممتاز تھے - چند سال سے پنشن لیکر وطن میں سکونت پذیر ہیں - اسی جگہ

منشی سید وحید الدین صاحب

کا مکان ہے آپ منشی سید احمد صاحب کے صاحبزادہ ہیں - بیخود تخلص فرماتے ہیں - فصیح الملک حضرت داغ دہلوی سے مشورہ لیتے ہیں نہایت ذہین و ذکی اور خوشگو نوجوان ہیں - اردو زبان دانی اور شاعری میں قابل تعریف ملکہ حاصل ہے اب آپکی اوقات انگریز صاحبان کی تعلیم اور شاعری میں گذرتے ہیں - انکا ایک ناول ننگ و ناموس طبع ہو چکا ہے - باقی آپکی غزلوں کی نقل طول عمل ہے آپکو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی نے جو سند مرحمت کی ہے اوسکو ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہیں جس سے آپکی لیاقت کا اندازہ پورے طور سے ہو سکتا ہے - یہاں سے نکلکر نواب صاحب ودجانہ کا مکان ہے اسکے متصل غرب میں مفتی صدر الدین خانصاحب مرحوم صدر الصدور کی حویلی ہے نہایت خوش منظری ہوئی ہے جسمیں باغیچہ کا نظارہ بیچ میں حوض اسمیں خوشنما فوارہ عجب جوبن دکھاتا ہے - اسوقت اس میں

خانصاحب غلام محمد حسن خان بی اے میونسپل کمشنر

رہتے ہیں آپ نواب مولوی محمد عنایت الرحمن خانصاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو مشہور روسا دہلی سے تھے - اور تقریباً ۱۵ یا ۲۰ سال تک سرکار نظام میں عہدہ ہای جلیلہ و انگریزی سررشتہ تعلیم ڈپٹی کمشنری صیغہ انعام پر ممتاز رہے تھے - خانصاحب موصوف ایک تعلیم یافتہ نوجوان روسا شہر میں سے ہیں - باوجود تعلیم انگریزی نہایت دیندار اور مذہبی آدمی ہیں - قومی ہمدردی اور رفاہ عام کے کاروبار میں نہایت دلچسپی

دار الہدیٰ والوعظ الوقف للہ ایک سنگ مرمر پر کندہ ہے۔ دار الہدیٰ والوعظ سے تاریخ نکلتی ہے۔ ہر جمعہ کو مولانا کرامت اللہ خاں صاحب کا وعظ ہوتا ہے۔ اکثر اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے حالات نہایت ذوق و شوق کیساتھ بیان فرماتے ہیں۔ باقی حالات مولوی صاحب موصوف کے ہندوراؤ کے باڑے میں ملاحظہ کیجئے:

مدرسہ کے متصل ہی

مولوی عبدالرحمٰن صاحب راسخ

خلف جناب مولانا محمد حسین صاحب فقیر رہتے ہیں۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ سے واقف ہیں۔ فارسی میں کمال رکھتے ہیں۔ شاعری میں بے نظیر ہیں۔ شرح مثنوی مولانا روم اور ایک ضخیم دیوان آپکی بلند خیالی کا نتیجہ طبع ہو چکا ہے۔ دوسرا دیوان عشقیہ کمال راسخ عنقریب طبع ہونے والا ہے۔ تیسرا نعتیہ دیوان زیر طبع ہے۔ دو سال ہوئے آپنے مدرسہ حسین بخش میں مولوی عبدالعلی صاحب سے علوم دینیہ کا اقتباس کیا۔ اور امتحان میں کامیابی کے بعد علماء کے عالیشان مجمع میں تکمیل تحصیل کی سند اور دستار فضیلت حاصل کی۔ اب وعظ گوئی میں اعلیٰ درجہ کی شہرت حاصل کر رہے ہیں۔ مچھلی والوں کی گلی کی مسجد میں ہر جمعہ کو قابل شنید وعظ ہوا کرتا ہے۔ وعظ کی نقل تو طول امل ہے۔ مگر آپکے چند اشعار لکھے جاتے ہیں۔

دشمن ہر تر ہے درد نہانی کی طرح | تیغ قاتل حلق سے اُتری ہر پانی کیطرح
پھر جگر کی چوٹ ابھر آئی پھر اٹھا درد دل | اُبھر سے جوبن کیطرح اٹھی جوانی کیطرح
سر بہالا سیکشد سودائے من | شد فضائے لامکاں صحرائے من
من باین دیوانگی شیدائے تو | تو باین فرزانگی لیلائے من

مٹیا محل

ایک محلہ ہے کسی زمانہ میں عجیب و غریب محل ہوگا۔ شاہجہاں کے زمانہ میں بنا تھا۔ مگر اب نشان تک باقی نہیں رہا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے محلہ ہی آباد تھا۔ اسی محلہ میں جناب

خانصاحب منشی محمد کرم اللہ خانصاحب رئیس دہلی

کا سکان ہے۔ آپ منشی آغا جان صاحب مرحوم کے لائق صاحبزادہ ہیں۔ سراپا اشفاق۔ بہترین اخلاق۔ صائب الرائے عالی خیال نہایت لایق و فائق۔ ہمدرد قوم۔ حامی اسلام۔ مخیر۔ باوضع۔ نمونہ بزرگان دہلی میں سے ہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات دہلی کیلئے باعث فخر ہے۔ جسقدر قومی اور اسلامی کار ہائے خیر اسوقت دہلی میں جاری ہیں تقریباً سب کی آپ ہی کے مبارک ہاتھ سے بنیاد قائم ہوئی ہے۔ ہر دردمند اور مصیبت زدہ کے کام میں محض از راہ خدا ترسی و ہمدردی شریک ہو جاتے ہیں۔ آپکا دیوانخانہ

ایسا ہوتا بھی تو سید صاحب لب لگا دیتے - فوراً صحت ہو جاتی - ۱۳۰۷ ہجری میں نواب مولوی احسان الرحمن خانصاحب نے اپنی اہلیہ مرحومہ کی وصیت کے موافق اِس مسجد کی مرمت کرائی - اور تین پختہ دوکانیں تعمیر کرائیں - جن کی آمدنی مبلغ دس روپیہ ماہوار ہے - مسجد پر یہ کتبہ لگا ہے -

محمد احسان الرحمن خاں حسب وصیت اہلیہ مرحوم خود دوکاکین پختہ و حمام و

ستوضا و حجرہ و زینہ وغیر ذالک بر قطعہ زمین متعلقہ مسجد سید رضائی بجائے

مصارف مسجد وقف نمود ۱۳۰۷ ہجری ++

اِس مسجد سے آگے بڑھکر چتلی قبر کا تراہہ ہے - شرقی شمالی گوشہ میں

حویلی اعظم خاں

ہے - کسی زمانہ میں اعظم خاں نے حویلی بنائی تھی - اب اِسی نام سے محلہ بستا ہے - اِس میں ایک مطبع مرزا عبدالغفار بیگ صاحب کا افضل المطابع ہے اِسی سے افضل الاخبار نکلتا ہے - اب دو راستہ باقی ہیں -

ایک سیدھا جو بنگش کے کمرہ کو جاتا ہے - دوسرا ترکمان کو جاتا ہے - اسیطرف چلئے راستہ کے گوشہ پر ایک مزار ہے - اسکو

چتلی قبر

کہتے ہیں - اسیوجہ سے اِس بازار کو بھی چتلی قبر کا بازار کہنے لگے - یہہ قبر دور دور مشہور ہے - مگر صاحب قبر میں اختلاف ہے - بعضے کہتے ہیں کہ سید روشن صاحب شہید کا مزار ہے - اور پانسو برس سے اِس مقام پر واقع ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ گھوڑے کی قبر ہے - والغیب عند اللہ - چتلی قبر کے سامنے

پہاڑی راجان - اِس کے آگے بائیں طرف

خانقاہ میر محمدی صاحب علیہ الرحمۃ

ہے - آپ کا نام سید عماد الدین صاحب تھا - آپ حضرت مولانا فخر الدین صاحب چشتی نظامی کے خلیفہ ہیں با اوقات شخص گذرے ہیں - مرزا سلیم آپ سے نہایت عقیدت کے ساتھ مرید تھے - جب میر صاحب موصوف کا انتقال ہوا تو مرزا سلیم نے اپنے مکان ہی میں آپ کا مزار بنوایا - اور وصیت کی کہ بعد انتقال کے میں بھی یہیں دفن کیا جاؤں - چنانچہ ایسا ہی ہوا - اِس جگہ سات مزار ہیں -

ایک میر صاحب علیہ الرحمہ - دوسرا مرزا سلیم شاہ کا - تیسرا انکی بیوی خسرو زمانی بیگم کا - اور چار باقی مزار میر صاحب علیہ الرحمہ کے مریدوں کے ہیں -

رکھتے ہیں۔ نہایت ستودہ خصال۔ نیک افعال نوجوان رئیس ہیں۔ اپنی نیک نیتی اور حسن کارگذاری اور لیاقت خداداد سے تھوڑے عرصہ میں گورنمنٹ میں نہایت وقعت پیدا کرلی ہے۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ عمدہ خدمات کے صلہ میں خانصاحب کا خطاب گورنمنٹ سے عطا ہوا ہے اور آئندہ اُمید ہے کہ بہت جلد دیگر مدارج اعلیٰ پر ترقی کرینگے۔ سامنے

حاجی نہاری والا دوکان پر بیٹھتا ہے کیسی مزیدار نہاری پکاتا ہے۔ خریداروں کا تار لگا ہے۔ کٹورہ پر کٹورہ چلا آرہا ہے۔ یہاں سے دو چار قدم چلکر تراہہ آگیا ہے۔ ہم جامع مسجد سے چلے آتے ہیں غرب کی جانب

چوڑی والاں کا رستہ جاتا ہے اور یہیں سے

املی کی پہاڑی پر جاتے ہیں۔ اس کے کونہ پر املی کی مسجد واقع ہے۔ اس پہاڑی پر دو راستہ جاتے ہیں۔ دائیں ہاتھ چلے آگے چلکر مسجد کے متصل حجرہ میں

حضرت شاہ محمد علیصاحب علیہ الرحمۃ واعظ قادری

اور اُن کے صاحبزادے حضرت شاہ اسد اللہ صاحبؒ کے مزار ہیں۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں بڑے ہیں بلکہ مسجد اورنگ زیب ہی کے تعمیر ہیں۔ ۲۶۔ شب ۲۷۔ روز ربیع الاول کو شاہ صاحب کا اور ۱۷۔ شب ۱۸۔ روز رمضان المبارک کو اُن کے صاحبزادہ کا عرس ہوتا ہے۔ سید محمد علیصاحب دونوں عرس کرتے ہیں۔ اسی جگہ

سید محمد امیر صاحب عرف میر پنجہ کش خوشنویس کا مکان ہے۔

میر صاحب مرحوم ۱۸۵۷ء ایام غدر میں شہید ہوئے۔ اسی مکان میں اُن کا مزار ہے۔ ۴۔ صفر المظفر کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ میر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ میر قطب عالم صاحب آپکی یادگار باقی ہیں۔ نہایت نکہت وضعدار بزرگ ہیں۔ اب اسی تراہہ سے چتلی قبر کی طرف چلیے

مصطفےٰ خاں کی حویلی مشہور ہے۔ مگر نام ہی نام باقی ہے۔ محلہ آباد ہے۔ اس حویلی کے محاذ میں

منشی الف خاں صاحب سوداگر سیاہی وقلم وغیرہ کی جائداد ہے اور یہیں مکان ہے۔ اس کے متصل ہی

سید رفائی صاحب علیہ الرحمہ کی مسجد

ہے۔ سید صاحب ایک مدت تک اس میں رہے اور مرمت بھی کرائی اس لئے یہہ مسجد انہی کے نام سے مشہور ہوگئی۔ سید صاحب اپنے زمانہ کے مقتدا تھے۔ انکے یہاں ایک مجلس ہوا کرتی تھی جسکا نام حضرہ مشہور تھا۔ اسمیں خاص خاص مرید شریک ہوتے تھے۔ اور یہہ قید تھی کہ آگے پیچھے آس پاس کوئی عورت نہو۔ مریدوں کے ہاتھوں میں چھرے ہوتے تھے۔ جسوقت توجہ دیجاتی۔ اور سب پر حالت طاری ہوتی۔ تو دنیا ومافیہا سے بالکل بیخبر ہوجاتے۔ اور کلمہ طیبہ زبان سے جاری ہوتا۔ اور آپس میں چھریاں چلنے لگتیں۔ مگر کیا مجال کہ زخم ہوجائے یا کسیکو ایذا پہنچ جائے۔ اور اگر اتفاقاً

ذکر شغل شروع کیا چند روز میں کمال کو پہونچے اور شیخ الشیوخ بنگئے مرزا صاحب کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے ہمیشہ توکل سے بسر کی سیکڑون طالبان خدا کا کھانا کپڑا اپنے سر کھہلوا اور رو کو میسر آتا وہی آپ بھی استعمال کرتے فقہ حدیث تفسیر کا درس دیتے سالہا سال اِسی طرح فیض جاری رہا سنہ ۱۲۴۰ ہجری بائیس صفر ہفتہ کے روز سفر آخرت فرمایا اور خانقاہ میں اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے نوراللہ مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے آپ کے بعد آپکے خلیفہ اعظم

شاہ ابوسعید صاحب مجددی

جانشین ہوئے آپکا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی تک اس طرح پہونچتا ہے شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسے بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مجدد صاحب فاروقی ہیں شاہ ابوسعید صاحب اول مولانا شاہ درگاہی سے سلسلہ قادریہ میں مرید ہوئے پھر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت مین حاضر ہوئے آتے ہی کچھ سے کچھ ہوگئے پیر کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے قدم بقدم چلے پھر حج کو تشریف لیگئے واپس آتے ہوئے ٹونک میں وفات پائی لاش مبارک دلی لائی گئی اور اپنے پیر کے برابر مدفون ہوئے آپ کی ولادت دوسری ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۶ ہجری مصطفے آباد عرف رامپور میں ہوے اس مصرعہ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے ع (حافظ وعالم وولی بادا) سنہ ۱۲۵۰ ہجری عید کے دن ہفتہ کو وفات پائی ینور اللہ مضجعہ سے تاریخ وفات نکلتی ہے (آپ کے چار فرزند تھے شاہ احمد سعید صاحب شاہ عبدالغنی صاحب شاہ عبدالرشید صاحب شاہ محمد عمر صاحب آپ کے انتقال کے بعد آپکے بڑے بیٹے

شاہ احمد سعید صاحب مجددی

سجادہ نشین ہوئے سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے مظہر یزدان تاریخ ولادت ہے اول اپنے والد کی تربیت میں کلام اللہ حفظ کیا۔ مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین وغیرہ سے علوم عقلیہ کی تکمیل کی مولوی رشید الدینخاں وغیرہ شاگردان مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اول شاہ غلام علی صاحب سے بیعت کی پھر اپنے والد ماجد سے تمام مقامات

خانقاہ سے گزر کر حویلی مہابت خاں ہے - پھر دائیں جانب

بھوجلا پہاڑی

ہے - یہہ گلی بلبلی خانہ - شاہ ترکمان وغیرہ جانکلتی ہے - اسمیں متعدد گلیاں واقع ہیں -

گلی آڈن - اسمیں مرزا محمد بیگ صاحب مینجر مطبع مجتبائی اور منشی سید محمد ابراہیم صاحب مصور رہتے ہیں -

گلی مشعلچیاں - اب سامنے چوک پڑتا ہے - یہیں منشی سید میر حسن صاحب کا مطبع رضوی ہے - جس میں سے خیرخواہ عالم اخبار نکلتا ہے - میر حسن صاحب موصوف بہت لایق و منکسر المزاج شرفا شہر میں سے ہیں -

بھوجلا پہاڑی سے حویلی میر ہاشم - چھتہ موگران - اسمیں شرفا لوگ رہتے ہیں - اور یہیں منشی محمد ابراہیم صاحب کا مطبع افتخار المطابع ہے - یہیں ایک بزرگ

مولوی حاجی رحیم الدین صاحب رہتے ہیں متقی - پرہیزگار - متواضع شخص ہیں - چہرہ پر نور برستا ہے - بائیں جانب

خانقاہ شاہ غلام علیشاہ صاحب علیہ الرحمۃ

واقع ہے - سبحان اللہ کیسی نورٌ علیٰ نور درگاہ ہے - اسمیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں - شاہ غلام علیصاحب - شاہ ابوسعید صاحب - جیسے بزرگ سوتے ہیں - یہہ خانقاہ شاہ غلام علیصاحب کے نام سے مشہور ہے - آپ سادات علوی سے ہیں - آپ کا اصلی وطن موضع وتالہ ہے - جو پنجاب میں امرتسر کے قریب واقع ہے - آپکے والد شاہ عبد اللطیف صاحب شاہ ناصر الدین صاحب قادری علیہ الرحمۃ سے مرید تھے - جنکا مزار عیدگاہ محمد شاہی کے پیچھے حبش پورہ میں واقع ہے -

شاہ صاحب کے پیدا ہونے سے پہلے ان کے والد نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا - آپنے فرمایا کہ تیرے گھر لڑکا ہوگا اُسکا نام میرے نام پر رکھنا - اُدھر آپکی والدہ نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اُنہوں نے آپکا نام عبد القادر بتایا - اور آپکے عم بزرگوار نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے عبد اللہ نام رکھا - اسی لئے آپکا نام عبد اللہ عرف غلام علی ہوا - آپ ۱۱۵۸ھ ہجری میں پیدا ہوئے - مظہر جود سے تاریخ ولادت نکلتی ہے - جب سولہ برس کے ہوئے تو آپکے والد نے شاہ ناصر الدین صاحب سے بیعت کرانے کو دلی بلایا - مگر جس رات کو آپ آئے - شاہ صاحب کا وصال ہوگیا - آپ کے والد نے آپ کو اجازت مطلقہ دیدی - کہ اب جس سے چاہو - مرید ہوجاؤ - آپ مرزا صاحب کی خدمت میں آئے - اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے - قادریہ نسبت تو اول ہی سے موجود تھی - نقشبندیہ مجددیہ کے طور پر

حفظ کرکے کتب درسیہ معقول و منقول اپنے والد ماجد اور شاہ عبد الغنی صاحب محدث اور مولانا
شاہ محمد مظہر صاحب سے پڑہی تحصیل علم کے بعد اپنے جد امجد سے بیعت ہوئے اور خاندان نقشبندیہ
مجددیہ سہروردیہ تمام طریقوں میں مجاز ہوئے پھر بیت اللہ تشریف لیگئے بیس برس کے قریب مدینہ منورہ
میں رہے اس حج ادا کیے بیس برس کے بعد ہندوستان آئے تو نواب کلب علیخاں صاحب بہادر
مرحوم والی رامپور کو آپ سے عقیدت ہوگئی رامپور میں بلایا اور پھر کہیں نہ جانے دیا اب بھی رامپور
ہی میں تشریف رکھتے ہیں کبھی کبھی اردو فارسی اشعار بھی کہتے ہیں۔ شاہ محمد عمر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ

مولانا شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی مجددی

موجود ہیں آپ کا نام ابوالخیر عبد اللہ ہے ۱۲۷۲ ہجری ربیع الثانی خانقاہ میں پیدا ہوئے چار برس
کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے شاہ ابو سعید صاحب سے عرض کیا کہ پوتے کو بیعت سے مشرف
فرمائیں آپ نے انکو الفاظ بیعت پڑھائے جب ہوش سنبھالا تو اول قرآن شریف حفظ کیا غدر
میں بیت اللہ شریف تشریف لیگئے مولانا رحمۃ اللہ صاحب کرانوی مہاجر مکی اور مولوی سید
حبیب الرحمن صاحب مہاجر اور سید احمد صاحب دہان مکی وغیرہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کی
عمدہ لیاقت حاصل کی اپنے والد ماجد سے سلوک طے کیا اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے
اب خانقاہ میں تشریف رکھتے ہیں کبھی کبھی شب کو حدیث شریف کا درس بھی دیتے ہیں اکثر ترجمہ
قرآن بیان فرماتے ہیں دور دور سے لوگ آتے ہیں مگر خلوت زیادہ پسند ہے جلوت سے گھبراتے ہیں
چنانچہ خانقاہ کا دروازہ بھی اکثر بند رکھتے ہیں خانقاہ سے تقریباً ۲۰ قدم کے فاصلہ پر

شاہ کلن کی ڈگڈگی

مشہور ہے ایک زمانہ میں یہاں دالان بنا تھا اسمیں ایک چھوٹی سی دیوار میں بہت سے نشانات
چراغوں کے بنے تھے شاہ کلن صاحب مداریہ خاندان کے ایک درویش تھے وہ اسمیں روشنی
کیا کرتے تھے۔ دروازہ پر ایک دھونسہ (نقارہ) رکھا رہتا تھا جب کوئی مہمان آتا اگر ایک ہوتا
تو ایک چوب اسپر لگاتا اور دو ہوتے تو دو اسی طرح بیس تک بیس چوبوں کا حکم تھا اور اگر اور
زیادہ لوگ ہوتے تو گجر بجایا جاتا اور اسی حساب سے گھر میں کھانا تیار ہو جاتا یہی وجہ ہے اسکو
شاہ کلن کی ڈگڈگی کہتے ہیں اب یہاں مکانات بنگئے ہیں اس سے پچاس قدم آگے بڑھکر دائیں

طے کیے، اور اُنکے وفات کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے لوگوں کو راہ راست بتانی شروع کی بہر کہ معظمہ تشریف لیگئے ۱۲۹۰ہجری دوسری ربیع الاول سہ شنبہ کے روز ظہر و عصر کے درمیان مدینہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے روضہ کے قریب مدفون ہوئے آپ کے چھوٹے بھائی

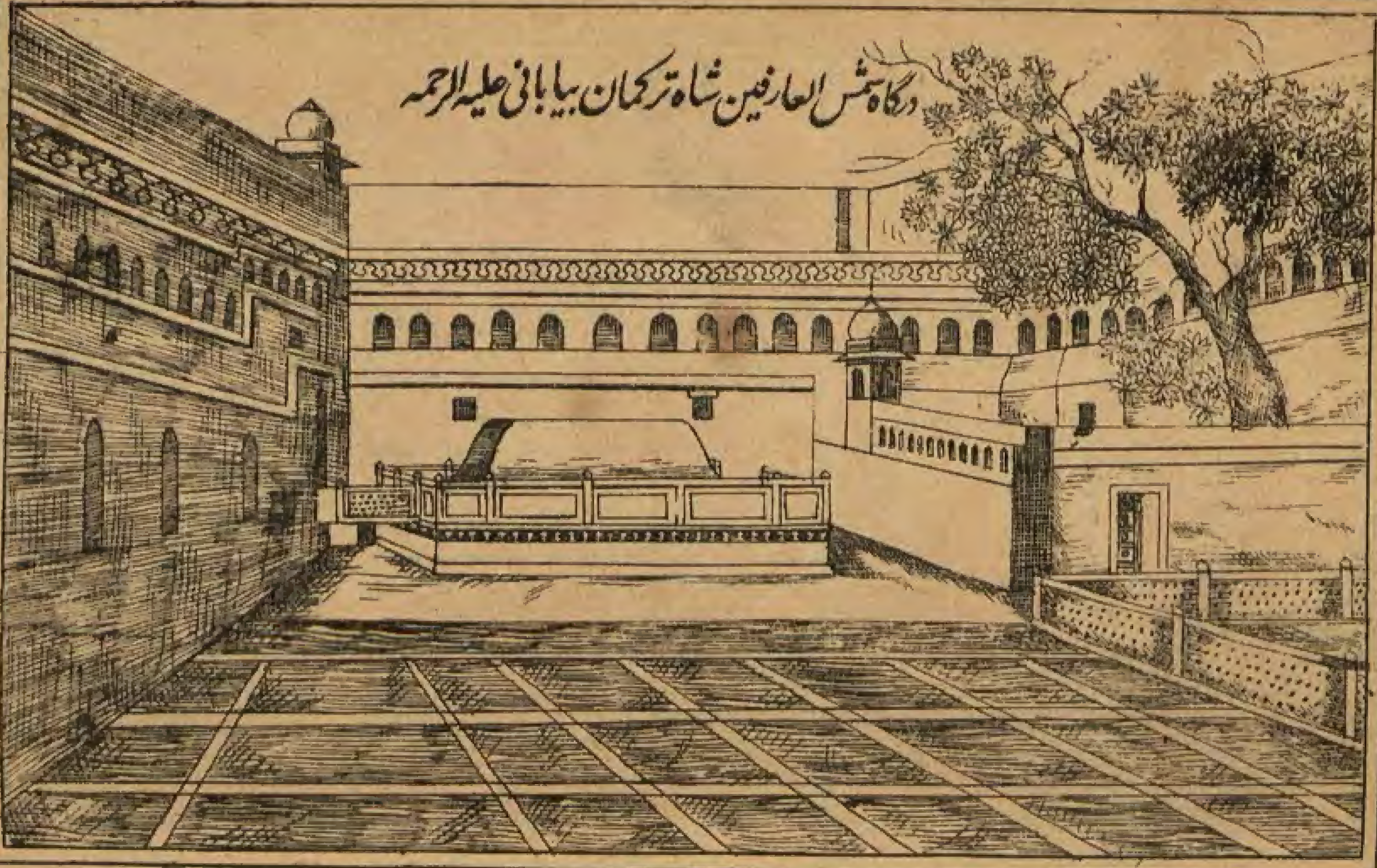
مولانا شاہ عبد الغنی صاحب

بھی فخر خاندان ہوے پچیسویں شعبان ۱۲۳۵ھ ہفتہ کو عشا کے وقت پیدا ہوے خوردسالی ہی میں شاہ غلام علی صاحب کے نظر کردہ تھے بڑے ہوکر اپنے والد سے مرید ہوے اُنکے انتقال کے بعد مرزا شاہ غفور بیگ صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ غلام علی صاحب کے اعظم خلفا میں سے تھے بہت کچھ فیض اُٹھایا تحصیل علوم کا اول ہی سے شوق تھا قرآن شریف حفظ کرکے ابتدائی کتابیں مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے پڑہیں ۱۵ برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج کو تشریف لیگئے شیخ محمد عابد سندی مدنی سے علم حدیث اور حدیث مسلسل بالاولیت اور جمیع مرویات شیخ کی سند اجازت حاصل کی حج سے واپس آکر مولانا شاہ اسحق صاحب نبیرہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث سے حدیث شریف کی تکمیل کی اسکے بعد دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم حدیث کا درس دینے لگے چنانچہ بہت سے لوگ مستفیض ہوئے اسوقت آپ کے ارشد تلامذہ میں سے جنکو آپ سے علم حدیث کی سند حاصل ہے مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ہیں جو علم و فضل تقوی۔ طہارت میں اپنے اُستاد کے قدم بقدم ہیں۔ شاہ صاحب کی تصنیفات میں انجاح الحاجۃ ابن ماجہ کا حاشیہ مشہور ہے غدر کے بعد آپ نے ہجرت فرمائی ۱۲۹۶ہجری مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا شاہ احمد سعید صاحب کے قریب مدفون ہوے۔

شاہ احمد سعید صاحب کے تین صاحبزادہ ہیں مولانا شاہ عبد الرشید صاحب اور مولانا شاہ محمد عمر صاحب اور مولانا شاہ محمد مظہر صاحب اسوقت شاہ عبد الرشید صاحب کے صاحبزادہ

مولانا شاہ محمد معصوم صاحب نقشبندی مجددی

موجود ہیں جو اپنے والد کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں تقریباً ۵۰ برس کی عمر ہے رات دن ذکر شغل میں مشغول رہتے ہیں ۱۲۴۱ہجری میں شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ میں پیدا ہوے قرآن شریف



درگاہ شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی علیہ الرحمہ

جانب کلاں مسجد اور طبلی خانہ کو راستہ جاتا ہے یہیں۔

شمس العارفین شاہ ترکمان بیابانی علیہ الرحمہ

کی درگاہ ہے سنہ [illegible] ہجری میں تعمیر ہوئی ہے نہایت متبرک جگہ ہے آپ بڑے کامل اولیاء اللہ میں ہیں آپ کے محامد بیان سے باہر ہیں آپ کا مزار ایک مختصر احاطہ میں ہے قبر کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا لگا ہے قبر کے پاس تھوڑی تھوڑی دور تک سنگ مرمر لگا ہے باقی فرش سنگ سرخ کا ہے اس درگاہ میں کھرنی کا درخت ہے کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے آپ کے وفات چوبیس رجب سنہ ۶۲۴ ہجری کو ہوئی اسی تاریخ ہر برس آپ کا عرس ہوتا ہے درگاہ کا نقشہ صفحہ ۹۳ پر ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں سے چلکر گلی ڈوماں۔ گلی ماسٹر شیو پرشاد۔ گلی ڈکوتاں۔ گلی گدھے والاں۔ کلیان پورہ آگے ترکمان دروازہ آجاتا ہے ترکمان دروازہ سے باہر جاکر تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر پختہ سڑک واقع ہے جو داہنی طرف شاہ جی کے تلاؤ ہوتی ہوئی اجمیری دروازہ کی سڑک میں جاملی ہے اور بائیں طرف دلی دروازہ کی سڑک سے شامل ہوگئی ہے ترکمان دروازہ سے نکلکر اس سڑک پر سر راہ ہے واقع ہے سامنے سیدھی پکی سڑک بوچڑ خانہ کو جاتی ہے دائیں بائیں دو قبرستان پڑتے ہیں بائیں طرف چونسٹھ کھنبہ اور ایک مسجد پرانی عمارت ہے یہاں شاہ فدا حسین صاحب رسول شاہی علیہ الرحمۃ بیٹھتے تھے اور اسی خاندان کے لوگ یہاں مدفون ہیں یہاں سے آگے سڑک کے بائیں جانب تقریباً ۵۰ قدم فاصلہ پر

مولانا سید محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ

کا قبرستان واقع ہے مولانا مرحوم اپنے زمانہ کے مستند علماء میں سے تھے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ اور اعاظم خلفاء میں سے مانے جاتے تھے آپ سید جعفری نقوی رضوی ہیں مولانا محبوب علی صاحب علیہ الرحمہ بن میر مصاحب علی بن میر حسن علیخان بن سید روشن علیخاں بن سید رحیم الدین بن سید فہیم الدین حسن جعفری نقوی رضوی یکم محرم سنہ [illegible] ہجری میں پیدا ہوئے ذی الحجہ سنہ [illegible] میں رحلت فرمائی سر راہ ہے دائیں جانب مغرب و جنوبی کے درمیان خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے باغیچی میں مسجد کی دیوار نظر آتی ہے اس باغیچے کے تمام درخت کٹ کٹا گئے صرف قبرستان ہی قبرستان ہے یہاں کئی بزرگوں کے مزار ہیں اول مزار

خواجہ ناصر علیہ الرحمہ

تک طے فرمایا نسبت مقامات کا ادراک اور کیفیات کا وجدان کما حقہ حاصل ہوا اعاظم خلفا
میں شمار ہوئے سنہ ۹۹ھ ہجری عالم شباب میں انتقال فرمایا اسکا نقشہ صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمایئے
اسوقت خواجہ ناصر فریدی صاحب زادہ

خواجہ ناصر سعید صاحب سلمہ

سجادہ نشین ہیں عرس بھی کرتے ہیں نہایت نیک بخت خوش اخلاق با وضع شخص ہیں
سہ راہ سے بائیں طرف جدید راج بجے کے پاس پاس مہندیوں کو راستہ جاتا ہے تقریباً
۰۰۶ قدم کے فاصلہ پر

مھندیاں

واقع ہیں یہ ایک عمارت ہے جو کسی زمانہ میں عجیب وغریب ہوگی نیچے مکانات جیسے در بنے
تھے اور چار کونوں پر چار برجیاں تھیں ایک برجی بیچ میں قایم تھی کہتے ہیں کہ ایک نوابصاحب
کو حضرت غوث الاعظم کی جناب میں نہایت عقیدت تھی اور ہندوستان میں رسم ہے کہ ہر برس
حضرت غوث الاعظمؒ کی مہندیاں ہوا کرتی ہیں یعنے کھپچیوں کی ایک برجی اونچی سی بنا کر کاغذ
سے منڈھکر اسکو روشن کرتے ہیں۔ ان نوابصاحب کے یہاں بھی مہندی کی روشنی ہوا کرتی
تھی جب وہ نواب ہوئے تو انھوں نے یہ عمارت مہندی کے صورت کی بنادی اور ہر برس اس میں
روشنی کرنے لگے اور یہ مقام مہندیاں مشہور ہوا اب بالکل کھنڈر پڑا ہے دیکھنے سے ہرگز نہیں
معلوم ہو سکتا کہ کیا عمارت تھی اور کس وضع پر بنی تھی۔
اس جگہ پر میدان میں دو آستانہ نہایت متبرک ہیں۔ اول

مولانا شیخ عبدالعزیز شکر بار علیہ الرحمہ

کا مزار ہے جو مسجد کے فرش سے ملا ہوا ہے یہ مسجد بہت پرانی ہے پچھلے دنوں بالکل ہی شہید
ہونے کو ہو گئی تھی لوہ تمام اتنی پڑی تھی مگر احقر نے خط لچند باہمت لوگوں کی مدد سے اس کو
درست کرایا اور نصف صحن کا فرش بھی پختہ کرادیا یہ وہ متبرک مسجد ہے جسمیں حضرت خواجہ
باقی باللہ صاحب جیسے مقتدا لوگ جاروب کشی کیا کرتے تھے اور حضرت شیخ عبدالعزیز صاحب
شکر بار جیسے پیشوا عبادت کرتے تھے حضرت شیخ کا اصل وطن اُچہ ملتان ہے آپ کے والد
ماجد مولانا شیخ حسن صاحب قدس سرہ جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور برگزیدہ بزرگ تھے

آپ صحیح النسب سید ہیں شاہ سعد اللہ المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ کے خلیفہ تھے عندلیب تخلص کرتے تھے نالۂ عندلیب آپ کی تصنیف ہے دوسرا مزار آپ کے صاحبزادہ

خواجہ میر درد علیہ الرحمہ

کا آپ ذی قعدہ ۱۱۳۳ھ ہجری سہ شنبہ کے روز پیدا ہوے ظاہری باطنی دونوں علموں میں کمال پیدا کیا نالۂ عندلیب کی مبسوط شرح لکھی علم الکتاب نام رکھا نالہ درد آہ سرد درد دل شمع محفل وغیرہ کتابیں تصنیف کیں ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ ہجری کو صبح صادق سے پہلے ۶۶ برس کی عمر میں انتقال فرمایا لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے

هو الناصر

نور الناصرین اول المحمدیین خواجه میر علی محمد المتخلص به درد تحیات الله علیه ولوالدیه و علی من توسل الیه

خورشید ضمیر خواجہ میر درد است ۔ ہم میر و فقیر خواجہ میر درد است
ہم بدر منیر خواجہ میر درد است ۔ ہم مرشد و پیر خواجہ میر درد است

تیسرا مزار

خواجہ محمد میر اثر علیہ الرحمہ

کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی ہیں لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے

ازبسکہ غلام خواجہ میر یم اثر ۔ زیر اقدام خواجہ میر یم اثر
از رحمت حق زندۂ جاوید شویم ۔ ہرگاہ بنام خواجہ میر یم اثر

انا للہ وانا الیہ راجعون و برضائہ راضون و بلقائہ راجون رضی اللہ عنہ وارضاہ چوتھا مزار

خواجہ ناصر وزیر علیہ الرحمہ

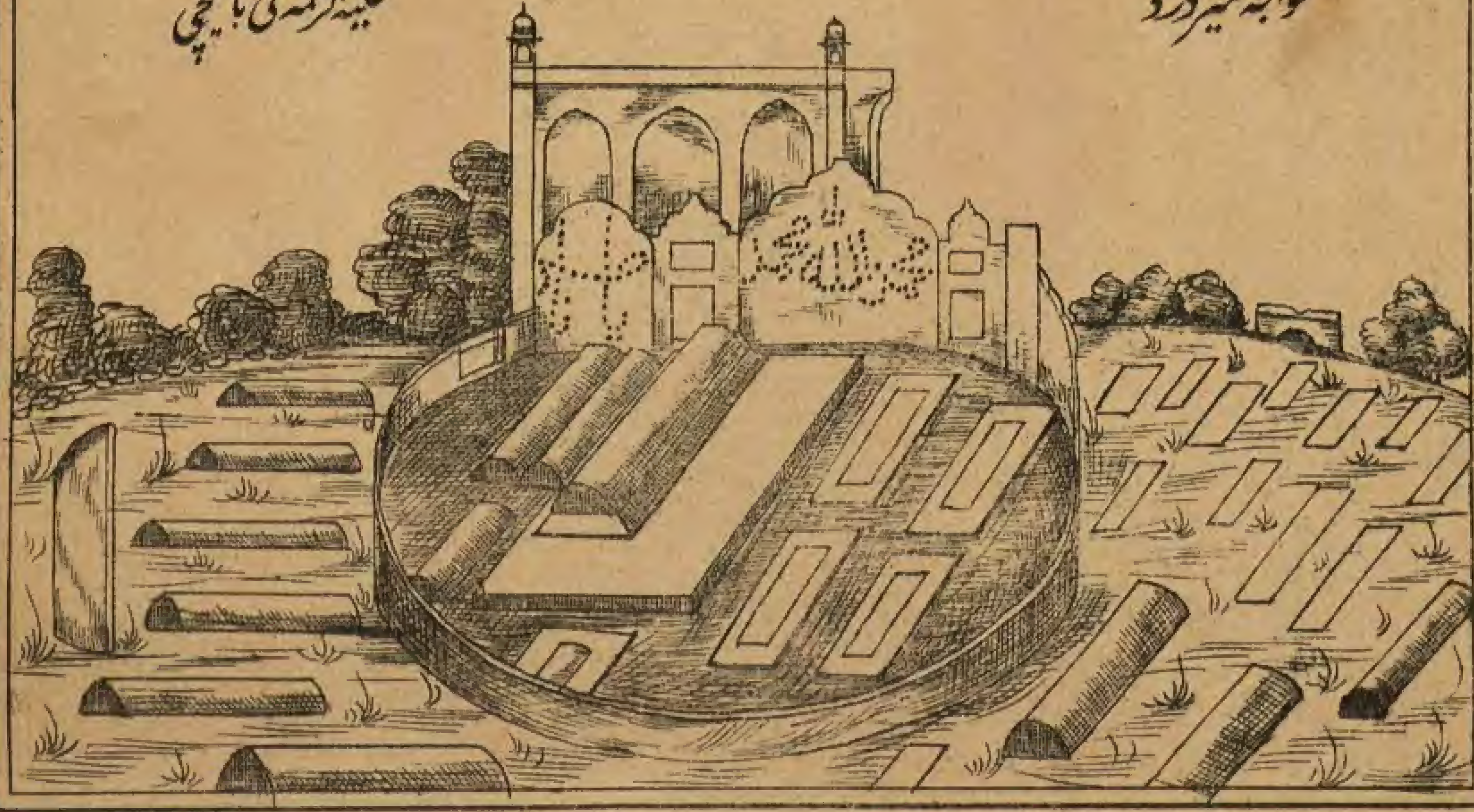
کا ہے آپ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں اول حاجی دوست محمد علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے پھر حضرت شاہ عبدالرشید صاحب نقشبندی مجددی ابن شاہ احمد سعید صاحب سے مرید ہوے ایک سال سے زیادہ پیر کی خدمت میں حاضر رہے طریقہ مجددیہ کا سلوک ولایت علیا

سلطان سکندر شاہ کی استدعا سے دلی میں تشریف لائے۔ اور بدیع منزل عرف بجے منڈل میں اقامت کی اور ۹۰۹ ہجری میں اسی جگہ انتقال فرمایا چنانچہ وہیں آپکی قبر موجود ہے سلطان اور اسکا بیٹا فتح خاں آپ سے کمال عقیدت رکھتا تھا۔

حسب نسبت مولانا شیخ حسن علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی شیخ عبد العزیز دو برس کے تھے لڑکپن سے بزرگی کے آثار چہرہ پر نمایاں تھے سن تمیز کو پہونچے تو علم کا شوق پیدا ہوا مولانا سید محمد بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علوم حاصل کیے اور مولانا کے بیٹے سید حاجی عبد الوہاب صاحب سہروردی علیہ الرحمہ تصوف کی کتابیں پڑہیں اور انہیں سے بیعت ہوئے چنانچہ وہ خرقہ سہروردیہ حاصل کیا آپ کا سلسلہ بیعت شیخ رکن ابو الفتح سے ملتا ہے شیخ عبد العزیز نے خرقہ پہنا سید عبد الوہاب سے انھوں نے راجو قتال سے انھوں نے اپنے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے انھوں نے شیخ رکن ابو الفتح علیہ الرحمہ سے (اور انکی سند مشہور ہے) نیز سید عبد الوہاب کو شیخ عبد اللہ قریشی سے بھی فیض حاصل تھا۔

شیخ عبد العزیز ادہر تو سید عبد الوہاب سے مجاز تھے اُدہر دوسرے اور مشایخ سے بھی فیضیاب تھے لکہا ہے کہ ایک دن شیخ وقت قاضی خضر خاں علیہ الرحمہ نے اپنے صاحبزادہ شیخ عبد اللہ کو آپ کے پاس بہیجا اور کوئی حوالہ یاد دلایا اور فرمایا کہ کہدینا تمکو بلایا ہے شیخ عبد اللہ تشریف لائے اور اپنے والد کا پیام پہونچایا حضرت شیخ یہ سنتے ہی ظفر آباد کی طرف روانہ ہوگئے اور تمام مال و اسباب خدا کی راہ میں خیرات کر دیا اور نہایت تجرد کے ساتھ قاضی صاحب کی خدمت میں رہے تین برس کامل مجاہدہ کرتے رہے جب پوری تکمیل ہوگئی تو قاضی صاحب کے اشارہ سے پھر دلی میں تشریف لائے اور کسی وجہ سے احتیاطاً پھر تصوف کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا سید ابراہیم ایرجی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سید ابراہیم تمام فنوں میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور بہت سے خانوادوں کی برکتیں انمیں جمع تہیں مگر قادریہ نسبت نہایت غالب تھی شیخ وہاب الدین قادری سے مجاز تھے شیخ نے سید صاحب سے تصوف کی جسقدر تکمیل کی اور خرقہ قادریہ حاصل کیا اسکے بعد مسند ارشاد پر قایم ہوئے تمام عمر ذکر شغل رہنمائی ہدایت میں مشغول رہے رضا تسلیم حلم صبر شکر تواضع شیوہ رہا ۲۰ جمادی الثانی ۹۷۵ ہجری میں بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اس آیہ پر خاتمہ ہوا

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ


خواجہ میر درد
علیہ الرحمہ کی باغیچی

ہے پختہ احاطہ بنا ہے احاطہ کے اندر مسجد ہے مسجد کے جنوب میں چبوترہ پر چوبی کٹہرہ لگا ہے
کٹہرے کے اندر ان حضرات کے مزار ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ
حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ والد ماجد حضرت مولانا شاہ اسمعیل صاحب شہید
علیہ الرحمہ۔ انکے علاوہ دیگر اہل وعیال کی قبریں ہیں صفحہ۔ ا پر نقشہ سے پوری کیفیت معلوم
ہوگی۔ یہ سب حضرات فاروقی النسب ہیں حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت مفتی شمس الدین صاحب فاروقی عرب سے تشریف
لائے اور رہتک میں مقیم ہوئے جسوقت شاہجہاں بادشاہ کا زمانہ ہوا تو مفتی صاحب کی اولاد
میں سے مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمہ موجود تھے آپ دلی میں تشریف لائے اور اسی جگہ
اقامت کی جس جگہ کہ اب ان حضرات کے مزارات ہیں اُسوقت یہ مقام جہتہ خوش پور
کے نام سے مشہور تہا اور پرانی دلی کی آبادی اسی جگہ تہی چنانچہ جابجا مکانوں اور مسجدوں کے
کہنڈر دکہائی دیتی ہیں مولانا شیخ وجیہ الدین علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد اُنکے صاحبزادے

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ

نے درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور مدرسہ رحیمیہ قائم کیا تمام دن قرآن حدیث کا
درس دیتے رات کو طالبان خدا کی توجہ دہی اور سلوک طے کرانے میں مشغول رہتے ظاہری
باطنی دونوں علموں کی تعلیم دیتے دور دور کے لوگ حلقہ درس میں آتے عرب عجم کے طلبہ فیض
اُٹھاتے نسبت اس قدر قوی تہی کہ ہزاروں آدمیوں پر بیان اثر پڑتا۔ اخلاص اور قرب
کی یہ کیفیت تہی کہ سرور کائنات علیہ التحیات کی مجلس میں شامل ہوتے۔ جلوت میں خلوت
رہتی آپ ۱۰۵۴ ہجری شاہجہاں بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے شرح عقائد نسفی خیالی
وغیرہ اپنے بڑے بہائی مولانا شیخ ابوالرضا محمد سے پڑہی باقی معقول منقول کی تمام کتابیں
مولانا میر محمد زاہد ہروی ابن قاضی اسلم سے پڑہیں علم تصوف مولانا خواجہ خورد ابن حضرت
خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ سے حاصل کیا۔ علم سے فارغ ہوئے تو اللہ اللہ کا شوق ہوا بہت سے
مشائخ سے فیض صحبت حاصل کیا تین بزرگوں سے خرقہ خلافت پہنا اول حضرت خواجہ خورد علیہ الرحمہ

آپکے کئی فرزند تھے سب سے زیادہ متقی پرہیزگار عالم فاضل تھے۔

مولانا قطب عالم علیہ الرحمہ

تھے جنکا مزار اسی مسجد کے پیچھے واقع ہے مگر کوئی نشان یا کتبہ نہیں ہے اسی لیے معلوم نہیں ہوتا
کہ آپ کے قبر کونسی ہے مولانا قطب عالم کے بھی کئی صاحبزادہ تھے انمیں سب سے زیادہ مقتدر
مولانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جو ظاہری باطنی دونوں علموں میں کمال رکھتے تھے آپکی صاحبزادی
حضرت شیخ وجیہ الدین جد امجد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث سے منسوب تہیں۔ الکا مزار
بھی معلوم نہیں کہاں ہیں۔
مگر شیخ عبدالعزیز شکر بار کے مزار کے پاس جو دو قبریں ہیں غالبا انہیں صاحبوں میں سے کسی کی ہونگی
حضرت شکر بار کے پائیں ذرا الگ کو

مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے کچی قبر بنی ہے کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے اسیلیے جب تک واقف کار آدمی سے نہ پوچھا
جائے ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ کس بزرگ کی خوابگاہ ہی افسوس باوجود ہزاروں شاگردان شاگرد
موجود ہونے کے کوئی اتنا بھی نہیں کہ یادگاری کا نشان تو بنا دے کہ وارد و صادر فاتحہ ہی پڑھ جائیں
آپکا اصلی وطن قصبہ نانوتہ ہے جو ضلع سہارنپور میں واقع ہے مگر جب سے دلی میں مدرس ہوئے
تھے یہیں بود و باش اختیار کی تھی آپ مولانا رشید الدین خان علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں
سے تھے تمام ہندوستان آپ کے فیض سے مملو ہے آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب
نانوتوی بھی فخر ہندوستان تھے ایک مدت تک مدرسہ دیوبند کے مدرس اول رہے ہے مولانا محمد
یعقوب صاحب کے کئی صاحبزادہ تھے جنمیں سے اسوقت مولوی حکیم معین الدین صاحب سلمہ اللہ
موجود ہیں تشخیص امراض میں کمال رکھتے ہیں اور بہایت متقی پرہیزگار منکسر مزاج متوکل شخص ہیں۔
اپنے اصلی وطن نانوتہ ہی میں قیام رکھتے ہیں۔
دوسرا مکرم محترم آستانہ جسکے انوار تمام ہندوستان کو محیط ہو رہے ہیں۔

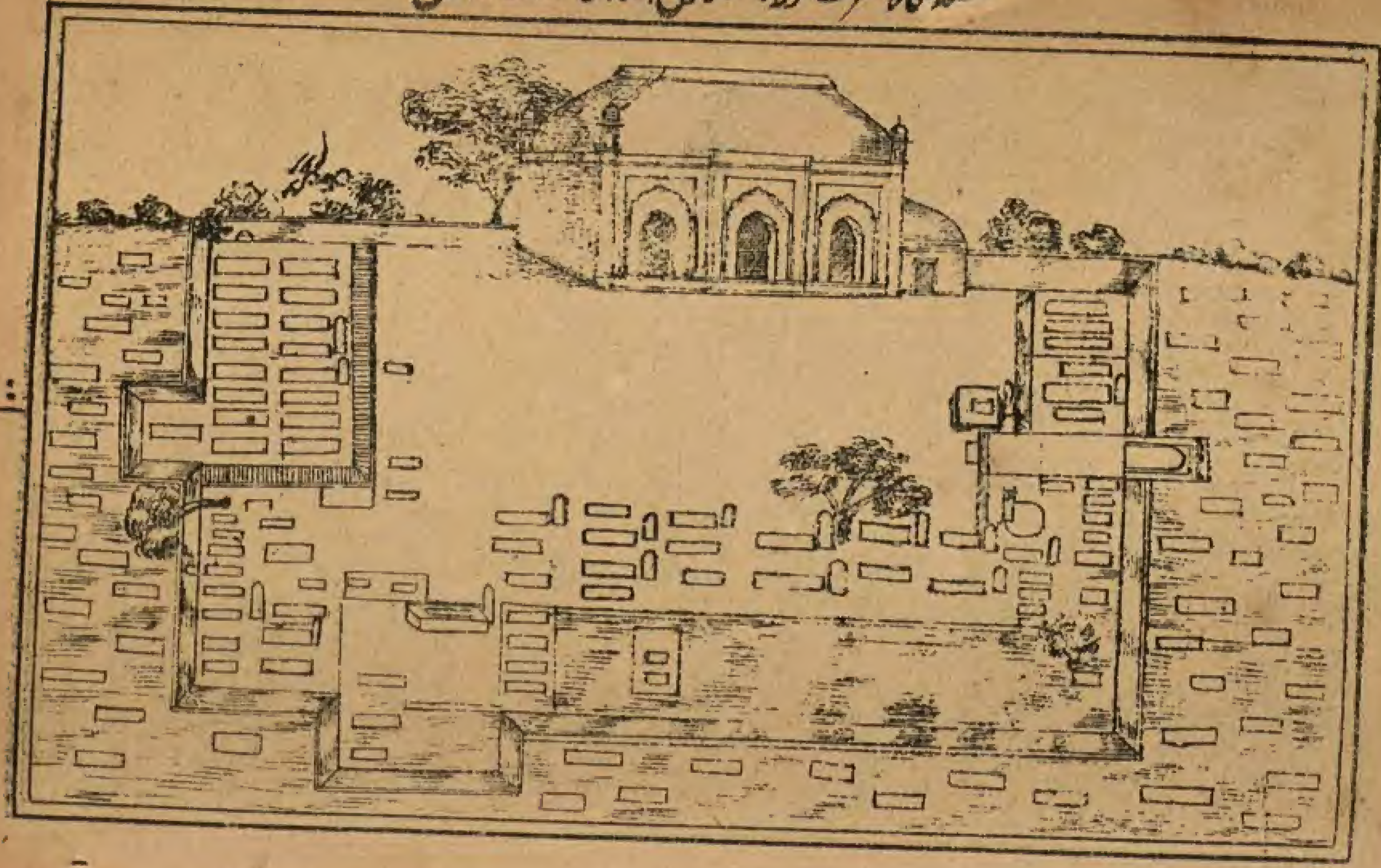
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی درگاہ

سے جو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے فرزند اور خلیفہ تھے دوسرے حضرت حافظ قاری
سید عبداللہ صاحب علیہ الرحمہ سے جو شیخ آدم بالنوری کی صحبت میں رہے تھے تیسرے
حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبرآبادی علیہ الرحمہ سے جو ملا ولی محمد صاحب خلیفہ حضرت امیر
ابوالعلی صاحب اکبرآبادی کی صحبت میں رہے - بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں ۱۲ صفر روز چہارشنبہ سنہ ۱۱۳۱ھ
ستتر برس کی عمر میں آپکا وصال ہوا اور اسی جگہہ اپنی زر عمل کے حجرہ میں مدفون ہوئے آپکے بعد آپکے فرزند ارجمند

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ

خلیفہ اور جانشین ہوئے والد بزرگوار کے قدم بقدم رہے سنہ ۱۱۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے
درسی کتابیں اپنے والد مرحوم سے سبقاً سبقاً پڑہیں بعد قرآن شریف کا ترجمہ خود کیا ۱۶ برس کے
عمر تہی کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے انتقال کیا آپ سجادہ نشین ہوئے اور طالبان ہدایت
کو بیعت سے رستہ لگانا شروع کیا تدریس کا سلسلہ جاری کیا جوق جوق لوگ آنے شروع
ہوئے سیکڑوں طالب علم مستفیض ہونے لگے عجیب عجیب کتابیں تصنیف کیں طبیعت میں
اجتہادی قوت ازل سے ودیعت رکہی گئی تہی نئے نئے نکات نکالے زمانہ میں شہرت حاصل
کی مسلم الثبوت استاد مانے گئے مانے ہوئے بزرگ مشہور ہوئے حتے کہ موافق مخالف سب
آپ کے اقوال سے سند پکڑنے لگے سنہ ۱۱۴۳ ہجری میں خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لیگئے بڑے
بڑے نامی علماء و مشائخ سے صحبتیں رہیں حضرت شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ اور دیگر مشہور مشائخ
عرب سے صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں کی سندیں اور روایت کی اجازت حاصل کی
بہت سے بزرگوں سے خرقہ خلافت پہنا اور ۱۴ رجب سنہ ۱۱۴۵ میں دلی واپس تشریف لائے اور
اپنی قدیمی مکان میں اقامت کی مدرسہ رحیمیہ کو رونق دی حدیث تفسیر کا درس دینا شروع
کیا گویا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بعد اس زمانہ میں آپ نے حدیث شریف
کو فروغ بخشا اطراف ہندوستان میں آپ کی حدیث دانی کی شہرت ہوئی طالب علموں کے
پرے کے پرے آنے شروع ہوئے پرانی دلی دار الحدیث بنگئی روشن اختر محمد شاہ بادشاہ کا زمانہ تہا اس نے
چاہا کہ مولانا کے دم سے شاہجہان آباد کو عزت ہو تو کیا کہنا ہے لہذا مولانا کو یہاں بلایا اور
ایک عالیشان مکان رہنے کے لیے عنایت فرمایا جسکا تفصیلی ذکر مدرسہ کے متعلق گذر چکا ہے
آپ مع اہل و عیال شہر میں آرہے اور قدیم جگہہ غیر آباد پڑے رہے سنہ ۱۱۷۶ ہجری سنہ ۶۲ برس

نقشہ درگاہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی



مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ

یکتائے زمانہ تھے ہر علم میں یگانہ تھے حدیث تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار اور انکے خلیفہ اعظم شاہ محمد عاشق علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی فنون ادبیہ میں مرجع خلایق تھے علوم عقلیہ میں مجتہدالطبیعت کہے جاتے تھے جبوقت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب ضعیف ہوگئے تو تدریس کا سلسلہ آپ ہی سے قایم رہا راتدن پڑہاتے بڑے بڑے جید علما استفادہ کی غرض سے آتے اور بامراد جاتے اکثر رسائل آپ کی تصنیف سے موجود ہیں کچہہ طبع ہوگئی ہیں کچہہ قلمی رکھی ہوی ہیں ترجمہ اُردو قرآن شریف آپ کا یادگار ہے۔
آخر عمر تک درس تدریس کے شیدائی رہے ۱۲۳۳ہجری میں ستر برس کی عمر پا وفات پائی۔ اور اپنے والد کی پائتینوں مدفون ہوئے
تیسرے بیٹے

مولانا شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ

عالم۔ فاضل۔ متوکل۔ مستغنی المزاج تھے دنیا سے نفرت کرتے مجامع محافل سے کنارہ کرتے تحصیل علوم سے فراغت پاکر اکبری مسجد کے ایک حجرہ میں تمام عمر بسر کردی رات دن ذکر اللہ میں مشغول رہتے اہل دنیا کی طرف مطلق التفات نہ کرتے اسیلیے تصنیف وتالیف وغیرہ کی طرف بہی چنداں توجہ نہوئی ترجمہ قرآن شریف اور موضح القرآن۔ یہ دونایاب چیزیں آپ کی یادگار ہیں جن پرسے بلامبالغہ ہزار کتابیں نثار ہیں۔ ظاہر میں سیدہا سیدہا تحت اللفظ ترجمہ معلوم ہوتاہے مگر حقیقت میں جواہر کوٹ کوٹ کر بہرے ہیں بڑی بڑی صنعتیں قایم کیں ہیں اسکا لطف وہی علما جانتے ہیں جنکو علم التفسیر اور عربی اُردو محاورات میں مہارت ہے عام لوگ کیا سمجہ سکتے ہیں آپ کو شاہ عبدالعدل صاحب علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تہا اور انکو خواجہ محمد ناصر اور خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہما سے اور خواجہ ناصر علیہ الرحمہ کو شاہ سعداللہ صاحب المعروف بہ شاہ گلشن قدس سرہ سے نیز شاہ عبدالقادر صاحب کو خواجہ میر درد علیہ الرحمہ سے فیض صحبت حاصل تہا بہت سے لوگ آپ سے مرید تھے متعدد خلیفہ ہوئے۔

کی عمر میں آپ کی وفات ہوی اپنے والد ماجد کے قریب مدفون ہوے اِس مصرع سے سال وفات معلوم ہوتا ہے (لو بود امام اعظم دین) آپ کے بعد آپ کے چار فرزند باقی رہے سب میں بڑے

مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ

تھے علم۔ عمل۔ فہم۔ فراست۔ حافظہ تحریر۔ تقریر۔ تقوے۔ طہارت امانت۔ دیانت میں یکتا شمار کیے جاتے تھے سنہ ۱۱۵۹ ہجری میں پیدا ہوے تمام کتابیں اپنے والد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد عاشق علیہ الرحمۃ اور مولانا خواجہ امین اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے پڑہیں اور حدیث کی سند اور روایت کی اجازت اپنے والد مرحوم سے حاصل کی بہت سے رسائل تصنیف کیے تفسیر عزیزی لکھنی شروع کی مگر افسوس ناتمام رہی دن کو پڑہاتے رات کو توجہ دہی میں مصروف رہتے ظاہری باطنی دونوں فیض جاری تھے اور اب بھی برابر وہی بات چلی آتی ہے مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید علیہ الرحمۃ مولانا سلامت اللہ صاحب کانپوری علیہ الرحمہ جیسے مقتدا آپ کے خلیفہ تھے مولانا سید محبوب علی صاحب دہلوی مولانا رشید الدین خاں صاحب دہلوی مولانا حسن علی صاحب لکھنوی وغیرہ جیسے مستند علما آپ کے شاگرد تھے۔

شوال روز یکشنبہ سنہ ۱۲۳۹ ہجری میں صبح کے وقت آپ کا وصال ہوا اور اپنے والد مرحوم کے پاس مدفون ہوے مومن خاں دہلوی نے آپ کی تاریخ لکھی ہے

انتخاب نسخۂ دین مولوی عبدالعزیز — بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثیل
جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوے — آگیا تہا کیا کہیں مردوں کے ایماں میں خلل
ہے ستم اے چرخ تو کسکو یہاں سے لیگیا — کیا کیا یہ ظلم تو نے بیکسوں پر اے اجل
جب اُٹہائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا — لوٹتا تہا خاک پر ہر قدسی گردوں محل
کیا کس و ناکس پہ تہا صدمہ کیا حسرت وغم — ڈالتا تھا خاک سر پر ہر عزیز و مبتذل
مجلس صد آفرین تعزیت میں بہی تہا — جب پڑہی تاریخ مومن نے یہ آگر بے بدل
دست بیداد اجل سے بے سر و پا ہوگئے — فقر و دین فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے دوسرے بیٹے شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے چھوٹے۔

پریشان ہوتی تھی۔ مگر بیکسی کے ہاتھوں گرفتار تھا کس سے کہتا اور کون سنتا۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ کہ تھوڑا سا ٹکڑہ قبرستان کا نزول سے نکل گیا۔ اور ۱۳۱۲ ہجری میں اسیقدر کا احقر نے احاطہ بنوایا اور بزرگوں کے مزارات جو غرق میں آگئے تھے۔ ایک چبوترہ پر اُن کا نشان قائم کرکے چوبی کٹہرہ لگا دیا۔ اور دو آدمی خدمتگار مقرر کرے۔ تاکہ پوری حفاظت ہو جائے۔ اور بول و براز یا اور دیگر اُمور جن سے مقابر کی توھین ہوتی ہو نہ ہونے پائیں۔ مگر ابھی تمام قبرستان کی زمین اور قبور نزول میں آئی ہوئی ہیں۔ خدا کرے بہت جلد کوئی سامان ہو جائے۔ جس سے یہہ کرم قبرستان نزول سے نکلجائے۔ اور اہل اسلام کی برگزیدہ لوگوں کی اور حضرات کے اہل وعیال کی قبریں پیشاب پاخانہ وغیرہ کی نجاست سے محفوظ ہو جائیں۔ مزارات کی حفاظت اور طبع کے اجراء سے اپنا مطلب صرف یہہ ہے کہ بزرگوں کے نشانات قائم رہیں۔ اور ان حضرات کا فیض جاری و ساری رہے۔

اب تراہہ چتلی قبر

سے مکرہ بنگش کی طرف چلئے۔ ۵۵ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب۔

نوابؒ نصیر الدین احمد خانصاحب عرف بڈھن صاحب خلف نواب حمزہ علیخانصاحب

کی حویلی ہے آپ روساء شیخوپورہ برناوا ضلع میرٹھ میں سے ہیں۔ آپکے بزرگ مناصب جلیلہ پر دکن میں ممتاز رہے ہیں۔ نواب صاحب موصوف نہایت متقی پرہیزگار و پندار فقیر دوست روساء و شرفاء میں سے ہیں۔

بائیں جانب گلی موچیاں۔ گلی کہاراں۔ دائیں جانب گلی مُرلی بانس والا۔ بائیں طرف

مدرسہ مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب علیہ الرحمہ

جسوقت عمدۃ المفسرین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر یعنے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو حضرت موصوف کو خیال ہوا کہ بھتیجوں کے سامنے نواسہ وارث نہونگے۔ اور مولانا محمد اسحٰق و محمد یعقوب دونوں بھائی قدیمی مدرسہ کی وراثت سے محروم رہینگے۔ اسلئے مولانا شاہ محمد اسحٰق اور مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں

آپ سنہ ۱۱۶۷ ہجری میں پیدا ہوے اور سنہ ۱۲۳۰ ہجری ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے جد امجد شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کے پائین مدفون ہوے

شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے صاحبزادہ

مولانا شاہ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ

اتباع شریعت میں بے نظیر تھے باوجود اہل وعیال کے اہل دنیا سے نفرت تھی۔ وضع لباس۔ خلق تمام باتین اپنے والد بزرگوار سے ملتی جلتی تھیں۔ حدیث تفسیر کی تحصیل اپنے دونوں بڑے بھائی مولانا شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل کی سنہ ۱۲۲۷ ہجری، ۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کے متصل مدفون ہوئے۔ اس کٹہرے کے اندر حسب ذیل بزرگ اور مدفون ہین مولانا مخصوص اللہ صاحب۔ مولانا محمد موسی صاحب۔ مولانا محمد عمر صاحب خلف مولانا اسمعیل صاحب شہید۔ والدہ ماجدہ شاہ عبدالعزیز صاحب۔ والدہ ماجدہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ مولانا شاہ عبدالقادر و مولانا شاہ رفیع الدین و مولانا شاہ عبدالغنی صاحب صاحب کی صاحبزادیاں۔ احقر کی والدہ یعنے مولوی محمد موسٰی صاحب کی صاحبزادی مولوی مخصوص اللہ صاحب کی زوجہ۔ کٹہرہ کے باہر احاطہ کے اندر دیگر اہل وعیال حضرات واخوند برہان صاحب علیہ الرحمہ شاگرد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب صاحبزادہ مولانا شیخ محمد صاحب محدث تہانوی علیہ الرحمہ و مولوی عنایت الرحمن خان صاحب رئیس دلی و منشی امو جان صاحب و دیگر معتقدین و متوسلین خاندان و قاضی محمد زبیر صاحب چشتی نظامی علیہ الرحمہ۔ مولوی حافظ سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد اور کٹہرے کے غربی جانب احاطہ سے باہر مومن خان دہلوی علیہ الرحمہ کی قبر ہے جو دلی کی مشہور زبان دان سخن فہم فصیح بلیغ شاعر گذرے ہیں یہ جگہ جہان ان حضرات کے مزارات ہین غدر کے بعد سے بالکل خراب ہو گئی تہی احاطہ تک مسمار ہو گیا تمام دن چرواہے مویشی چراتے تھے اور جانور قبروں پر بول و براز کرتے تھے جس سے تمام مسجد کا صحن اور مقابر نجس ہوتے تھے اسکے علاوہ میونسپل کمیٹی نے اس موقع کو نزول میں داخل کر لیا تہا اور یہ زمین ٹھیکہ پر دیجاتی تہی اور چاندماری کے حدود میں آجانے سے اس زمانہ میں رستہ تک چلنا محال ہوتا تہا ہرچند طبیعت کو

اسمین شہزادہ امیر الملک مرزا بلاقی صاحب گورگانی کا مکان ہے نہایت خلیق ۔ متواضع ۔ پاک طینت
شخص ہین ظاہری شہزادگی کے ساتھ باطنی سلطنت سے بہی سرفراز ہین ۔ طریقہ نقشبندیہ مین مجاز
ہین آپ کے مکان سے آگے بڑہکر

چاندنی محل

واقع ہے کسی زمانہ مین عجیب غریب مکان تہا حوض فوارہ باغیچہ سب کچھ موجود تہا گو اب اسکی حالت
خراب ہے مگر پھر شاہی عمارت ہے اب بھی جو بات ہے لاجواب ہے اس مین

شہزادہ سکول

قائم ہے ۔ انٹرنس تک تعلیم دی جاتی ہے اس نے بانی مبانی شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب بہادر ہین
اور بذات خود اس کے اخراجات کے کفیل ہین اصل مین اپنی قوم کے لیے جاری کیا تہا مگر اب عوام
پڑہتے ہین اور قوم کے لوگ اپنے محسن کے جاری کیے ہوے چشمہ فیض سے محروم ہین یہی
راستہ گنج میر خان کو ہوتا ہوا ترکمان دروازہ کو جا نکلتا ہے ۔
چاندنی محل سے آگے کوچہ روح اللہ خان کوچہ لقار اللہ خان ۔ اس سے بڑھکر

حویلی مرزا خجستہ بخت بہادر

واقع ہے جو اکبر شاہ بادشاہ کے بہائی تہے نہایت عالیشان حویلی ہے دیکھنے سے تعلق رکہتی ہے
(مکان خجستہ بنیاد) سے اسکی تاریخ نکلتی ہے ۔ اسوقت یہ حویلی بہولا ناتھ بشمبر ناتھ ساکن گلی پہاڑ والی
کے پاس ہے مقدمہ ہو رہا ہے ۔ اس حویلی سے آگے ۔

تراہہ بیرم خان

ہے چہوٹا سا چوک ہے اسمین ایک تو یہی راستہ آتا ہے جسکو ہم چلے آرہے ہین ۔ دوسرا راستہ
دلی دروازہ کو جاتا ہے تیسرا بائین طرف پہول کی منڈی ہوتا ہوا فیض بازار مین جا نکلتا ہے ۔
عین تراہہ پر دائین ہاتھ اول

محلہ مفتی اکرام الدین خان مرحوم صدر امین

بھائیوں کے لیے ایک قطعہ زمین علحدہ خرید کر اُس مین عمدہ پختہ مکانات بنا دیے اور اُنہین کے نام کر دیے چنانچہ مولانا صاحب چند سال اُس مین مقیم رہے اس کے بعد یک بیک خانہ کعبہ کا شوق پیدا ہوا۔ حج بیت اللہ کا ارادہ ہوا تمام مکان اور اثاثہ بیچکر ۱۲۵۶ھ ہجری مین مع تبال کے ہجرت فرما گئے۔ اب اس مدرسہ مین چھوٹے چھوٹے مکان بن گئے ہین۔ چوہان۔ کسان وغیرہ غریب لوگ رہتے ہین یہین ایک چھوٹی سی مسجد ہے آپ ہی کے نام سے مشہور ہے آپ اس مین نماز پڑہتے تھے۔ یہان سے ۱۵ قدم پر دائین جانب

محلہ سوئی والان

ہے اسمین مولانا عبد المجید صاحب مالک مطبع انصاری کا مکان ہے۔ یہان سے **رنگ محل** کو رستہ جاتا ہے۔ یہ مکان کسی زمانہ مین نہایت عجیب غریب ہوگا اب بھی اندر بیچ کا دالان بہت خوبصورت ہے **جناب شاہزادہ ثریا جاہ مرزا کیوان شاہ بہادر گورگانی** آنریری مجسٹریٹ اسمین ساکن ہین۔ مرزا صاحب موصوف مرزا الٰہی بخش صاحب کے بیٹے ہین حضرت بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے صاحبزادہ مین سے ہین کار سرکار سے ہزار آٹھ سو روپیہ کے قریب وظیفہ پاتے ہین اسوقت تیموریہ خاندان کے چیف مانے جاتے ہین حکام اہل شہر آپ کا اعزاز کرتے ہین۔

رنگ محل کے اندر شرقی شمالی گوشہ سے چاندنی محل مین رستہ جاتا ہے۔ سوئی والون کے سامنے

حکیم صادق علیخان صاحب

کا مکان ہے اس جگہ آپ مطب کرتے ہین تشخیص بہت اچھی ہے۔ یہان سے ۸۰ قدم پر دائین جانب

کمرہ بنگش

واقع ہے نہایت بینظیر کمرہ ہے رفعت مین آسمان سے باتین کرتا ہے۔ استواری مین کوہ پر طعنہ ارتا ہے۔ نواب فیض اللہ خان بنگش نے ہزارون روپیہ کے صرف سے بنایا ہے۔ اسوقت اسمین سپاہی رہتے ہین گذشتہ کمشنر صاحب ساکن تیری دروازہ کے قبضہ مین ہے۔ اس کے سامنے کوچہ فولاد خان واقع ہے اسکو چھوڑکر سیدھے چلے چلو دائین جانب

محلہ چاندنی محل

اور بلند شہر کے رؤسا کا جلسہ کرکے چندہ لیا۔ اور اسکول کھول دیا۔ جو آج محمڈن کالج کے نام سے مشہور اور نامور ہے۔
اور ۱۹۱۰ء میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اب دن رات ورد و وظائف میں مصروف رہتے ہیں۔ کبھی دہلی اور اکثر علیگڈھ میں قیام رہتا ہے۔ یہی راستہ فیض بازار میں جا نکلتا ہے۔

کمرہ بنگش سے کوچۂ فولاد خان

میں چلئے۔ ۲۰۰ قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کوچۂ چیلان

واقع ہے۔ اصل میں اسکا نام چیل کوچہ تھا۔ عوام میں چیلوں کا کوچہ مشہور ہوگیا۔ اس کوچہ میں چند گلیاں ہیں۔ گلی آولیا گلی آہنیا۔ اسجگہ مولوی ابو الحبیب محبوب احمد صاحب مدرس اول فارسی مدرسہ نورمل سکول دہلی رہتے ہیں۔ بڑے دیندار اور متقی شخص ہیں۔ اس سے آگے دائیں طرف

خان بہادر شمس العلماء منشی محمد ذکاء اللہ صاحب فیلو الہ آباد یونی ورسٹی

کا مکان ہے۔ آپ حافظ ثناء اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں جو نہایت دیندار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور پنج وقتہ نماز مسجد جامع میں جماعت سے ادا کرتے تھے۔ منشی صاحب موصوف بڑے مشہور اور قابل آدمی ہیں۔ فن تاریخ اور ریاضی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ ہزارہا صفحات کا ترجمہ اس خوبی کیساتھ کیا ہے کہ تمام ملک میں مقبول ہوگیا۔ بے تعصب نہایت سادہ مزاج بے تکلف اور قدیمی وضع و تراش اور وضعداری پر قائم ہیں اس سے آگے بائیں طرف کوچہ ناہر خاں اس سے آگے مطبع مرتضوی حافظ غیاث الدین صاحب ہے۔ اس کے محاذ پر پھاٹک حویلی **نواب خواجہ قاسم علیخاں عرف نواب شرف الدین خانصاحب مرحوم** کا ہے۔ آپ نہایت لائق باوضع مشہور رؤسا دہلی میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد خواجہ زین العابدین خانصاحب مرحوم اُنکے والد خواجہ فرید الدین احمد مرحوم ۱۱۹۱ہجری مطابق ۱۷۳۲ء کے دہلی میں پیدا ہوئے تھے اُن کے والد کا نام خواجہ اشرف تھا۔ اُنکے دادا خواجہ عبد العزیز کشمیر سے بطریق تجارت دہلی میں آئے تھے۔ اور کشمیری مال کی تجارت کرتے تھے اور ریشم کی تجارت کا کارخانہ تھا آخر کو انہوں نے دہلی ہی میں توطن اختیار کرلیا۔ نواب شرف الدین خانصاحب موصوف نے بتاریخ ۱۷ شوال ۱۳۱۳ہجری کو انتقال فرمایا۔ بیرون ترکمان دروازہ متصل بوچڑ خانہ چونسٹھ کھمبہ میں مدفون ہوئے۔ آپکے خلف اکبر نواب خواجہ فخر الدین صاحب ایک صوفی صفت اور اپنے والد کے قائم مقام ہیں۔ اس سے آگے دائیں طرف پھول کی منڈی میں رستہ جا نکلتا ہے۔ اور بائیں طرف کالے خاں کی مسجد ہوتا ہوا فیض بازار نکلجاتا ہے کوچہ چیلاں سے۔

گلی راجان

اسمیں خواجہ میر درد علیہ الرحمتہ کی بارہ دری تھی اب انکی اولاد میں سید ناصر سعید صاحب نے اسکا احاطہ کھینچکر بطور مکان کے بنا لیا ہے اور خود رہتے ہیں

میں تشریف لیجائے - اسمیں اکثر مفتی صاحب کی اولاد رہتی ہے - چنانچہ

جناب خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب خلف مولوی احسان الحق صاحب

نبیرہ مفتی صاحب کا مکان ہے جو حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے - مولویصاحب موصوف نہایت مقدس اور محترم بڑے ذی علم منکسر المزاج - فقیر دوست روساء شہر میں سے ہیں آپ مدت دراز تک میر منشی ایجنٹ گورنر صاحب راجپوتانہ کے عہدہ پر ممتاز رہے - اسکے بعد حکام نے از راہ قدر دانی وکالت بھرتپور کے عہدہ پر مامور فرما دیا تھا - لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد مولویصاحب نے خود اس سے کنارہ کشی اختیار کی - اب شب و روز کتب بینی و یاد الٰہی میں بسر ہوتی ہے - ۲۲ - ربیع الاول کو ہر سال بتقریب عرس حضرت شیخ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ مولویصاحب موصوف مجلس میلاد شریف بکمال خلوص منعقد فرماتے ہیں اس محلہ سے آگے آپکے بڑے صاحبزادہ مولوی مصباح الدین صاحب جو کہ نیک طینت فرشتہ صفت لائق فائق تعلیم یافتہ صالح نوجوان ہیں - اس محلہ سے آگے

دائی کی مسجد

ہے - ایک برج کی بنی ہوئی ہے - اسکی پیشانی پر یہہ تاریخ کندہ ہے -

	از شرف سجدہ گاہ اہل نظر گشتہ آباد کعبہ دیگر		شکر للہ کہ گشت ایں مسجد سال تاریخ او خرد گفتا	

دائی کی مسجد سے کوچہ تاراچند - چھتہ لال میاں - کٹرہ بدہان راؤ - کوچہ جلال بخاری - کٹرہ شہاب بیگ - گلی مالیان - گلی گنامتر اور تراہہ سے پھول کی منڈی جانیوالے راستہ میں - فیض بازار تک محلہ دریا گنج - کوچہ نیل کنٹھ - رستہ کوچہ تاراچند - اور تیاہ مسجد پھول کی منڈی کسی زمانہ میں یہاں گلفروشوں کی دوکانیں تھیں اس لئے پھول کی منڈی مشہور ہو گئی ہے - اسمیں جناب

مولوی محمد سمیع اللہ خانصاحب بہادر سی - ایم - جی

کا مکان ہے - آپکے والد ماجد کا نام نامی منشی محمد عزیز اللہ خانصاحب تہا - جرنیل اخترلونی کے زمانہ میں میر منشی تھے - مولویصاحب موصوف نے بڑے بڑے علماء سے اور خصوصاً استاد کل مولانا مملوک علی صاحب علیہ الرحمۃ سے علوم و فنون عربی کی تعلیم پائی - ۱۸۵۵ء میں عہدہ منصفی کا امتحان دیا - ۱۸۵۸ء میں منصف مقرر ہوئے - اور ۱۸۶۱ء میں علیگڈہ تبدیل ہوئے - اور ۱۸۶۳ء میں تخفیف میں آگئے - اور ہائیکورٹ کے وکیل مقرر ہوئے - علی ۱۸۶۶ء تک اول درجہ کی کامیابی حاصل کی - اور اسی سنہ کے اخیر میں سب جج درجہ دوئم مقرر ہوئے - ۱۸۶۹ء میں سب جج درجہ اول مقرر ہوئے - اور ۱۸۸۰ء میں اپنے صاحبزادہ منشی محمد حمید اللہ خانصاحب کو (جو اب ہائیکورٹ حیدر آباد کے پیونی جج ہیں) ولایت بھیجا - جہاں انہوں نے بی - اے کی ڈگری کیمبرج یونیورسٹی کی اور بیرسٹری کی سند لندن میں حاصل کی - ۱۸۸۴ء لارڈ نارتھ بروک گورنر جنرل اپنے مشن کے ساتھ مصر لیگئے - اور آپکے صاحبزادہ کو آپکی مدد کے واسطے ہمراہ لیا - اس خدمت کے صلہ میں سی - ایم - جی کا خطاب عطا ہوا - مصر سے واپسی پر آپ بریلی کے ڈسٹرکٹ جج مقرر ہوئے - اور پھر سشن جج قرار دئے گئے - نومبر ۱۸۹۲ء میں آپکی پنشن ہو گئی - ۱۸۹۳ء میں بمقام شملہ ایک کمیشن کے ممبر مقرر ہوئے - ۱۸۹۶ء میں آپنے دہلی میں ایک بی مدرسہ قائم کیا - جو کچھ عرصہ جاری رہکر اہل ملک کی ناقدردانی کی وجہ سے بند کرنا پڑا -

چونکہ علیگڈہ میں تعلیم گاہ کا قائم کرنا قرار پایا سید احمد خانصاحب اور آپ میں اختلاف رائے ہوا - سید احمد کی یہہ رائے تھی کہ بارہ لاکھ روپیہ جب جمع ہو جائے اوسوقت کام شروع کیا جائے - مولویصاحب کی یہہ رائے تھی کہ اول کام شروع کر دیا جائے تاکہ اوسکی حالت کو دیکھکر ملک کی توجہ ہو - مولویصاحب اوسوقت علیگڈہ کے سب جج تھے - انہوں نے جرأت کرکے ضلع علیگڈہ

ہزاروں دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ آج تمام ہندوستان میں انہیں حضرات کا فیضان جاری ہے ان حضرات کے بعد

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ

نے آبائی خدمت کو سنبھالا اور دین کی ترویج میں مشغول ہوئے علم آلہی کے سکھانے میں پوری کوشش کی آپ کے وقت میں بہت سے لوگوں کو فیض ہوا۔ بڑے بڑے لوگ محدث مفسر ہو کر نکلے۔ جیسے دہلی میں مولانا شاہ عبد الغنی صاحب محدث خانقاہی مجددی۔ نواب قطب الدین خانصاحب محدث۔ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث وغیرہ گنج مرادآباد میں مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب محدث۔ تھانہ بہون میں مولانا شیخ محمد صاحب محدث۔ اسی طرح پانی پت میں مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب محدث۔ مرادآباد میں مولانا عالم علی صاحب محدث۔ سہارنپور میں مولانا حافظ احمد علی صاحب محدث۔

غرضکہ تمام ہندوستان میں شاہ اسحاق صاحب کا فیض اب تک اُسی طرح قایم ہے بلکہ دن بدن ترقی ترقی کرتا جاتا ہے سنہ ۱۲۵۶ ہجری میں آپ نے ہجرت فرمائی تو مولانا مخصوص اللہ صاحب اور مولانا محمد موسی صاحب خلف حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمہ کو یہ خدمت سپرد ہوئی اور دونوں صاحب علم دین کی تدریس میں مشغول ہوئے۔ جب ان حضرات نے بھی سنہ ۱۸۵۶ء میں انتقال فرمایا تو صرف مولوی موسی صاحب کے ایک صاحبزادہ میاں عبد السلام صاحب جو اسوقت نہایت صغیر سن تھے اور ایک صاحبزادی یعنی احقر کی والدہ ماجدہ یہ دو شخص باقی رہے۔

اب کوئی شخص خاندان میں ایسا نہ تہا کہ میاں عبد السلام صاحب سلمہ کی تعلیمی تربیت میں کوشش کرتا انجام یہ کہ انکو آبائی علم سے ورثہ نہ پہونچا اور تدریس کا کام اُن کے دم سے جاری نہوا۔

مکان تک دست برد ہونے لگے غدر کے زمانہ میں خاندان کے دشمنونکی بن پڑی اور بہت سا حصہ مکان کا خورد برد کر دیا۔ مکانات منہدم کر دیے کڑی تختہ تک بیچ ڈالا ویران زمین سمجھکر مختلف لوگوں نے اپنے مکانات بنا لیے اِدہر تو یہ بلا نازل ہوئی اُدہر یہ مصیبت پڑی کہ گو اس جگہہ خاندان کے لوگ بھی رہتے تھے شاہ صاحب کے ورثا موجود تھے مگر تعلیمی سلسلہ کے بند ہو جانے سے کسیکو خیال بھی نہوتا تہا کہ کون کہاں رہتا ہے حتی کہ ولی اللّٰہی نسل کو بالکل منقطع سمجھتے تھے سنہ ۱۸۶۰ء میں احقر پیدا ہوا اور کچھ ہوش سنبھالا تو دو آفتوں میں مبتلا ہوا ادہر آبائی علمی وراثت کا خیال اُدہر خورد نوش کی فکر بالا بہت عرصہ تک اسی خیال میں بیٹھا رہا آخر تجارت کا ڈھنگ نکالا اور نوشتجات میں فروری ملکہ فاطمہ کے

گلی راجان سے چھتہ آغا جان اس سے آگے راستہ

کلان محل

شاہجہانی عمارت ہے قلعہ معلے کے بننے سے پہلے حضور والا اسمین مقیم رہے۔ کسی زمانہ مین بہت بڑا محل تھا موجودہ محل اُس کے آٹھوین حصے سے بہی کم ہے غدر کے بعد لالہ جینامل صاحب نے بہت کم قیمت کو خرید اب عرصہ سے نارمل اسکول ہے۔ اسمین دہلی کمشنری کے مڈل پاس طالب علم داخل کیے جاتے ہین اور مدرسی کی تعلیم دی جاتی ہے ساٹھ طالب علمون تک فی طالب علم پانچروپیہ ماہوار ملتاہے اس سے زیادہ کو وظیفہ نہین دیا جاتا۔ اسمین موڈل سکول بہی ہے جسمین پانچوین جماعت تک انگریزی تعلیم ہوتی ہے۔ تقریباً ایکہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہے اشیا کے سبق کے واسطے نہایت عجیب و غریب چیزین درس کے وقت بچون اور مدرسون کو دکھائی جاتی ہین۔ عقب کلان محل سے آگے بائین طرف

مدرسہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ

واقع ہے یہ مدرسہ کسی زمانہ مین نہایت عالیشان خوبصورت مکان تھا اور بہت بڑا دار العلوم سمجھا جاتا تھا۔ جسوقت روشن اختر محمد شاہ بادشاہ نے ہمارے مخدوم حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث علیہ الرحمۃ کو پرانی دلّی سے (جہان اب اُن حضرات کے مزارات ہین) شاہجہان آباد یعنی موجودہ دہلی مین قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف دی اور اپنے دلربا شہر کو علم و فضل کے قیمتی زیور سے آراستہ کرنا چاہا تو یہ عالیشان مکان آپ کے لیے تجویز فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا شاہ صاحب شاہجہان آباد مین تشریف لائے اور مع قبائل اسی جگہہ رہنے لگے درس تدریس کا سلسلہ شروع ہوا قال اللہ قال الرسول کا چرچا رہنے لگا۔ تمام ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت شروع ہوئی بڑے بڑے نامی فضلاء آکر سندین لینے لگے آپکی وفات کے بعد آپ کے چار فرزند مولانا شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمۃ مولانا شاہ عبد القادر صاحب علیہ الرحمۃ۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب علیہ الرحمۃ۔ یہ حضرات بہی اپنے وقت کے مستند عالم فاضل عارف کامل محقق محدث مفسر ہوئے۔ رات دن دینی اشاعت مین مصروف رہے حسبۃً للہ حدیث۔ قرآن کا درس دیتے رہے علمی عملی فضائل کے بیان سے زبان قاصر ہے

گئی ہے۔

دھرم پورہ

میں جینی اور بنئے لوگ رہتے ہیں اور عموماً متمول اور خوشحال ہیں - اپنی وضع کے بڑے بڑے عمدہ عالیشان مکانات بنے ہیں - اس محلہ میں -

جینیوں کا بڑا مندر ہے

اسکو لالہ ہر سکھ رائے اور لالہ موہن لال صاحب مہاجنوں نے بنایا ہے اگرچہ چونہ اور اینٹ کا بنا ہوا ہے مگر اسکے بننے میں بہت سا روپیہ صرف ہوا ہے اندر کی عمارت دیکھنے کے قابل ہے دو منزلہ مکانات بنے ہیں - پانچ در کا شرقرویہ بہت بڑا وسیع دالان سنگ مرمر کا بنا ہے ستون تک سنگ مرمر کے لگے ہیں تمام دالان میں سونے کی گلکاری ہوئی ہے دونوں طرف دو صحنچیاں ہیں جن میں مورتیں رکھی ہیں صدر دالانوں کے بیچ میں پارس ناتھ کی مورتی رکھی ہے جو سوا لاکھ روپیہ کی تیاری کی بیان کیجاتی ہے یہ مندر ۱۸۲۸ بکرمی میں بننا شروع ہوا اور ۱۸۳۵ بکرمی سات برس کی مدت میں بنکر تیار ہوا - جیساکہ سُدی پنچمی سمت ۱۹۲۳ میں سراوگیوں نے اپنے مہاجن کے موافق اسمیں پہلی پوجا کی پانچ لاکھ روپے تمام مندر کی تیاری میں صرف ہوئے یوہ بدی دوج کو یہاں سے رتھ نکلکر پہاڑی دھیرج جاتا ہے - رتھ میں پارس ناتھ کی مورتی رکھی ہوتی ہے ہزاروں سراوگی زرق برق کی پوشاک پہنے ہوئے ننگے پاؤں ہمراہ ہوتے ہیں - دوسری شاخ رہٹ کے کنوئیں ہوتی ہوئی اس محلہ میں جا ملتی ہے جو زیر جامع مسجد واقع ہے اور اصل شاخ کا ایک رستہ چھیپی واڑہ کو چلا جاتا ہے -

رہٹ کا کنواں

بہت پرانا اور نامی کنواں ہے - شاہجہان بادشاہ کے وقت میں پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا تھا اسمیں رہٹ لگا ہوا ہے اسوجہ سے رہٹ کا کنواں مشہور ہو گیا ہے اس سے جامع مسجد کے حوض میں پانی جاتا ہے اسکے پانی کے بڑے بڑے خزانے بنے ہوئے ہیں اول انمیں پانی جمع ہوتا ہے پھر فوارے سے جو جامع مسجد کے حوض میں لگا ہے خرچ ہو جاتا ہے یہ کنواں بہت مشہور ہے اور اب تو اس محلہ کا نام رہٹ کا کنواں ہو گیا ہے - اسی محلہ میں

خان بہادر شمس العلماء مولوی شیخ ضیاء الدین صاحب ایل ایل ڈی

کا مکان ہے آپ داروغہ شیخ محمد بخش جو قوم سے شیخ اور موضع لسبنی تحصیل دہلی کے قدیم باشندے تھے اون کے منجھلے بیٹے ہیں داروغہ صاحب سرکار انگریزی میں تھانہ داری کے عہدہ پر متعین تھے فتح دہلی کے دن جب سرکاری فوج شہر میں داخل ہوئی تو وہ اپنے مکان ہی میں موجود تھے لاعلمی میں گولی کے زخم سے مارے گئے مولوی صاحب کے جد امجد شیخ غلام حسین اور شیخ غلام حسن دونو بھائیوں کی شکرپور ضلع دہلی میں بیگہ دو بیگہ اراضی تھی جس سے وہ اپنا گزارہ کیا کرتے تھے اور دونو بھائی وہاں بڑے زبردست اور چھپے والے اشخاص شمار ہوتے تھے

اپنے خاندان کے بزرگوں کی تصانیف کے شائع کرنے پر کمر باندھی اور مطبع احمدی قائم کیا جسمیں خصوصاً اپنے خاندان کے حضرات کی تصنیفات اور عموماً دیگر کتابیں طبع ہوتی ہیں۔ اِن حضرات کی بہت سی مصنفہ کتابیں غدر میں تلف ہوگئیں۔ مگر پھر احقر نے جد وجہد کرکے بہت سے رسائل کہیں کہیں سے حاصل کئے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً طبع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر بالی اور کم مائگی اور فکر معاش نے مدرسہ اور درس تدریس کے مشغلہ سے قاصر رکھا ع

نہ قاصدے نہ صبائے نہ غمگسارے ✤ کہ زبیکسے ماند برد خبرے

جامع مسجد کا شمالی دروازہ

پایہ والوں کے بازار کی طرف واقع ہے۔ اِس طرف انتالیس ۳۹ سیڑھیوں سے نیچے اُترکر دائیں بائیں چکّر کی سڑک ہے۔ سرراہا ہوگیا ہے۔ جانب شرق سرمد کے مزار کو جاتے ہیں۔ غرب کی جانب چاوڑی میں چلے آتے ہیں۔ دروازہ کے سامنے

پایہ والوں کا بازار

ہے۔ اِس میں آتشباز اور پائے والے بیٹھتے ہیں۔ جو جہیز وغیرہ کے لئے چوکیاں اور پلنگ اور دیگر سامان تیار کرتے ہیں۔ اِس بازار میں لالہ نراین داس رُہتگی کا پنج منزلہ کوٹھا نہایت عالیشان بنا ہے۔ دیوالی اور دسہرہ کے موقعہ پر شیشہ و آلات سے سجایا جاتا ہے۔ گیس وغیرہ کی روشنی ہوتی ہے۔ اِس کے محاذ میں سڑک سے داہنی طرف

شفاخانہ سرکاری

ہے۔ جامع مسجد سے اُترکر اُس لائن میں اول یہی عمارت آتی ہے۔ یہہ شفاخانہ ۱۸۶۶ء میں قائم ہوا۔ ۱۸۹۳ء میں شرقی دو منزلہ عمارتیں بنائی گئیں۔ ۱۹۰۲ء میں اس کے احاطہ میں زنانہ ہسپتال کھولاگیا ہے۔ اسکی دو شاخیں ہیں۔ لال کنواں۔ صدر بازار

اور سالانہ خرچ معہ شاخوں کے۔ مریضوں کی دوا۔ خوراک۔ پوشاک وغیرہ سب ملاکر تخمیناً

چھبیس ہزار چار سو ستاون ۲۶۴۵۷ روپیہ ہے جو کمیٹی سے

ملتا ہے۔ اب یہہ سڑک دریبہ کلاں کو چلی گئی ہے۔ بائیں جانب پنج منزلہ سے آگے بڑھکر ایک گلی جاتی ہے اُس گلی کی دو شاخیں ہوگئی ہیں۔ ایک شاخ استاحاد او روکیل پورہ ہوتی ہوئی دہرم پورہ پہونچ

اور بازاروں جیسا وسیع نہیں ہے مگر بے انتہا آبادی اور حد سے زیادہ رونق ہے اس میں عموماً زرکوب جلد ساز تاجران کتب۔ سادہ کار۔ صراف۔ کلاہ فروش۔ عطر فروش کنگھی فروش۔ گوٹہ والے سرمہ والے۔ حلوائی وغیرہ وغیرہ لوگ بیٹھتے ہیں اس بازار میں متعدد چیزیں بیان کے قابل ہیں جنکو ہم ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں آخر سہ راہہ کے موڑ پر دو چار قدم بڑھ کر بائیں طرف۔

لال مسجد

دو دکانوں کے اوپر واقع ہے یہ مسجد پہلے بہت ہی چھوٹی سی ہوئی تھی پھر بے غوری کی وجہ سے نہایت بوسیدہ ہوگئی تھی دو کانیں بعوض آٹھ سو روپیہ رہن پڑی تھیں۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار نے دو کانیں رہن سے چھڑائیں اور پھر اٹھارہ سو روپیہ لگا کر از سر نو عمدہ پختہ سنگین مسجد تیار کرائی۔ نیچے کی دو کانیں بھی نئی ہوائیں پھر انجمن مؤید الاسلام کی نگرانی میں دیدی اب یہ مسجد انجمن کی نگرانی میں ہے ۸ روپیہ ماہوار تینوں دوکانوں کا کرایہ آتا ہے۔ انجمن ہی میں جاتا ہے جو شخص مسجد میں رہتا ہے اسکی خدمت انجمن کی طرف سے ہوتی ہے۔

وہ پندرہ سو روپیہ جو اسکی تعمیر میں صرف ہوئے ہیں ان میں پانسو روپیہ انجمن کی طرف سے بھی جمع ہوئے تھے۔ لال مسجد سے نکلکر دائیں جانب

کوچۂ بلاقی بیگم

ہے یہ غدر سے پہلے بہت بڑا کوچہ تھا اب ٹوٹ پھوٹ گیا اسمیں اکثر اہل ہنود اور مسلمانوں کے مکانات ہیں اور بدر الدین علیخاں صاحب مُہرکن کی مسجد ہے۔ نہایت ہوادار جگہ ہے اس میں بدر الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادہ سعادت اللہ خاں صاحب نے ایک مختصر سا عربی مدرسہ جاری کر رکھا ہے۔ ایک مدرس پڑھانے کے واسطے مقرر ہیں ۸ روپیہ ماہوار پاتے ہیں۔ چار پانچ طالب علم ہمیشہ رہتے ہیں جن کو فی کس ۲/۸ ماہوار کے حساب سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کی پیشانی پر سنگ باسی پر یہ عبارت کندہ ہے **قطعہ تاریخ مسجد بدر الدین مہرکن**

برائے حضرت سبحان و رحماں	شدایں مسجد بنا صد شکر و احساں
تمامی املاک خود زر عی و سکنی	نمودم وقف آنرا از دل و جاں
ازاں نصفے برائے وارثان ست	دگر بہر مساکیں مستحقاں ؎

مولوی صاحب اپنے تئیں خیرخواہان سرکار سے ظاہر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ غدر ۱۸۵۷ء میں دھیرج کی پہاڑی پر جہاں سرکاری فوج پڑی تھی ہم شہر کی خبریں اور اس قسم کی تحریریں بھجا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بنیاد پر مفسدے دور ہونے کے بعد وہ دس بیگہ دو بسوہ خام اراضی مولوی صاحب کے نام واگذاشت ہوئی اور اب تک انہیں کے نام ہے گو اس میں ان کے بھائی اور بنی اعمام بھی حصہ دار ہیں۔

مولوی صاحب پرانے دہلی کالج کے تعلیم یافتہ ہیں اور مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی سے بھی آپنے کچھ تحصیل علم کی ہے اور مولوی حکیم احمد علی صاحب بوریہ والہ سے بھی علم ادب حاصل کیا ہے اور خارج از مدرسہ مولانا مولوی مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور سے فارسی بھی پڑھا کرتے تھے اور مفتی صاحب موصوف آپ پر شفقت بہت فرمایا کرتے تھے۔

ایام غدر سے پہلے ہی کالج میں مدرس ہو گئے تھے بعد ایام غدر کچھ عرصہ نورمل سکول میں مدرس رہے اور پھر گورنمنٹ کالج دہلی کے عربی پروفیسر ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں جب کالج ٹوٹ گیا تو بعض حکام سررشتہ تعلیم کی سفارش سے اکسٹرا اسسٹنٹ کے عہدہ پر ممتاز ہوئے۔ دس بارہ برس ہوئے کہ ملازمت سے کنارہ کش ہو کر پنشنخوار ہیں۔ گورنمنٹ میں معزز و ممتاز اور چند خطابات سے سرفراز ہیں۔ علم ادب میں اچھی خاصی لیاقت رکھتے ہیں اردو زبان کے ماہر اور مشاق ہیں مگر افسوس ہم لوگوں کی بدقسمتی سے کہ باوجود اتنی قابلیت اور لیاقت کے مکروہات دنیوی نے حضرت موصوف کو درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کی مہلت نہ دی یہی سبب ہے کہ سوائے ایک رسالہ علم طبعی کہ اب وہ بھی منسوخ ہے انکی اور کوئی تالیف و تصنیف نظر نہیں آتی شاید اسکا سبب کسیقدر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سررشتہ تعلیم کے متفرقات کام بہت کرتے رہے انہیں میں بائبل کے ترجمہ کی عبارت کی درستی بھی ہے جو ریلجس بک سوسائٹی مشن پنجاب کی فرمایش سے کی تھی۔ زیادہ تر حسرت دلانیوالی بات یہ ہے کہ حضرت کے چار صاحبزادوں میں سے ابھی کسی نے ایسی لیاقت حاصل نہیں کی کہ جس سے یہ امید ہو سکے کہ وہ اپنے والد بزرگوار جیسے اعزاز کو پہونچے یا اسکو قائم رکھ سکے۔ علم و فضل اور جاہ و عزت مولوی صاحب موصوف کی افسوس ہے کہ انہیں کے دم کے ساتھ ختم ہوتی معلوم ہوتی ہے۔

اب دریبہ کی سیر فرمائیے۔ پنجرہ سے آگے بڑھکر بائیں طرف کوچہ استاحامد جو جامع مسجد کا معمار تھا اُسکے نام سے مشہور ہے اسمیں سادہ کاروں کے مکان ہیں اس سے آگے شہ راہ واقع ہوتا ہے شفاخانہ کا احاطہ برابر داہنے ہاتھ چلا آرہا ہے شہ راہ پر پہنچکر داہنے ہاتھ شفاخانہ کے قریب قریب اُس سڑک میں رستہ جا ملا ہے جو جامع مسجد سے شمالی جانب آکر چاندنی چوک جانیوالی سڑک میں آملی ہے اسی سڑک پر جب ہم آئے دریبہ میں پہنچگئے ہو اس راہ سے

دریبہ کلاں

شروع ہو گیا ہے غدر سے پہلے اس بازار کا نام دریبہ تھا اب اس کو دریبہ کہتے ہیں۔ گو یہ بازار

تر دوشی کو سراوگیوں کے مذہب کے موافق اس مندر میں مہاراج براج وان ہوتے ہیں - اس مندر کو سنہری کلس سے آراستہ کیا ہے - اندر بہت سے مکانات بنے ہیں مگر سراوگی غیر مذہب کو مندر کے اندر جانے دینے میں ادھری کی بات جانتے ہیں اسلئے اندر کی کیفیت نہیں لکھ سکتے - کوچہ سیٹھ سے آگے دائیں جانب احقر کے مطبع کے متعلق

دوکانِ اسلامیہ

ہے جس میں تجارتی کتابیں رہتی ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور اس خاندان کے دیگر بزرگوں کی تصانیف اور کتب دینیات و تصوف وغیرہ فروخت ہوتی ہیں

دوکان کی فہرست آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتی ہے

دوکانِ اسلامیہ کے مقابل

حافظ محمد اسحاق صاحب روشنائی مصطفائی

کی دوکان ہے - اول درجہ کی سیاہی جو روانی اور چمک میں بے نظیر ہے اور اعلیٰ قسم کے قلم فروخت ہوتے ہیں - آپ کی دینداری اور خوش معاملگی قابلِ تعریف ہے اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

گلاب گندھی کی دوکان

ہے اس کا عطر دور دور مشہور ہے - بہت پرانی اور نامی دوکان ہے - یہاں سے چوراسی قدم کے فاصلہ پر دائیں جانب

کناری بازار

آتا ہے یہ بازار بہت مشہور و معروف ہے اس کی وسعت اکثر بازاروں جیسی نہیں ہے مگر آبادی اور رونق زیادہ ہے - اس میں اکثر گوٹہ والے - ٹوپی والے - کامنی والے وغیرہ بیٹھتے ہیں اسکے اندر حسب ذیل محلے آتے ہیں اول بائیں جانب **کوچہ عالم چند پھر گلی انار** (اس میں سے دھرم پورہ کو رستہ جاتا ہے) اس سے بائیں جانب **چھتہ پرتاب سنگھ** ہے اس میں بابو ہر گوپال سنگھ صاحب

بریں تقسیم اگر حجت کند کس | زحاکم منع گردندش مسلماں
الٰہی تا بجشد این رانگہدار | زبیج و رہن و غصب و جملہ نقصاں
بگو سال از سر اللہ نقشی | ساکین جاے بدرالدین علیخاں

اس کوچہ میں

خان بہادر محمد اکرام اللہ خانصاحب سب رجسٹرار۔ مینونسپل کمشنر

فیلو پنجاب یونیورسٹی

کا مکان ہو۔ خان صاحب موصوف بخشی محمد انعام اللہ خانصاحب کے صاحبزادہ ہیں جو زمانہ سابق میں ریاست الور میں بخشی فوج تھے۔ لائق فائق۔ انگریزی خواں۔ متوسارے شہر میں سے ہیں گورنمنٹ کی جانب سے سب رجسٹراری اور آنریری اکسٹرا اسسٹنٹی کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ شاہ ولی النبی صاحب نقشبندی سے ارادت رکھتے ہیں۔ فقیر دوست۔ منکسر آدمی ہیں۔ کچھ عرصہ سے بزرگان دین کے مزارات کی مرمت اور زیارت کا بہت شوق ہے۔ فقرا کی عزت۔ بزرگان دین کے آستانوں کی خدمت کو اپنے لئے سعادت کا باعث جانتے ہیں۔

اس کوچہ کے متصل بائیں جانب۔

الف خان صاحب سیاہی فروش

کی دوکان ہے۔ اعلیٰ درجہ کی سیاہی۔ قلم و اسلی۔ بیش قیمت ٹوپیاں فروخت ہوتی ہیں۔
یہاں سے تقریباً گیارہ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب۔

کوچہ سیٹھ

واقع ہے اس میں تمام ہندو ہی ہندو رہتے ہیں۔ اس میں

جینیوں کا چھوٹا مندر

ہے اسکی تیاری بوہ سدی دوج سمت ۱۸۹۵ بکرمی میں شروع ہوئی اور سمت ۱۸۹۱ میں ستی منگسر بدی

کا مکان ہے آپ دہلی کے مشہور ساہوکاروں اور اہل ہنود رئیس صاحبان کے معزز رو سائے شہر دہلی میں سے ہیں اعلیٰ درجہ کے رئیسوں میں شمار ہوتے ہیں۔ گڑھ والوں کا خاندان مشہور ہے جس سے شہر کا بچہ بچہ واقف ہے۔ نہایت لئیق۔ منکسر المزاج متواضع رئیس ہیں اور اپنے خاندان کے گدی نشین ہیں کناری بازار سے آگے بڑھکر بائیں جانب۔

مسجد شرف الدولہ

واقع ہے یہ مسجد سرراہ قائم ہے اونچی کرسی دیکر بنائی ہے اسکے نیچے دوکانیں واقع ہیں نہایت خوبصورت خوش منظر مسجد ہے چونہ اور اینٹ سے بنی ہے گو برج سنگین ہیں سنگ مرمر کے معلوم ہوتے ہیں مگر کچھ ایسی زردی لئے ہوئے ہیں کہ اسکے سنہری کلسوں اور پتھر کے رنگ میں شبہ پڑتا ہے۔ کناری بازار کی طرف کا برج تقریباً ۹۰ برس کا عرصہ ہوا بارش کے صدمہ سے ٹوٹ گیا تھا بارہ برس کا عرصہ گزرا کہ پھر بنوایا گیا ہے ایک ردہ اس برج میں کم ہے اسیواسطے چھوٹا ہے غدر سے پہلے اس کے متعلق ایک مدرسہ اسلامیہ بھی تھا مگر اب اسکا پتہ تک نہیں ہے اسکی پیشانی پر سنگ مرمر پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

در زمان شہ خورشید سریر	ظل حق شاہ زمین شاہ زماں
ناصر الدین کہ محمد شاہ است	تیغ او کردہ شکن درد و زماں
شرف الدولہ بنا فرمودہ	مسجد و مدرسہ عالیشاں
این دو بیت الشرف علم و عمل	ہمچو سعدین فلک کردہ قراں
سال تاریخ بنا گفت خرد	قبلۂ حج ارادت کیشاں

مسجد سے آگے بڑھکر دائیں جانب گلی گنجس پھر کرہ شروع آتا ہے یہیں ایک مسجد اور مسجد متعلق ایک کنواں ہے اور اسی محلہ میں لالہ جگلی مل تاجر کتب کا مکان ہے یہیں کتابیں فروخت ہوتی ہیں یہ کرہ شروع سے آگے بائیں جانب کوچہ جمل واقع ہے پھر۔

خونی دروازہ

آجاتا ہے یہ دروازہ دریچہ بحر پر واقع ہے کبھی محراب دار بنا ہوا تھا اب دونوں طرف کے پائے باقی ہیں کہتے ہیں کہ نادر شاہ کے حکم سے اس جگہ قتل عام ہوا ہزاروں جانوں کا خون ہوا اسلئے اس دروازہ کو خونی دروازہ کہتے ہیں۔ اسکے سامنے بڑا بازار ہے جس میں چاندنی چوک وغیرہ سب شامل ہیں یہ بازار قلعہ کے لاہوری دروازہ سے فتحپوری تک تقریباً ۱۲۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے شاہی زمانہ میں کئی بازار الگ الگ ناموں سے مشہور تھے

سپرنٹنڈنٹ میونسپل کمیٹی رہتے ہیں اور یہیں

رائے صاحب بابو جگل کشور صاحب وکیل و میونسپل کمشنر

کا مکان ہے۔ رائے صاحب قوم کایستھ کے اعلیٰ اشخاص میں سے ہیں شہر کے مشہور پلیڈروں (وکیلوں) میں سے سمجھے جاتے ہیں میونسپل کمشنر بھی ہیں۔ اس خدمت کے صلہ میں رائے صاحب کا اعزازی خطاب حاصل کیا ہے۔ اسی جگہ

لالہ سلطان سنگھ صاحب میونسپل کمشنر

رہتے ہیں۔ لالہ صاحب جینی صاحبان کے اعلیٰ ممبروں میں سے ہیں۔ آپکے بزرگان محکمہ کمسریٹ کے بڑے مشہور اور عزت دار گماشتہ تھے۔ لالہ صاحب موصوف بہت لائق نوجوان شہر اور میونسپل کمشنران میں شمار ہوتے ہیں چھتہ پرتاب سنگھ کے محاذ میں دائیں جانب دھوبی واڑہ ہے۔ اس میں

نواب غلام نبی بخش خاں صاحب مرحوم

کی ولاد سے نواب عبد الرحمن خاں صاحب کا مکان ہے جو کہ متولی اور مالک مسجد روشن الدولہ کے مکین زیر مسجد کے ہیں۔ خوش اخلاق۔ ملنسار۔ لائق وفائق نوجوان ہیں۔ مسجد مذکور میں ایک مختصر سا مدرسۃ القرآن بھی جاری کر رکھا ہے۔ طلباء کو وظیفہ بھی دیتے ہیں۔

دھوبی واڑہ سے آگے بائیں جانب چیلپوری ہے اسمیں

بابو راج نرائن صاحب بیرسٹرایٹ لا

رہتے ہیں شہر کے نامی اشخاص اور بیرسٹروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آگے بڑھکر دائیں جانب کٹرہ روشن الدولہ اور پھر بائیں جانب ستائیس گھرہ اور کٹرہ خوشحال رائے اور نوگھرہ ہے آگے کایستھ بنک واقع ہے۔ پھر یہ رستہ چھوٹے دریبہ۔ مالیواڑہ ہوتا ہوا نئی سڑک کو قطع کرتا بازار بلیماران میں جانکلتا ہے مالیواڑہ میں

رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب ہوگڑ والہ و میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ

سے آتے ہیں قلعہ کے لاہوری دروازہ کے سامنے بتا چکے ہیں۔

دریبہ سے آتے ہوئے خونی دروازہ سے بائیں جانب چلتے ذرا آگے چلکر بائیں جانب

سکھوں کا مندر

ہی یہ مندر سمبت ۱۹۳۲ بکرمی مطابق ۱۸۷۶ء میں بنا ہے اس جگہ تیغ بہادر سکھوں کے نویں گرو کی سمادھ ہے اور سکھوں کی متبرک کتابیں گرنتھ صاحب رکھی ہیں۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ و راجہ صاحب جیند و نابھہ اسکے خرچ کے متکفل ہیں کہتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر کے وقت میں تیغ بہادر کا سر کاٹا گیا اور جہاں جہاں خون کے قطرے گری سکھ لوگ اسکو ادب کا مقام خیال کرتے ہیں انکا سر کوئی انہیں کا چیلا اورنگ آباد لیگیا اور دھڑ موضع رکاب گنج بیرون اجمیری دروازہ ضلع دہلی میں مدفون ہے وہاں بھی ایک مندر بنا ہے سنتے ہیں کہ اسی مندر کے مغربی گوشہ میں ایک مسجد تھی جو غدر کے بعد منہدم کردی گئی اور پھر وہ جگہ مندر میں شامل کی گئی۔

کہتے ہیں کہ مقدمہ بھی ہوا مگر راجہ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔

اسکے متصل اسی لین میں۔

کوتوالی

ہے یہ موقع ہمیشہ آفت خیز رہا ہے ایک زمانہ میں یہاں دریا چلتا تھا اور بھنور پڑتا تھا سینکڑوں کشتیاں غرق ہوتی تھیں پھر جنگل ہوگیا اور شہر بسنے لگا پھر ایک عرصہ تک اسمیں مدرسہ اسلامیہ رہا اور مولانا نظام الدین عرف کالے صاحب نبیرہ حضرت مولانا فخرالدین صاحب علیہ الرحمۃ اسکے متولی رہے - اب کوتوالی ہے - لوگ پکڑے جاتے ہیں اور عذاب بھگتے ہیں - اسکی پانچ شاخیں پانچ موقعوں پر واقع ہے - قاضی کا حوض فیض بازار - کشمیری دروازہ - پہاڑ گنج - سبزی منڈی - اسکے متعلق حسب ذیل پولس ہے - دو انسپکٹر چار ڈپٹی انسپکٹر - پچاس سارجنٹ - چار سو ستر کانسٹبل - یہیں صاحب سپرنٹنڈنٹ کا دفتر ہے - تمام پولیس کا ماہواری خرچ تقریباً [illegible] اور سالانہ خرچ [illegible] روپیہ ہے جو کمیٹی دیتی ہے

اس کے متصل اسی جانب

سنہری مسجد کوتوالی

ہے یہ مسجد نہایت دلچسپ سر بازار واقع ہے اگرچہ صرف چونہ اور اینٹ کی بنی ہے مگر نہایت خوش وضع تعمیر ہوئی ہے اسکے برج سنہری ہیں اسی سبب سے سنہری مسجد کہلاتی ہے - اسکو نواب روشن الدولہ ظفر خاں مرحوم

قلعہ سے نکل کر اُردو بازار شروع ہوتا تھا کوتوالی کے موقع پر ترپولیہ اور کوتوالی کا بازار کہلاتا تھا گھنٹہ گھر کے سوقعہ پر چاندنی چوک مشہور تھا فتحپوری کے سامنے فتحپوری بازار سے نامزد تھا اسوقت تمام بازار چاندنی چوک ہی نام سے مشہور ہے۔ یہ بازار نہایت وسیع ہے۔ اِدھر اُدھر سڑکیں بیچ میں سے پٹی ہوئی نہر جاتی ہے۔ اس بازار میں بڑے بڑے سوداگروں اور جوہریوں کی دوکانیں ہیں۔

خونی دروازہ سے نکلکر دائیں طرف چلئے قلعہ کی طرف جا رہے ہیں دائیں طرف دو چار قدم چلکر سرکاری۔ انگریزی یونیورسٹی وغیرہ کی کتابیں فروخت ہوتی ہیں اور آگے بڑھئے تو اسطرف کوچہ گھانسہ ہے اس سے آگے ایک بڑی عالیشان حویلی میں ہندو کالج واقع ہے اسمیں بی۔ اے تک تعلیم ہوتی ہے اسکے بانی مبانی رائے بہادر لالہ سرکشن داس صاحب گڑ والے ہیں۔ نہر کے اُس طرف گرجا گھر۔ اس کے آگے۔

دہلی لندن بنک

واقع ہے۔ یہ اصل میں سمرو کی بیگم جاگیردار سردھنہ کی کوٹھی ہے۔ پھول بنتے۔ نہر کا نزدیک آستانہ نہایت اونچی کرسی دیکر بنائی گئی ہے ۱۸۳۲ء سے اسمیں بینک ہے۔ دہلی لندن بینک سے آگے۔

پتھر والا کنواں

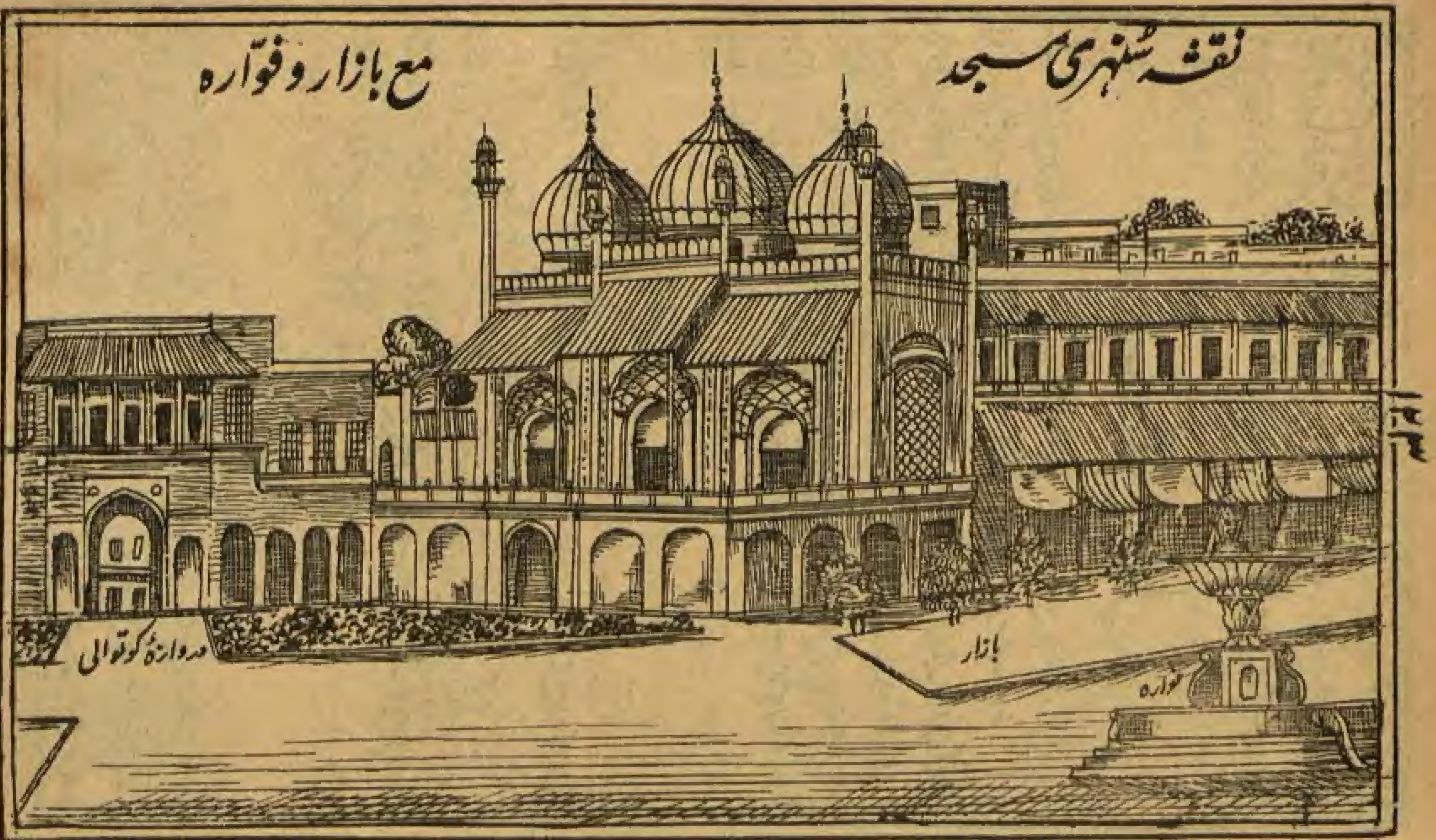
مشہور ہے اسکا پانی نہایت ہلکا اور شیرین ہے اکثر سارے شہر اسی کا پانی پیتے ہیں۔ صبح سے شام تک خوب جمگھٹ رہتا ہے اس سے آگے بائیں طرف۔

آپا گنگا دھر کا شوالہ

ہے اس کو آپا جی گنگا دھر مہاراشٹ برہمن ساکن پونا نے تقریباً سو ہو برس ہوئے جب بنایا ہے۔ ساون کے ہر سوموار اور شوراتری کو اس میں بہت کچھ رونق ہوتی ہے کنوار بدی اکادشی سے ماوس تک سانجھیاں اور جھانکیاں نکلتی ہیں تمام شوالہ شیشہ آلات سے سجایا جاتا ہے ۲۶ تنا ہجوم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ اس میں جمنا مندر اور گوپال جی کے مندر بھی شامل ہیں اس شوالہ کا گذارا صرف چڑھاوے پر ہوتا ہے اس کے متصل

سراوگیوں کا مندر

ہو سرخ رنگ ہرا ہی سنتے ہیں کہ ایکسو پچاس برس کی تعمیر ہو۔ مندر ہی بنجا ہتہ واقع ہو جسکو ہم ٹھنڈی سڑک


نقشہ سنہری مسجد
مع بازار و فوارہ
دروازۂ کوتوالی
بازار
فوارہ

نے ۱۳۳۴ھ ہجری میں بنوایا ہے اسکے پیشانی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بعہدِ بادشاہِ ہفت کشور ‏ سلیماں فرّ محمد شاہ داور
بہ مذہب شاہِ بیکگان قطبِ آفاق ‏ شد ایں مسجد بزینت در جہاں طاق
خدا بانی است یک زر روی احساں ‏ بنام روشن الدولہ ظفر خاں
بتاریخش زہجرت تا شمار است ‏ ہزار و یکصد و سی و چہار است

خدا کی شان ہے یا وہ زمانہ تھا کہ نادر شاہ نے ایس بیٹھکر قتل عام کا حکم دیا تھا۔ خدا کے گھر میں سے قہاری فرمان جاری ہوتے تھے تمام شہر میں ملک الموت کا پہرا تھا یا اسوقت رحمت نازل ہو رہی ہے دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

مدرسۂ امینیہ

قائم ہے۔ مدرس عربی فارسی کی جملہ کتابیں پڑھاتے ہیں۔ یہ مدرسہ ۱۳۱۵ھ ہجری سے قائم ہے مولوی امین الدین صاحب نے اپنی غایت سعی اور نہایت کوشش سے جاری کیا ہے غریب مدرسہ ہے لیکن خواندگی کے اعتبار سے شہر کے اور متمول مدارس کی نسبت بسا غنیمت ہے۔
ہم سڑک کی طرف سے مسجد کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں بازار کی طرف کا رُخ خوب واضح طور پر معلوم ہوتا ہے اور سڑک اور بیچ میں کے درخت برابر دکھائے دیتے ہیں۔
اس مسجد کے سامنے چوک پڑتا ہے بیچ میں

فوّارہ نارتھ بروک

واقع ہے۔ ۲۷ یا ۲۸ برس کا بنا ہوا ہے۔ دس ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہے اسکے اندر دہات کا نہایت وزنی کٹورہ ہے پھول پتے بنے ہیں تمام فوارہ پر سمنٹ (انگریزی مٹی) سے استرکاری ہو رہی ہے سُنتے ہیں کہ دلی میں یہ مٹی اوّل اسی فوارہ کیلئے آئی تھی اسکے محاذ میں مشرق کیجانب سڑک کے گوشہ پر

راما تھیٹر

واقع ہے عجیب و غریب خوش منظر نہایت بلند عمارت ہے ۱۸۹۰ء میں رائے بہادر

کمیٹی نے اسکو ایسٹ انڈیا ریلوے کے ہاتھ ایک لاکھ چونسٹھ ہزار روپے کو فروخت کردی - اس کے متصل ترا ہہ واقع ہے بیچ میں چوکی جنگی واقع ہے ایک راستہ دریا کی طرف جاتا ہے اور ڈاکخانہ کے قریب پل کے پاس چوراہے ملجاتا ہے چوکی جنگی کے محاذ میں شمالی جانب کاٹ کا پل ہے نیچے کو ریل جاتی ہے بہت بڑا لمبا پل بنایا ہے اسپر سے اُتر کر کچہری ضلع اور کشمیری دروازہ - گندہ نالہ وغیرہ جاتے ہیں - چوکی کے متصل ملکہ کے باغ کا دروازہ ہے - اب باغ کے قریب قریب اسٹیشن کو چلیئے تھوڑی دور چلکر

ریلوے اسٹیشن

آجاتا ہے یہ اسٹیشن بہت بڑا اور خوبصورت بنا ہوا ہے - اسٹیشن اور دریائے جمن کا پل (جو ۲۶۶۰ فٹ لمبا ہے اور ۱۶۶۰۳۵۵ روپے کی لاگت سے) ۱۸۶۶ء میں بنکر تیار ہوا اور یکم جنوری ۱۸۶۶ء کو یہ پل جاری ہوا غرض دور دور تک اتنا بڑا اور ایسا خوشنما دوسرا اسٹیشن نظر نہیں آتا اور روز بروز وسعت ہوتی جاتی ہے آجکل تو کیا کہنا ہے بہت بڑا وسیع جنکشن ہوگیا ہے نیز اور بھی بڑھائے جانے کی خبریں ہیں - ۱۹۰۳ء سے تمام اسٹیشن پر بجلی کی روشنی قائم کی گئی ہے تقریباً ۳۰ ہنڈے روشنی کے ہیں اسوقت علاوہ مال گاڑیوں کے ۴۳ سواری گاڑیوں کی آمد برآمد ہے - یہ اسٹیشن پانچ شاخوں کا جنکشن ہے - ایسٹ انڈیا ریلوے - نورتھ ویسٹرن ریلوے - راجپوتانہ مالوہ ریلوے دہلی مرادآباد ریلوے - سدرن پنجاب ریلوے -

اسکی تفصیل یہ ہے کہ پورب لین کی ۵ گاڑیاں آتی ہیں پانچ جاتی ہے - اسیطرح پنجاب لائن کی - پانچ آتی ہیں - پانچ جاتی ہیں - علی ہذا راجپوتانہ کی تین - دہلی مرادآباد کی دو - رہتک کی دو - کل ۴۳ گاڑیاں ہوئیں اسٹیشن کے متعلق بہت بڑا مسافرخانہ ہے - درجہ سوم کا ٹکٹ مسافرخانہ سے ملتا ہے - درجہ اول و درجہ دوم کا ٹکٹ اور پلیٹ فارم کا ٹکٹ اسٹیشن پر ملتے ہیں - گو

اسٹیشن کے قواعد

کا لکھنا ہماری تاریخ سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا مگر عام فائدہ کی غرض سے مختصر طور پر تحریر ہوتے ہیں

۱۔ تمام اسٹیشنوں پر مدراس کا وقت ہے جو کلکتہ سے تین منٹ پیچھے ہے اور الہ آباد سے سات منٹ پیچھے اور دہلی سے تیرہ منٹ آگے آگرہ سے دس منٹ آگے - بمبئی سے تیس منٹ آگے ہے -

لالہ رام کشن داس صاحب نے زرکثیر صرف کرکے بنائی ہے اسکے اندر عمدہ عمدہ رنگ آمیزی کی تصویریں بنی ہیں۔ تماشوں کے موقعہ پر گیس کی روشنی کیجاتی ہے۔ کل کے ذریعہ سے پنکھے چلائے جاتے ہیں۔ اس میں کمپنیاں تماشا کرتی ہیں اسکا دوسرا دروازہ برابر کی گلی میں واقع ہے اسی گلی میں

اندر پرست بنگالی سکول

ہے۔ ۱۸۹۶ء میں قائم ہوا۔ اس میں صرف بنگالی طلباء تعلیم پاتے ہیں جو تعداد میں تقریباً ۸۰ ہیں پانچ مدرس تعلیم دیتے ہیں وہ بھی بنگالی ہیں۔ اسکا تعلق کلکتہ یونیورسٹی سے ہے۔ **بابو ہر چند گھوس** ہیڈ کلرک دفتر ڈسٹرکٹ انجنیر ریلوے اسکے سکرٹری ہیں ممبروں کی تعداد پچیس ہے۔ جس میں بابو ڈاکٹر ہیم چندر سین اور ہیم چندر سانیال صاحبان وغیرہ شامل ہیں۔ اسکے متصل گاڑیوں کا اڈا ہے ایسے **امپیریل میڈیکل ہال پریس** ہے جسکو ڈاکٹر ہیم چندر سین صاحب نے جاری کر رکھا ہے اس کے برابر ڈاکٹر صاحب موصوف کا شفاخانہ ہے اس کے پاس شمال کی جانب

بازار کوڑیا پُل

واقع ہے اور سڑک کے دوسری طرف ملکہ کا باغ ہے ادھر بھی ایک دروازہ ہے کوڑیا پُل کے بازار میں عموماً بوٹ (انگریزی جوتا) بنانے والے لوگ بیٹھتے ہیں۔ اب دائیں جانب آبادی ہے اور بائیں جانب ملکہ کے باغ کی چاردیواری۔ اسٹیشن کو جا رہے ہیں۔ دائیں جانب **کٹڑہ شائستہ خاں برف خانہ۔ کٹڑہ چاہ انداآرا۔ کلن کی چھوٹی سرائے۔ توپخانہ کی سرائے برف خانہ کی سرائے** آتے ہیں اس سے آگے۔

مور سرائے

ہے غدر سے پہلے اس جگہ کاغذی محلہ تھا۔ غدر کے بعد ۱۸۶۱ سے ۱۸۶۲ء میں ہملٹن صاحب کمشنر نے تقریباً ایک لاکھ پانسو سترہ روپے کی لاگت سے سرائے بنائی اور اسکا نام ہملٹن سرائے مشہور ہوا اسکے بعد مور صاحب انجنیر نے اسکے اوپر جیل کی تصویر لگادی اس وجہ سے مور سرائے کہنے لگے۔ ۱۹۱۰ء میں

کی نہر ہے اسکے دوسرے کنارہ پر

کیمبرج مشن دہلی

واقع ہے یہ مشن ۱۸۵۴ء میں قائم ہوا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں غت ربود سا ہو گیا تھا اسکے ۱۸۵۹ء میں پھر قائم ہوا اسکے احاطہ میں کئی چیزیں ہیں ایک بڑی کوٹھی جو بارہ ہزار کو نیلام میں خریدی گئی ہے یہ کوٹھی اصل میں نواب بہادر جنگ خان کی تھی جو ضبط ہو گئی تھی۔

ایک گرجا جسکا بنیادی پتھر ۱۸۶۳ء میں کلکتہ کے بشپ صاحب نے اپنے ہاتھ سے رکھا تقریباً ۱۵۰۰۰ روپیہ صرف ہوا اور اسی سال میں تیار ہو گیا اسمین ایک اونچا چو پہلو منار ہے اوسمیں گھنٹہ لگا ہوا ہے وقت عبادت کے وہ گھنٹہ بجتا ہے اوسکی آواز عیسائی لوگ عبادت کیواسطے جمع ہو جاتے ہیں۔ بہت عالی

ایک سینٹ سٹیفن کتبخانہ - اسمیں عیسائی مذہب کی کتابیں رہتی ہیں۔

اس مشن کے متعلق ۱۸۸۱ء میں ایکلش صاحب نے کلان مسجد کیطرف ہندو مسلمانوں کی لڑکیوں کی تعلیم کیلئے مشن کھولا۔ اور ریواڑی - کرنال - شملہ وغیرہ مختلف مقاموں میں اسکی شاخیں جاری ہیں۔

اسی کے متعلق ۱۸۶۷ء میں زنانہ شفاخانہ کھولا گیا اور ایک ڈاکٹر میم صاحبہ علاج کے لیئے مقرر ہیں شفاخانہ کیلیے ۱۸۹۱ء میں چاندنی چوک کے اندر عمارت تیار کی گئی ۱۸۹۲ء میں ہائی اسکول جو چاندنی چوک میں ایک عرصہ سے قائم تھا کالج کلاس کھولی گئی۔ ۱۸۹۳ء میں نو عیسائیوں کے رہنے کو متعدد جگہ بستیاں بنائی گئیں۔ اول بستی پادری لیفرائے صاحب نے دریاگنج میں تعمیر کرائی - دوسری بستی مع گرجا اور مکان کیٹیکسٹ پادری سٹیلینڈ صاحب نے اجمیری دروازہ تیار کرائی - تیسری بستی سبزی منڈی میں بنی

اس مشن میں حسب ذیل پادری رہتے ہیں۔

۱ ریورینڈ ایس ایس آلنٹ صاحب۔ ۲ ڈبلیو ایس کیلی صاحب۔

۳ جی اے - ٹرٹن صاحب۔ ۴ این - اے مارشن صاحب۔ ۵ سی ہیرفیلڈ صاحب

۱۹۰۰ء میں اس مشن میں سے صلیب نکلی - عیسائی لوگوں نے اوسکے نکلنے کی نہایت خوشی منائی اور اپنے تمام متعلقین کو جمع کیا۔

مشن سے آگے کھتی کا کٹرہ - مولوی حفیظ اللہ خان صاحب کی مسجد - اس مسجد میں مولوی صاحب ہر پیر کو فجر کے چھ بجے سے دس بجے تک قرآن وحدیث کا وعظ فرماتے ہیں واقعی آپ کا وعظ پرانے مولویوں کے وعظ کا نمونہ اور یادگار ہے اس سی آگے

۲- تین برس تک کا بچہ مفت جا سکتا ہے - اس سے زیادہ بارہ برس تک کے بچہ کا نصف کرایہ لگتا ہے-

۳- اوّل درجہ کے مسافر ڈیڑھ من - اور دوم درجہ کے مسافر تیس سیر اور درمیانی درجہ والا بیس سیر اور تیسرے درجہ والا پندرہ سیر بوجھ مفت لیجا سکتا ہے - آدھے ٹکٹ والے بچوں کے لیے نصف بوجھ مفت ہو سکتا ہے -

۴- جو لوگ لمبا سفر کرتے ہیں وہ سو میل چلکر چوبیس گھنٹے ٹھیر سکتے ہیں لیکن ٹھہرنے وقت اس ریل کا نام اور وقت اور تاریخ روانگی اسٹیشن ماسٹر سے ٹکٹ پر درج کرائیں -

۵- اگر کسیکو درجہ یا گاڑی (رزرو) یعنی خاص کرانی ہو تو اٹکو ہوڑا - اسٹیشن صاحب گنج - دینا پور گیا - الہ آباد ٹونڈلہ - دہلی انبالہ - کالکا کے اسٹیشنوں پر کم از کم اڑتالیس گھنٹے پہلے اطلاع دینی ہوگی

ہدایت

کوئی شخص دو پیسے کا پلیٹ فارم لئے بغیر اندر نہ جائے - ٹکٹ لینے کے بعد ٹکٹ کو دیکھ لے اور اسکا نمبر علیحدہ پاکٹ بک میں لکھ لے -

اسٹیشن سے آگے باغ کے ختم پر تراہہ واقع ہے - سیدھی مغربی سڑک کابلی دروازہ جاتی ہے جنوبی سڑک فتحپوری جاتی ہے اسکے شرقی گوشہ پر ملکہ کے باغ کا دروازہ اور غربی گوشہ پر احمد بائی کی سرائے واقع ہے - یہ سرائے دور دور مشہور ہے - آگے احمد بائی کی مسجد پھر اسکے متصل شب نہارے کی سرائے ہے آگے ایک گرجا اور سینٹ سٹیفنز کتب خانہ کا دروازہ ہے اور بائیں طرف

گلی باغ دیوار

واقع ہے اسکے گوشہ پر سرائے دوار کا داس ہے - یہ گلی نیل کے کٹرہ کو جاتی ہے اس کے اندر نہایت عالیشان دھرم سالہ ہے - جھنجال والوں میں سے لالہ امراؤ سنگہ صاحب نے بنوایا ہے نہایت خوبصورت مستحکم عمارت ہے - اکثر اہل ہنود بیرونجات سے آکر یہاں ٹھہرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں - غربا کے لئے سدا برت جاری ہے -

گلی باغ دیوار اور سرائے دوار کا داس سے آگے چلکر دائیں طرف گندھی گلی آتی ہے اس میں لالہ سالک رام صاحب وکیل اور رائے لچھمن داس صاحب ڈسٹرکٹ جج کا مکان ہے - آگے پھر سڑک فتحپوری سے جاملتی ہے -

اب احمد بائی کی سرائے کے پاس تراہہ سے غربی سڑک پر کابلی دروازہ کیطرف چلئے - بائیں ہاتھ سعادت خان

کہ جنکا مزار اورنگ آباد میں ہے اور شاہ دوست محمد صاحب خلیفہ ابوالعلیٰ صاحب کے تھے - تقریباً دو سو برس
سے آپ کا یہاں مزار ہے - آپکا ۲۵ - ۲۶ جمادی الثانی کو عرس ہوتا ہے شاہ فرہاد صاحب کے ایک
خلیفہ مولانا برہان الدین صاحب تھے جن کا مزار مقدس موضع بختیارپور ضلع لکھنؤ میں ہے اور مولانا
برہان الدین صاحب کے دو خلیفہ تھے شاہ عزت اللہ صاحب دوسرے خلیفہ رکن الدین عرف
گھسیٹا صاحب عظیم آبادی - شاہ عزت اللہ صاحب کا مزار قصبہ بگڑ ضلع شیخاواٹی ریاست جیپور
میں واقع ہے ان کے دو خلیفہ ایک ارادت اللہ شاہ صاحب اونکے خلیفہ قمرالدین صاحب اون کے
خلیفہ شاہ سلطان صاحب اور اون کے خلیفہ شاہ حاجی صاحب اونکے خلیفہ شاہ الٰہی بخش صاحب
اونکے خلیفہ شاہ عبداللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن سے سلسلہ اور فیض ابتک موضع جھنجھنو ضلع
شیخاواٹی ریاست جیپور میں باقی ہے - اور شاہ ارادت اللہ صاحب کے دوسرے خلیفہ محمد قاسم عرف
شیخ حالی اونکے خلیفہ جمعدار محمد شفیع خاں صاحب انکے خلیفہ محمد حسن صاحب انکے خلیفہ آغا محمد داؤد
صاحب حیدرآبادی - آغا محمد داؤد صاحب کی ذات بابرکت سے فیض اور سلسلہ شاہ فرہاد صاحب کا
بڑے زور شور سے حیدرآباد میں قایم ہے آپ بہت بڑے مخیر نیکبخت - صالح صاحب فیض ہیں
آپ ہی نے اپنی ذات خاص سے اس باغ کو جس میں شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمۃ کا مزار ہے چھ ہزار
روپیہ کو خرید کر مہترجی فیض محمد ابن میاں حسام الدین صاحب مرحوم جانشین شاہ عزت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کی
تفویض میں دیدیا ہے مہترجی صاحب موصوف ضلع شیخاواٹی علاقہ ریاست جیپور کے رہنے والے ہیں حضرت شاہ
فرہاد صاحب کی مزار کی خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور جو کہ باغ سے ۱۲۴ روپیہ سالانہ وصول ہوتا ہے اپنے کام میں لاتے ہیں
منڈی کے قریب خلپورہ میں آٹے کی میل کے متصل چھوٹی سی مسجد کی پشت پر احاطہ کے اندر

حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ

کا مزار ہے - آپ مجددی نقشبندی تھے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی
رحمۃ اللہ علیہ تک چھ واسطوں میں پہونچتا ہے - آپکے والد ماجد کا نام احسان اللہ انکے والد کا نام شیخ محمد اظہر المخاطب
بہ نواب اظہر الدین خان انکے والد کا نام شیخ محمد نقی - انکے والد کا نام حضرت دلیل اللہ الصمد شیخ عبدالاحد
المعروف بشاہ گل و المتخلص بوحدت - انکے والد کا نام حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید - ان کے
والد ماجد کا نام نامی حضرت مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین -
اور آپ کا سلسلہ باطنی پانچ واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تک اس طرح پہونچتا ہے

بارہ دری - اسمیں ہندو مسلمان امیر غریب سب طرح کے لوگ رہتے ہیں نیز یہ گلی جشن خاں کے پھاٹک میں جا نکلتی ہے - آگے چلکر دائیں طرف ریل کا پُل ہے اور یہ سیدھی سڑک کابلی دروازہ چلی گئی ہے - کابلی دروازہ کے متصل -

بھولو شاہ کا مزار

ہے آپ قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں ۱۳۰۱ھ میں انتقال ہوا منّت روزِ الست سے تاریخ وفات نکلتی ہے - آپ کے مزار کے برابر آپکے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے اِنکے برابر اِنکے صاحبزادہ شاہ غلام محمد صاحب مدفون ہیں - ۱۹ محرم کو بھولو شاہ صاحب کا عُرس ہوتا ہے اب یہ راستہ دونوں طرف پھٹ گیا ہے - سیدھا راستہ

سبزی منڈی

کو جاتا ہی - یہ بہت بڑی منڈی ہی - چونکہ اس طرف باغات وغیرہ زیادہ ہیں - ہر قسم کا میوہ اور ہر طرح کی ترکاری افراط کے ساتھ موجود رہتی ہے آمنوں کے موسم میں دُور دُور سے آنبہ آتے ہیں اور اسی جگہ فروخت ہوتے ہیں اور بہ نسبت اور جگہوں کے ارزانی کے ساتھ ملتے ہیں - اسجگہ خاصی آبادی ہے مستقل قصبہ معلوم ہوتا ہے ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں - اگرچہ اصل شہر سے فاصلہ ہے مگر آبادی بڑھتے بڑھتے اسوقت یہ قصبہ اور شہر دونوں ایک ہی سمجھے جاتے ہیں - اس طرف کئی باغ مشہور اور سیر کے قابل اور کئی بزرگوں کے مزار زیارت کے لائق ہیں -

جیسے **محلدار خاں** اسمیں بہت بڑا اور خوبصورت حوض بنا ہوا ہی **روشن آرا** عجب روش کا باغ ہی اس باغ کے متصل حضرت بازید اللہ ہُو کا مزار ہے - آپ چشتیہ خاندان کے بہت بڑے باکرامت بزرگ گزرے ہیں - آپ کا عُرس بھی ۹ جمادی الاول کو ہوتا ہی **جیٹھی نویس** کا مختصر سا باغ ہے مگر چمن بنا ہوا ہے اسکی کوٹھی اور چھوٹا سا حوض قابلِ دید ہے - اس باغ کے متصل دوسرے باغ میں مغرب کی جانب

شاہ فرہاد صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار ہے - آپ بہت باخدا عارف کامل ابو العلائی خاندان میں سے ہیں آپ خلیفہ شاہ دوست محمد صاحب کے

ثم الدنی سے ہوا۔ نمبر بمنڈی گلی کمہاروالی کے قریب

شاہ عبد الرزاق

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے قادریہ خاندان کے بزرگ ہیں ۲۴ شب ۵ روز صفر المظفر کو آپکا عرس ہوتا ہے
بھولو شاہ کے مزار سے بائیں طرف تیلی واڑہ کو رستہ جاتا ہے بیچ میں

حافظ عبد الرحمن صاحب قادری علیہ الرحمہ

کا مزار ہے بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے مستند اولیاء اللہ میں سے گزرے ہیں آپکی تعریف تحریر و تقریر سے باہر ہے
آپ کی نسبت لوگوں کی زبانی اور بہت کچھ سنا جاتا ہے مگر تحقیق حال مفصل ہمکو کسی جگہ سے دستیاب نہیں ہوا۔

اب ریل کے پل پر چلیے۔ پل اوتر کر تراہہ ہوجاتا ہے۔ دائیں طرف گندہ نالہ۔ مدرسہ مولوی عبد الرحمن کو رستہ جاتا ہے۔ بائیں طرف بھولے دروازہ کو سڑک جاتی ہے۔ سیدھی سڑک موریدروازہ کو جاتی ہے۔ اسی طرف چلیے۔ دائیں ہاتھ

شیخ سبحان بخش صاحب کا نارتھ بروک ہوٹل

ہے۔ اس میں سب قسم کے لوگ ٹھیرتے ہیں آگے بڑھکر متصل ہی موریدروازہ ہے یہ دروازہ ٹوٹ گیا ہے۔ اس سے آگے چلکر متعدد سڑکیں ہیں جو ڈویژنل کورٹ۔ پولیس لین کوٹھی جناب کمشنر صاحب بہادر۔ ڈپٹی کمشنر بہادر اور دیگر مقامات میں جاتی ہیں
ایک طرف مورننگ پوسٹ۔ لاری ہوٹل ہوتی ہوئی سبزی منڈی چلی گئی ہے۔
اس سڑک سے راستہ پھٹتا ہے جو مندر بھیروں جی ہوتا ہوا فتحگڈھ پھونچ جاتا ہے۔ مگر

فتحگڈھ کا منارہ

قابل دید عمارت ہے تمام سنگ سرخ سے بنی ہے۔ نہایت خوبصورت اور خوش منظر ہے اسکے پانچ درجے ہیں
چاروں طرف زینے بنے ہیں اوپر جانیکے لیئے اندرونی زینہ قائم ہے اسکے اوپر بیٹھکر تمام شہر کا بخوبی نظارہ ہوسکتا ہے یہ عمارت غدر کے اُن لوگوں کی یادگار میں تعمیر ہوئی جو غدر ۱۸۵۷ء میں مئی سے ستمبر تک مارے گئے

آپ کو فیضِ باطن حاصل ہوا حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے انکو حضرت خواجہ محمد زبیر سے انکو حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی سے - انکو حضرت خواجہ عروۃ الوثقی محمد معصوم سے - انکو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے غرض کہ شاہ صاحب علاوہ شرافت حسبی و نسبی و فضائل علم ظاہری کے سلوکِ باطنی میں بھی اپنے وقت کے وحید صاحب نسبت تھے - چنانچہ حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلی علیہ الرحمۃ نے آپکی تعریف میں کتاب سیر المرشدین کے حاشیہ پر یوں فرمایا ہے کہ "حضرت شاہ محمد آفاق سلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ضیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں ہیں اس خاندان کی نسبت سرگرمی کے ساتھ حاصل کی ہے - اور اسوقت حلقہ اور مراقبہ اور افادہ نسبت میں ممتاز ہیں") شاہ صاحب کے مرید ہزارہا اور خلفاء بے شمار تھے جن کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجایش نہیں اون میں صرف دو خلفاء کے نام نامی لکھے جاتے ہیں جن کے تمام ہندوستان میں مرید اور مریدانِ مرید اور صدہا خلفاء اکمل اور خلفاؤں کے خلفاء با فیض موجود ہیں اوّل مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی - دُوسرے مولانا شاہ نصیر الدین صاحب دہلوی جن سے حاجی امداد اللہ صاحب حنفی مہاجر بیت اللہ نے اول ہی اول بیعت اور استفاضہ حاصل کیا۔ زمان شاہ کابل کا بادشاہ - شاہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتا تھا جس کا مزار سرہند شریف میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کے سامنے ایک بڑے گنبد میں ہے شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۶۰ھ ہجری میں ہوئی تھی اور ۶ محرم الحرام روز چہار شنبہ ۱۲۵۱ھ ہجری کو وفات ہوئی اور اسی تاریخ کو آپ کا عُرس ہوتا ہے - اس رباعی سے آپ کی تاریخ انتقال نکلتی ہے -

چون جناب شاہِ آفاق از جہاں	کرد رحلت سُوے جنّاتِ نعیم
گفت سالِ رحلتش خیرِ حزین	خلد را ما وا اوکن اے کریم

حضرت کا جہاں اب مزار ہے اس جگہ حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ عنہ کو (جو کہ آپ کے دادا پیر تھے) غسل دیا تھا اور تختہ غسل کا اسی جگہ رکھا تھا اوس جگہ کو حضرت نے نہایت عقیدتمندی کے ساتھ خواجہ صاحب کی اولاد سے تبرکاً خرید فرمایا تھا اور وصیت کی تھی کہ بعد انتقال کے اسی جگہ دفن کیا جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا - آپکی دو صاحبزادیاں بی بی امت العائشہ بیگم عرف مینڈھو جو میاں نثار رضا بن نثار احمد سے منسوب تھیں اور دُوسری بی بی امت الفاطمہ بیگم عرف بنّی صاحبہ جو شیخ احمد رسا بن میاں میر بادشاہ سے بیاہی گئی تھیں انکے بطن سے دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں - اوّل گوہر آرا بیگم جو میاں عزیز احمد صاحب کے نکاح میں آئیں دُوسری گیتی آرا بیگم جنکا عقد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی

اسکے محاذ میں بازار دریبہ خورد ہے جو تراہہ سے گزرتا مالیواڑہ ہوتا ہوا نئی سڑک پر جا نکلتا ہے۔ زنانہ ہسپتال سے آگے گلی لیسوہ اسکے مقابل بائیں جانب موتی بازار ہے جو مالیواڑہ میں جاملتا ہے آگے بڑھکر دائیں جانب کٹرہ دولت رام سری رام آگے بائیں جانب نواب صاحب کا کٹرہ کسی وقت میں اسجگہ دفتر تحصیل تھا۔ اس سے آگے۔

کوٹھی حاجی علیجان

ہے۔ بڑی نامی کوٹھی ہے ہر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑا اور ٹوپیاں وغیرہ قیمتی اشیا فروخت ہوتی ہیں اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ چوبیاں۔ دائیں جانب کوچہ مہاجانی۔ آگے دائیں جانب

دفتر روہیلکھنڈ ریلوے

اسمیں گدہ مکتیسر۔ مراد آباد وغیرہ کا ٹکٹ ملتا ہے اسکے بالاخانہ پر آگرہ آباد وبینک ہے۔ اسکے آگے دائیں جانب ڈاکٹر ہیرالال صاحب کا شفاخانہ آگے بائیں جانب کٹرہ اشرفی پھر دائیں جانب کوچہ نٹواں۔ اسمیں بینک اپر انڈیا ہے بائیں جانب کوچہ خانچند آگے بڑھکر

گھنٹہ گھر

ہے نہایت بلند اور خوبصورت منارہ ہے تقریباً ۱۸۶۸ء میں پچیس ہزار پانسو روپیہ کی لاگت سے سطح زمین سے چوٹی تک ایک سو اٹھائیس فیٹ بلند بنکر تیار ہوا ہے اسمیں بہت بڑا گھنٹہ لگا ہے جو ... روپیہ کو ولایت سے خرید کر منگایا گیا ہے محصول وغیرہ میں مال ... صرف ہوئے یہ گھنٹہ چاروں طرف سے وقت بتاتا ہے۔ ... پونہ تک بجاتا ہے رات کو اسکی آواز تمام شہر میں سنائی دیتی ہے۔ اسمیں یہ عجیب غریب صنعت رکھی ہے کہ جسوقت پاؤ گھنٹہ پر سوئی جاتی ہے تو چار گھنٹے بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب آدھ گھنٹہ پر سوئی جاتی ہے تو آٹھ گھنٹے بجنے کی آواز آتی ہے۔ اور جب پون گھنٹہ پر سوئی پہنچتی ہے تو بارہ گھنٹے بجنے کی آواز ہوتی ہے جب پورے گھنٹہ پر سوئی جاتی ہے دس سولہ گھنٹے بجاتا ہے پھر جو وقت ہوتا ہے بجاتا ہے۔ ہر خاص و عام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ پاؤ بجا یا آدھا۔ یا پونا۔ اسکے اوپر ایک چھلی بنی ہوئی ہے۔

اس سے چند قدم کے فاصلہ پر

راجہ اشوک کا منارہ

ہے۔ یہ منارہ اصل میں تیسری صدی قبل مسیح میں راجہ اشوک نے میرٹھ میں گاڑا تھا۔ ۱۳۵۶ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے وہاں سے اُکھڑوا کر اپنی کوشک شکار محل میں نصب کرایا۔ ۱۷۱۳ء یا ۱۷۱۹ء میں میگزین کے اُڑ جانے سے اسکے پانچ ٹکڑے ہو گئے اور ایک مدت تک اسی طرح پڑا رہا۔ ۱۸۶۶ء میں گورنمنٹ انگریزی نے اسکو اکھڑوا کر اسجگہ نصب کرا دیا۔ اسپر انگریزی زبان میں یہی مضمون لکھا ہے۔ اسکے متصل ہی **ہندو راؤ کی کوٹھی** ہے اس سے آگے۔

پیر غیب کی درگاہ ہے اسی جگہ **پانی کا حوض** ہے جس میں چندراول سے پانی آتا ہے اور اس حوض میں صاف ہو کر تمام شہر میں پھونچایا جاتا ہے اس سے آگے پرانی چھاؤنی کو راستہ جاتا ہے جہاں آجکل جنگل میں منگل ہو رہا ہے۔

اب سُنہری مسجد سے فتحپوری کی جانب چلیئے۔ سُنہری مسجد سے آگے بڑھکر

سُکھ لال حلوائی گھنٹہ والا

یہ مشہور دوکاندار ہے۔ اسکا قلاقند۔ لوذ دُور دور مشہور ہے۔ بہت نفیس ہوتا ہے اس سے آگے دائیں جانب **کوچہ سنگیاں** بائیں جانب **حویلی جگلکشور**۔ اس سے آگے۔

مشن سکول

ہے جو کیمبرج مشن واقع نہر سعادت خان سے متعلق ہے اسمیں انٹرنس تک تعلیم ہوتی ہے اس سے آگے دائیں جانب

زنانہ ہسپتال مشن

ہے۔ پختہ سنگین عمارت ہے کئی ہزار روپیہ کی لاگت سے ۱۸۹۳ء میں پادری ونٹر صاحب کی میم صاحب کی یادگار میں بنائی گئی ہے اسمیں ایک ولایتی میڈیکل مشنری لیڈی اور کئی ہندوستانی عورات دہلی کی مستورات کے علاج کے لیئے ہر وقت موجود رہتی ہیں مفت علاج ہوتا ہے اسکا تعلق بھی ایس۔ پی۔ جی۔ کیمبرج مشن سے ہے۔ ایکہزار روپیہ سالانہ کی کمیٹی سے مدد ہوتی ہے

اس نفیس مکان میں کئی چیزیں ہیں دفتر کمیٹی - عجائب گھر - پبلک لائبریری

کمیٹی

۱۰ اکتوبر ۱۸۶۰ء میں قایم ہوئی اور یکم جنوری ۱۸۶۲ء سے اسکا عملدرآمد شروع ہوا اسکے بعد ٹوٹ گئی مگر ۱۸۶۳ء میں پھر مستقل طور پر قایم ہوگئی -

اسکے ممبر اور رفقہ حسب ذیل ہیں

اول میجر ایم ڈبلیو ڈگلس بہادر ڈپٹی کمشنر و پریسیڈنٹ

آپ نہایت دبیر منتظم - بیدار مغز - لائق فایق - مستعد - جزورس - معاملہ فہم - منصب مزاج - خوش اخلاق شخص ہیں - آپ کے زمانہ میں بے عنوانیوں کا پورا تدارک ہوگیا - رشوت ستانی بالکل معدوم ہوگئی - اہل عملہ نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے اپنے مناصب پر قایم رہنے لگے دفاتر کی صفائی اور انکی تکمیل تحسین کے قابل ہے - ہر ماتحت اپنا فرض منصبی کو نہایت امانت اور دیانت داری کے ساتھ پورا کرتا ہے معاملات کی تحقیق نہایت خوبی کے ساتھ کیجاتی ہے - امیر غریب کی یکسان شنائی ہوتی ہے - ہر دلعزیزی حد سے گزر گئی ہے ادنی شخص بھی عرض کرنا چاہتا ہے تو نہایت توجہ کے ساتھ سنتے ہیں آپ ہی کے زمانہ میں جامع مسجد میں موزہ بوٹوں پر چڑھانے کی عمدہ رسم جاری ہوئی - جامع مسجد کے دروازوں کے سامنے اوپر کی سیڑھی پر پتھر کے ستون لالٹینوں کے لئے بنوائے گئے ایسے مشفق حاکم کا ہونا شہر کے خوش قسمتی کی علامت ہے -

عـ۲ کنٹونمنٹ مجسٹریٹ بہادر سینیر
عـ۳ صاحب سینیر اسسٹنٹ کمشنر بہادر -
عـ۴ صاحب سول سرجن بہادر -
عـ۵ ایکزیکٹو انجنیر پروانشل ڈویژن -
عـ۶ کلانیل کرک پیٹرک صاحب بہادر
عـ۷ رائے بہادر لالہ ہردیال سنگہ صاحب جونیر وایس پریسیڈنٹ -
عـ۸ رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب سینیر
عـ۹ خان بہادر محمد الٰہی بخش خان صاحب سینیر وائس پریسیڈنٹ
عـ۱۰ خان صاحب حکیم ظہیرالدین احمد خان صاحب ،،
عـ۱۱ لالہ شمبھوناتھ صاحب ،،
عـ۱۲ لالہ سلطان سنگہ صاحب ،،

یہ ممبر تھے جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہوئے اب وہ ممبر یہاں لکھے جاتے ہیں جو علاقوں کے لیے مقرر ہوئے ہیں -

اسکے چاروں طرف مشرق مغرب کے صرف بنائے گئے ہیں۔ اس قطعہ کو

چاندنی چوک

کہتے ہیں کسی زمانہ میں گھنٹہ گھر کی جگہ مثمن حوض بنا تھا اسکے ہر طرف سو گز سے سو گز میں مثمن بازار تھا اسی کو چاندنی چوک کہتے تھے اس چوک کے گرد اب بھی دوکانیں بنی ہیں۔ اکثر بزازوں کی دکانیں ہیں شام کو ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں اس چوک کے چاروں سمتیں ملاحظہ فرمائیے۔ شرقی سمت کی سیر تمام ہو چکی ہے۔ وائیں جانب شمال میں۔

ملکہ کا باغ

ہے۔ یہ باغ اصل میں جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں بادشاہ نے بنایا تھا۔ ۹۷۰ گز طول ۲۴۰ گز کے عرض میں تیار ہوا تھا۔ عجیب غریب مکانات بارہ دریاں بنی ہوئی تھیں گو اسوقت وہ شان نہیں رہی مگر پھر بھی خوش منظر مقام ہے۔ شہر کے وسط میں اس سے بہتر کوئی سیر کی جگہ نہیں ہے۔ آجکل پرانے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں۔ نئے نئے چمن لگے ہیں جگہ جگہ بینچ پڑے ہیں۔ بیچوں بیچ میں نہایت خوبصورت گول چبوترہ بنا ہے ادھر اُدھر گھاس جمی ہے گملے دھرے ہیں۔ بیچ بیچ میں بیچ میں متصل ہی حوض بنایا گیا ہے اسکے قریب ایک پتھر کا ترشا ہوا حوض دھرا ہے جس میں فوارہ لگا ہے بیچ سے نہر نکل گئی ہے۔ تمام باغ میں چھوٹی چھوٹی نالیاں بہتی ہیں۔ ایک طرف مکان بنا ہے اسمیں آنریری مجسٹریٹ کچہری کرتے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں چڑیا گھر تھا۔
اس باغ کے پانچ دروازے ہیں ایک دروازہ ڈاکٹر ہیم چندر صاحب کے ہسپتال کے سامنے گزر چکا ہے۔ دوسرا کاٹ کے پل کے سامنے۔ تیسرا احمد بائی کی سڑک کے سامنے اور دو دروازے گھنٹہ گھر کیطرف۔ آجکل اسٹیشن کے محاذ میں ایک سڑک اور نکلی ہے جو بیچ باغ میں کو چلی آتی ہے چونکہ اس سڑک نکلنے کے اول بانی زن کلارک صاحب تھے اور دراصل انہیں کا عندیہ تھا اسلیئے یہ سڑک انہیں کے نام سے موسوم ہے۔ اور کلارک گیٹ یا کلارک روڈ کہلاتی ہے۔ باغ میں اسی دروازہ کے متصل جو گھنٹہ گھر کے سامنے واقع ہے ایک نفیس عمارت بنی ہے۔ ۱۸۶۳ء میں بننی شروع ہوئی اور ۱۸۶۵ء میں بنکر تیار ہو گئی اسکے سامنے پہلے ہاتھی کی سنگین تصویر بنی تھی اب وہ دوسری طرف نصب کردی گئی ہے اور یہاں اسکی جگہ ملکہ معظمہ کی تصویر سنگ مرمر کی اور نصب کر دی گئی

کُل آمدنی ہاؤس ٹیکس تقریبًا اٹھاون ہزار چھ سو سات روپیہ ہے۔

(۳) یکم جنوری ۱۹۰۳ء سے تمام شہر میں بجلی کی روشنی کا معرفت جون فلیمنگ کمپنی انتظام کیا گیا ہے جسکا دفتر چاندنی چوک میں ہی اسوقت تمام شہر میں پینتالیس ہنڈے روشنی کے موجود ہیں اور مبلغ پانسو روپیہ ماہوار کمیٹی سے بطور ٹھیکہ کے دیے جاتے ہیں اور مارچ ۱۹۰۳ء تک بائیس ہزار چھ سو ننانوے روپیہ دس آنہ پانچ پائی کمپنی روشنی کو کل مصارف وغیرہ کے دیئے گئے۔

(۴) اسی سال (۱۹۰۳ء میں) چاندنی چوک کی درمیانی پٹری پر سات سبیلیں پختہ برجی نما یادگار جشن تاجپوشی ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند اکثر رؤسائے شہر اور بیرونجات نے اپنی لاگت سے کمیٹی کے انتظام سے بنوائیں۔ لاگت فی سبیل تقریبًا سات سو پچاس روپے آئے ہیں اور دو سبیلیں ریل کی سڑک پر بنائی گئی ہیں جنکا پتہ معہ نام رؤسائے حسب ذیل ہے۔

۱۔ مقابل خونی دروازہ مشرق کیجانب ہٹی ہوئی — جینی صاحبان دہلی کی جانب سے۔

۲۔ مقابل مندر سکھ صاحبان۔ — سیٹھ بھجن لال صاحب کلکتہ کیجانب سے۔

۳۔ مقابل گلی لبسوہ۔ — مرکنٹایل ایسوسی ایشن دہلی کیجانب سے۔

۴۔ مقابل کوچہ نٹواں۔ رائے بہادر لالہ ہردہیان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی و آنریری مجسٹریٹ کیجانب سے

۵۔ مقابل کوچہ قابل عطار۔ حاذق الملک حکیم محمد عبد المجید خانصاحب مرحوم مغفور کی جانب سے

۶۔ مقابل کٹڑہ نیل۔ رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ کیجانب سے۔

۷۔ مقابل کوچہ برجناتھ۔ لالہ مدن گوپال صاحب کی جانب سے۔

۸۔ سڑک ریلوے اسٹیشن پٹری شمالی متصل مسافرخانہ۔ رائے بہادر لالہ سری کشنداس صاحب میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ کیجانب سے

۹۔ سڑک ریلوے اسٹیشن پٹری جنوبی متصل چوکی چنگی۔ لالہ ایسری پرشاد صاحب دربھنگہ کی جانب سے۔

ٹاؤن ہال

یہ بہت بڑا عالیشان اور خوشنما کمرہ ہے اسکی ۱۸۶۰ء میں بنیاد پڑی۔ آٹھ برس کے عرصہ میں ایک لاکھ پچیس ہزار چار سو پچھتر روپیہ کے صرف سے کل عمارت مع دیگر کمروں کے بنکر تیار ہوئی ٹاؤن ہال کے جنوب و شمال میں بڑی بڑی محرابیں بنی ہوئی ہیں دیواروں پر نہایت عمدہ کام ہوا ہے فرش پہلے بھی پختہ تھا مگر اب دربار کے موقعہ پر تقریبًا ۱۳۰۰ روپیہ کی لاگت سے سنگ مرمر کا فرش بنایا ہے۔ جو طرف ذی بڑی چوکھٹوں میں بڑے بڑے معزز صاحبان انگریز اور ہندوستانی صاحبوں کی تصویریں آویزان

نمبر شمار	اُن ممبروں کے نام جو علاقوں کے لیئے منتخب ہوئے	نمبر علاقہ	نمبر شمار	اُن ممبروں کے نام جو علاقوں کے منتخب ہوئے	نمبر علاقہ
۱	اسمٰعیل خلیل صاحب بیرسٹرایٹ لا	ع ۱	۷	لالہ جواہر لال صاحب	ع ۸ و ۹
۲	لالہ لچھمی نراین صاحب	ع ۲	۸	شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب	ع ۱۰
۳	*	ع ۳	۹	خانصاحب غلام محمد حسن خانصاحب بی اے	ع ۱۱
۴	رائے صاحب بابو جگلکشور صاحب	ع ۴ و ۵	۱۰	شیخ نورالہیٰ صاحب	ع ۱۲ و ۱۳
۵	حکیم احمد سعید خان صاحب	ع ۶	۱۱	میاں نصیرالدین صاحب	ع ۱۴
۶	خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب	ع ۷	۱۲	جے - سی - روبرٹس صاحب بہادر	ع ۱۵

مسٹر ایف ہرلی صاحب بہادر میونسپل کمیٹی کے سکرٹری

ہیں منصف مزاجی غربا نوازی اپکا ذاتی جوہر ہے - خوش اخلاقی - ہردلعزیزی - آپکی طبعی بات ہی - حق گوئی حق شناسی عالمگیر ہوگئی ہے آپ کے دم سے کمیٹی کو نہایت فروغ حاصل ہے - تمام شہر آپکے محاسن - مکارم کا ثناخوان ہے - انتظامی قابلیت میں ہمعصروں سے ممتاز ہیں - غرض بہت کچھ خوبیوں کے شخص ہیں -

کمیٹی کی کل سالانہ آمدنی تقریباً ۵۲۹۶۵۷ روپیہ ہے اور سالانہ خرچ تقریباً چار لاکھ ستاون ہزار چار دس روپیہ ہیں -

سنہ ۱۸۹۲ء میں تمام شہر میں نل لگائے گئے بیرون کشمیری دروازہ متصل احاطہ طامس صاحب دہلی سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر چندراول پمپنگ اسٹیشن ہے وہیں سے انجن کے ذریعہ کنوؤں میں سے پانی حوض میں لایا جاتا ہے جو کہ فتحگڈھ کے متصل واقع ہے اور وہاں سے تمام شہر میں نلوں کے ذریعہ پہونچایا جاتا ہے - نلوں وغیرہ کے نصب کرنے میں تقریباً بارہ لاکھ اٹھ ہزار تین سو نو روپیہ کمیٹی کے صرف ہوئے ہیں - آمدنی سالانہ تقریباً پچیس ہزار روپیہ ہے اور خرچ سالانہ تقریباً چالیس ہزار روپیہ ہے -

(۲) یکم جنوری سنہ ۱۹۰۲ء سے ہاوس ٹیکس قایم ہوا ہے اگرچہ رعایا نے عرض معروض اور غل وشور مچایا مگر کچھ سماعت نہوئی - حیثیت کرایہ کی آمدنی پر آدہ آنہ فی روپیہ ٹیکس لیا جاتا ہے -

* علاقہ نمبر ۳ کے ممبر شیخ حفیظ اللہ صاحب تھے انکا انتقال ہوگیا - ابھی تک انکی جگہ کوئی ممبر منتخب نہیں ہوا - اس علاقہ کا کام عارضی لالہ شمبھو ناتھ صاحب انجام دیتے ہیں -

۲۲- خان بہادر غلام محمد حسن خان صاحب - بی - اے میونسپل کمشنر

۲۳- کرنیل جیمس اسکنر صاحب جی - بی

۲۴- رائے بہادر لالہ ہردیان سنگھ صاحب جونیر وائس پریسیڈنٹ کمیٹی دہلی -

۲۵- معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ پسر شاہ عالم بادشاہ مرحوم

۲۶- ای - کوپر - سی - بی ڈپٹی کمشنر دہلی ۲ کرنیل جے ڈبلیو ہلٹن صاحب کمشنر دہلی پیش کردہ نواب مالیر کوٹلہ - آسکے قریب کمرہ میں مغرب کی جانب -

پبلک لائبریری

ہے جسمیں اخباروں اور انگریزی و اُردو اور دیگر کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود رہتا ہے - یہ لائبریری سنہ ۱۹۰۱ء میجر ایم ڈبلیو - ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر کی سعی اور کوشش سے قایم کی گئی ہے - اسمیں ہر خاص و عام کو جانے کی اجازت ہے - جو ۸ بجے فجر سے ۱۱ بجے تک اور ۲ بجے سے ۶ بجے تک کھلی رہتی ہے - اسکے متصل جانب شمال

عجائب خانہ

ہے اسمیں طرح طرح کے مُردہ جانور اور عجیب عجیب چیزیں اور نادر نادر تصویریں موجود ہیں - ۸ بجے فجر سے ۱۰ بجے تک کھلا رہتا ہے - ہر شخص بلا فیس جا کر دیکھ سکتا ہے - ٹاؤن ہال کے شمال میں ایک چبوترہ پر جو ساڑھے چھ گز طول اور ساڑھے چار گز عرض رکھتا ہے اور

سنگین ہاتھی

نصب کیا ہے اسکے بننے کا حال معلوم نہیں کہ کیا تھا ہاں اتنا معلوم ہے کہ سنہ ۱۶۴۵ء شاہجہاں کے وقت میں گوالیار سے لایا گیا دہلی دروازہ قلعہ کے باہر نصب کیا گیا - پھر اورنگ زیب عالمگیر نے وہاں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا ڈالے ایک زمانہ دراز تک نا معلوم کہیں زمین میں دبا دیا پڑا رہا - مدتوں کے بعد سرکار انگریزی کے عہد میں زمین میں دبا ہوا نکلا اول درست کرایا گیا اور اوزیری مجسٹریٹی کی کچہری کے متصل قایم کیا گیا پھر لالہ شمبھو ناتھ صاحب میونسپل کمشنر کی لاگت سے وہاں سے اٹھوا کر سنہ ۱۹۰۳ء میں ٹاؤن ہال کی جنوبی جانب جہاں ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا بُت نصب ہوا ہے کھڑا کیا گیا تھا اب سنہ ۱۹۰۳ء میں ٹاؤن ہال کی جانب شمال قایم کیا گیا ہے اسکے متصل پشت کی جانب ایک عمدہ سنگین حوض بنا ہے

جنکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

۱۔ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند

۲۔ لفٹنٹ کرنیل سی۔ ڈبلیو۔ ڈیوس۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کمشنر دہلی سنہ ۱۸۵۹ء

۳۔ خان بہادر محمد الٰہی بخش صاحب سینئر۔ وائس پریسیڈنٹ کمیٹی۔

۴۔ رائے چھنامل صاحب آنریری مجسٹریٹ سنہ ۱۸۶۲ء لغایتہ سنہ ۱۸۶۲ء میونسپل کمشنر سنہ ۱۸۶۲ء لغایتہ سنہ ۱۸۶۵ء

۵۔ رائے بہادر رام کشنداس صاحب آنریری مجسٹریٹ

۶۔ رائے مہیش داس صاحب آنریری مجسٹریٹ سنہ ۱۸۶۲ء لغایتہ سنہ ۱۸۶۴ء

۷۔ رائے بہادر رام اوسنگہ صاحب آنریری مجسٹریٹ سنہ ۱۸۶۱ء لغایتہ سنہ ۱۸۶۹ء میونسپل کمشنر سنہ ۱۸۶۹ء لغایتہ سنہ ۱۸۶۹ء

۸۔ سر روبرٹ ہملٹن بارٹ۔ کے۔ سی۔ بی۔ پیش کردہ رائے امید سنگہ بہادر۔

۹۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب سب رجسٹرار۔ میونسپل کمشنر فیلو پنجاب یونیورسٹی واونریری مجسٹریٹ۔

۱۰۔ ارڈکیل صاحب بہادر پیش کردہ لالہ نراین داس گوڑ والہ۔

۱۱۔ رائے بہادر لالہ سر بکشن داس صاحب گوڑ والہ۔

۱۲۔ ارل اوف ایلگن اور کنکارڈین کے۔ ٹی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ بی۔ پی۔ سی ڈیسرائے و گورنر جنرل ہند پیش کردہ لالہ چھنامل صاحب

۱۳۔ خانصاحب حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر۔

۱۴۔ جے۔ سی۔ پیری صاحب چیرمین اول میونسپل کمیٹی دہلی پیش کردہ مصور

۱۵۔ برگیڈیر جنرل جون نکلسن۔ سی۔ بی۔ جو فتح دہلی کے وقت ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء میں فوت ہوئے

۱۶۔ لارڈ مٹکاف صاحب بہادر پیش کردہ مرزا الٰہی بخش صاحب۔

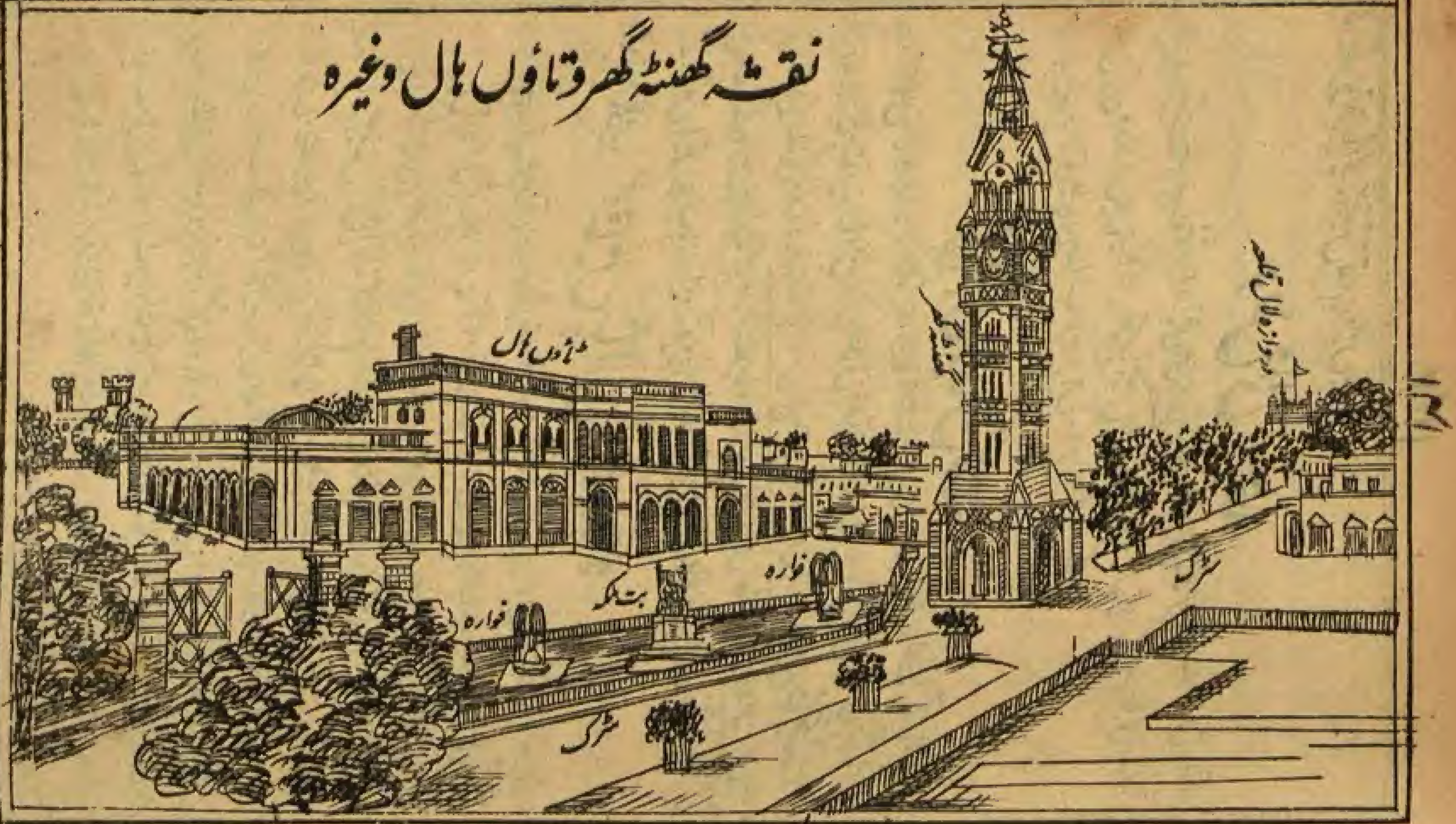
۱۷۔ کرنیل۔ اے۔ آر۔ ای میکنزی سابق کمشنر

۱۸۔ اونریبل مسٹر روبرٹ کلارک۔ ای۔ سی۔ ایس۔ ڈپٹی کمشنر اور کمشنر

۱۹۔ ارل کیننگ جی۔ سی۔ بی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ گورنر جنرل و اول ڈیسرائے کشور ہند پیش کردہ لالہ مہیش داس صاحب

۲۰۔ سر روبرٹ منٹگمری بارٹ کے۔ سی۔ بی لفٹنٹ گورنر پنجاب پیش کردہ جے۔ سی پیری۔

۲۱۔ رائے صاحب بابو جگل کشور صاحب وکیل چیف کورٹ و میونسپل کمشنر۔


نقشہ گھنٹہ گھر و ٹاؤن ہال وغیرہ
ٹاؤن ہال
گھنٹہ گھر
دروازہ لال قلعہ
فوارہ
بت ملکہ
فوارہ
سڑک
سڑک

دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسکے قریب ہی

سنگ مرمر کا ترشا ہوا حوض

ہے ایک پتھر کا بالکل بے جوڑ۔ اتنا بڑا پتھر اور ایسا بڑا بے جوڑ حوض دور دور اکثر جگہ پر نہ ہوگا اسکی حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا پتھر مکرانہ کی کان سے برآمد ہوا صفائی اور شفافی میں بے نظیر تھا شاہی حکم کیموافق اسکا حوض بنایا گیا چار گز مربع اور ڈیڑھ گز عمیق حوض بنکر تیار ہوا پائے وغیرہ سب اسی پتھر میں سے نکل آئے جب بن بنا کر طیار ہو گیا تو مکرانہ جو دار الخلافہ سے دو سو کوس کی مسافت رکھتا ہے نہایت احتیاط کے ساتھ لایا گیا اور موتی محل میں رکھا گیا۔ غدر کے بعد سے ملکہ کے باغ میں رکھا ہوا ہے۔

ٹاؤن ہال کے جنوبی جانب ایک چمن میں

ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کا بُت

نصب کیا ہوا ہے یہ بت ملکہ معظمہ کی وفات کے بعد تیار ہوا ہے اور ۱۹۰۲ء میں انکا یادگار قایم کیا گیا ہے یہ بُت جیمس اسکنر صاحب رئیس دہلی کا پیش کردہ ہے انہوں نے ولایت کے ایک بڑے کاریگر سے بہت سا روپیہ صرف کر کے بنوایا ہے علاوہ بت کی قیمت کے نصب کرنے میں تقریباً ۸ ہزار روپیہ صرف ہوا ہے ملکہ معظمہ کی یادگار ہونے کی وجہ سے ریل والوں نے اسکا محصول نہیں لیا اس بت کے دائیں بائیں دو حوض بنے ہیں دونوں میں فوارے لگے ہیں اب ہم گھنٹہ گھر اور ٹاؤن ہال اور ملکہ کے بت کا نقشہ دیتے ہیں جس سے اسکی خوبی بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

گھنٹہ گھر کے جانب جنوب

نئی سڑک

واقع ہے۔ یہ بازار تقریباً آٹھ سو ساٹھ قدم لمبا ہے۔ اس بازار میں عموماً گھڑی ساز۔ شال دوز اور چھیپی۔ چرم فروش اور سٹہ والوں کی دوکانیں ہیں۔ یہ بازار غدر کے بعد بنایا گیا ہے۔ اسکے دو طرفہ دوکانیں اور کوٹھے برابر ہموار چلی گئی ہیں شروع بازار سے تقریباً ساٹھ قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب **کوچہ خانخند** ہے اور دائیں جانب **موتی کٹرہ** ہے جسمیں کپڑے کی منڈی ہے اسکے آگے بائیں جانب **دفتر بھارت دھرم مہا منڈل** ہے جسکے سکرٹری پنڈت دیندیال ہیں اس سے آگے

جو اس فن میں لاجواب ہو آپ کے صاحبزادے گسائیں **چُنی لال** صاحب ہیں جو کہ علم موسیقی اور فن دیگر میں کمال رکھتے ہیں۔ بائیں جانب راستہ تراہہ میں ہوتا ہوا ایک طرف چاندنی چوک میں جا نکلتا ہے اور دوسری طرف کناری بازار ہوتا ہوا ٹرے دریبہ میں چلا جاتا ہے۔ اسیمں رائے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب ساہو گوڑوالہ میونسپل کمشنر اور آنریری مجسٹریٹ کا مکان ہو اس سے آگے بائیں جانب

کٹرہ غفور بخش

ہے۔ آجکل اسیں سٹہ کھیلا جاتا ہو۔ ایک غل وشور رہتا ہے۔ انبوہ کثیر جمع ہوتا ہے۔ شہر کیلئے آفت جان ہے اسکی بدولت ہزاروں امیر فقیر ہو جاتے ہیں اور فقیر روٹیوں سے محتاج ہو کر دو دو دانہ بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب کوٹھی **ڈاکٹر نتھو لال** صاحب ملازم ریاست پٹیالہ ہے یہ کوٹھی نہایت عظیم الشان اور خوبصورت بنی ہے اس سے آگے بائیں جانب محلّہ روشن پورہ ہے اس میں عموماً کایستھ صاحبان کے مکانات ہیں۔ دائیں طرف راستہ بجاٹکہ میں سے دائی واڑہ گزرتا ہوا بی بی گوہر کے کوچہ سے آگے محلّہ چرخہ والاں میں جا ملتا ہو۔ اسی جگہ

حکیم نواب جان صاحب

مطب کرتے ہیں آپ لائق طبیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں باوجود اور کمالات کے اخلاق پسندیدہ میں یگانۂ روزگار ہیں حکیم محمود خانصاحب مرحوم مغفور کے خاندان سے کچھ قرابت رکھتے ہیں۔

نئی سڑک کے بائیں جانب راستہ روشن پورہ کو ہوتا ہوا دائیں جانب چھتہ منسکہ رائے سے گزر کر گلی پہاڑ والی سے آگے مسجد کھجور کو جا نکلتا ہے مسجد کھجور سے آگے۔

رائے صاحب لالہ گردھاری لال صاحب وکیل

کا مکان ہے۔ آپ شہر کے معزز اہل ہنود اور معززین وکلا، شہر میں سے ہیں عرصہ تک میونسپل کمشنر بھی رہے ہیں لیکن اب اسکو چھوڑ کر دیگر کاروبار وکالت وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں۔

اور سیدھا راستہ چیرہ خانہ سے ہو کر سید واڑہ سے آگے مالیواڑہ میں جا نکلتا ہے۔

[1] چیرہ خانہ میں

گھنٹہ گھر سے تقریباً ایکسو بتیس قدم پر دائیں جانب

حوض والی مسجد

واقع ہے - یہہ مسجد بہت خوشنما اور اچھی بنی ہوئی ہے - اسمیں ایک حوض بھی ہے - اس مسجد کے
متعلق تین دو کانیں ہیں جنکا کرایہ تقریباً بتیس روپیہ ماہوار ہے - اس مسجد کے مہتمم حاجی عبدالغفار
صاحب نبیرہ حاجی علیجان صاحب مرحوم ہیں - اس سے آگے

گلی حاجی علیجان صاحب

ہے - اسمیں انکا کارخانہ اور مکانات ہیں اسوقت اس میں حاجی عبدالغفار صاحب رہتے ہیں
حاجی صاحب نہایت دیندار باوضع خوش اخلاق بامروّت شخص ہیں - انکی کوٹھی چاندنی چوک میں ہے
انکی صفائی معاملہ کی دُور دُور شہرت ہے - اس گلی سے آگے دائیں جانب **کوچہ خانچند ہے**
اس سے آگے دائیں جانب کٹرہ راے بہادر لالہ سری کشندا اس صاحب گوڑ گانوہ والہ - اس سے
آگے دائیں بائیں جانب بازار مالیواڑہ ہے دائیں جانب راستہ بازار کناری بازار میں جانکلتا ہے اوردائیں جانب فقر کوٹھی لاٹ گلی میں واقع ہے
اسکے مقابل گلی میں

گسائیں پنا لال صاحب سادھو

کا مکان ہے - آپ علم موسیقی اور خصوصاً ستار نوازی میں کمال رکھتے ہیں دہلی اور اسکے گرد و نواح میں
اس فن میں آپکا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا جسوقت ستار نوازی میں مصروف ہوتے ہیں تو اُسکی آواز سے
در و دیوار اور سامعین پر تصویر کا عالم طاری ہوجاتا ہے اور بیخودی کے عالم میں سر دُھنتے ہیں -
چھ راگ اور چھتیس راگنی انکی تابعداری غلام اور کنیز ہیں واقع میں فن موسیقی اور ستار نوازی میں یکتائے
روزگار ہیں - ایسے ہی خوش اخلاق منکسر المزاج اور سلیم الطبع ہونے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے - اکثر
راجگان اور نواب انکی بہت قدر کرتے ہیں - لارڈ کرزن صاحب بہادر ویسراے و گورنر جنرل ہند کی
میم صاحبہ نے بھی خوشنودی مزاج کی چھٹی دی ہے - انکے بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ہمراہ قصبہ اوچ ضلع
ملتان سے دہلی میں آئے - انکے دادا گسائیں مکھن لال صاحب شاہ عالم کے وقت میں موجود تھے اور
چار سال سرکار انگریزی کی طرف سے مقرر تھا چنانچہ غدر تک برابر جاری رہی - گسائیں صاحب موصوف
نیک باخدا اور رنگین طبیعت فقیر صفت آدمی ہیں - انہوں نے علم موسیقی میں ایک کتاب نادر نمود گر تصنیف کی ہے

مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن خانصاحب راشد

کالکان ہیں۔ آپ نہایت لایق و فایق ذی علم فقیر دوست صوفی منش متقی پرہیزگار شخص ہیں۔ سینٹ سٹیفن
مشن کالج کے عربی کے پروفیسر ہیں۔ آپ صاحبزادہ عالم باعمل فاضل بے بدل جامع شریعت و طریقت جناب
مولوی حافظ حاجی شاہ محمد عبدالرحیم صاحب ہادی قادری مرحوم مغفور کے ہیں۔ حاجی محمد عبدالرحیم صاحب
ہادی کو طفلی ہی سے تحصیل علوم و تکمیل علم حقایق کا فطرتی شوق تھا چنانچہ جن استاد سے آپ نے
ابتدائی قرآن شریف کی تعلیم پائی تھی اون کے فیض صحبت سے آٹھ ہی سال کی عمر میں پیادہ پا منزل
بمنزل سوات بنیر جناب غوث زمان قطب دوران حضرت اخوند شاہ محمد عبدالغفور صاحب قادری علیہ الرحمہ
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کلام شریف یاد کیا اور تعلیم علم حقایق کے ساتھ ہی ساتھ صرف
و نحو و فقہ کی سب کتابیں پوری کیں اور بارشاد شیخ دہلی آکر باقی کتب درسیہ و طب تمام کر کے پھر
واپس وہیں جاکر حاضر ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل معارف حقانی میں مشغول رہے بعد ازاں
شیخ نے رخصت فرمایا اور ہندوستان کی اجازت دی۔ پس غدر سے کچھ عرصہ پہلے دہلی آکر آپ
تعلیم و ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہوئے۔ بعد غدر آپ نے علم دین کو ذریعہ معاش نہ بنایا بلکہ
ہمیشہ نوکری سے کسب معاش کی۔ آپکی مفیدہ تصانیف سے صرف میں چیستان صرفیہ اور
علم قرأت و تجوید میں مرأت القرآن فارسی منظوم اور عام پند و نصائح میں روضۃ النعیم و رحمۃ الرحیم
فی ذکر النبی الکریم صلعم تزویج الایامیٰ۔ رانڈوں کی شادی خورد و کلاں و فتح سنت الاسلام وغیرہ
مشہور و مقبول کتابیں ہیں۔ ملک ہریانہ میں خصوصاً آپ سے مخلوق الٰہی کو بیحد ہدایت
ہوئی ہے اور صدہا رسوم کفر اور بدعت وہاں سے دفع ہوئیں۔ اور سنن جناب خیر الانام صلعم
زندہ ہوئیں چنانچہ جھجر ضلع رہتک میں جامع مسجد اور مدرسہ قوت الاسلام رحیمیہ آپکی سعی مشکور
کا کافی ثبوت اور زندہ یادگار ہے۔ آپکی وفات ۱۳۰۰ھ ہجری ۱۳ ماہ ذیقعدہ بچپن برسکی عمر میں
ہوئی مادہ تاریخ قدرضی اللہ عنہ ہے۔ مزار پر انوار آپ کا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ میں زیارتگاہ
ہے آپنے علاوہ حافظ مولوی حکیم محمد جمیل الرحمن خانصاحب راشد دہلوی خلف اکبر کے چار
صاحبزادے اور ایک دختر اپنے بعد چھوڑی۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب دفعدار سکول ماسٹر اول
رسالہ۔ مولوی سعید الرحمن خانصاحب صوفی۔ مولوی امان الرحمن خانصاحب چشتی صابری محمد عثمان خاں
صاحب لیس دفعدار نائب سکول ماسٹر اول رسالہ ہیں۔ کوچہ لال امان کے محاذ میں دائیں جانب

حضرت شاہ صدر جہاں علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپ قادریہ خاندان میں سے ہیں۔ آپکا وصال ۱۰۸۲ھ ہجری میں ہوا۔ ۱۲ و ۱۳ ذیقعدہ کو عُرس ہوتا ہے یہاں شاہ فیاض الدین صاحب درگاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ وہی اس خدمت کو بجالاتے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف کے پیر مرشد

مخدوم شاہ عالم صاحب

تھے جنکا مزار موضع وزیرآباد ضلع دہلی میں ہے۔ آپکا وصال ۱۱۳۶ھ ہجری میں ہوا۔ ۷ و ۸ جمادی الاول کو عُرس ہوتا ہے۔ دونوں عُرسوں کیلئے موضع مراد بند شاہی وقت سے جاگیر میں چلا آتا ہے اور اب شاہ فیاض الدین صاحب کے اہتمام میں ہے۔

اور اسی محلہ میں بابو مادھو نراین صاحب ہیڈ کلرک مینونسپل کمیٹی رہتے ہیں۔

روشن پورہ سے آگے دائیں جانب دیوانخانہ راجہ شوقی رام ہے اس میں **مولوی عنایت احمد صاحب وکیل** رہتے ہیں نہایت ذی علم دیندار خانداقی پرجوش لائق خلق آدمی ہیں۔

اس سے آگے دائیں جانب **بابو مدن گوپال** صاحب بیرسٹرایٹ لا کا مکان ہے۔

آگے جاکر یہ بازار شاہ بولا کے بڑھ پر چاوڑی بازار میں جاملتا ہے اب گھنٹہ گھر سے فتحپوری کی جانب چلیئے۔ چند قدم چلکر جنوب کی جانب

کوچہ رائیمان

ہے۔ اس میں دنداں ساز اور مصور اور تمام مسلمان لوگ رہتے ہیں۔ یہ رستہ ایک برج کی مسجد کے پاس ہوکر بازار بلیماراں میں جانکلتا ہے۔ شروع کوچہ پر ایک مسجد ہے۔ پہلے یہ مسجد چھوٹی سی تھی ۱۳۱۰ھ ہجری میں غفور بخش صاحب سوداگر چھرہ والے نے اپنی عالی ہمتی سے اُسکو بہت وسعت دیگر دو منزل بنوایا۔ اوپر کے درجہ میں مدرسہ ہے۔ چھوٹے چھوٹے سے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اس مسجد کی جنوب میں ایک بہت بڑا حوض سنگین بنا ہوا ہے اُسکے اوپر مکانات بنے ہوئے ہیں۔ جنمیں طلبا رہتے ہیں۔ اس مسجد کے خرچ کی کفالت غفور بخش صاحب سوداگر چھرہ والے کرتے ہیں۔ اس محلہ میں

بازار بلیماراں

ہے - یہ بازار تقریباً آٹھ سو قدم کا ہے اس میں عموماً پنجہ بند صندوق فروش - عطار اور ریشم والوں اور منہیاروں کی دوکانیں ہیں - آگے بڑھکر تھوڑے فاصلہ پر بائیں جانب گلی سوداگراں وکٹرہ حکیم محمد حسین خاں ہے - آگے دائیں جانب گلی کپتے والاں ہے یہاں پر چرمی کپتے اور ترازو کے پلڑے بنتے ہیں اسی جگہ

حاجی عبد الغنی صاحب

کا مکان ہے آپ پنجابی صاحبان میں نہایت دیندار خیر خواہ قوم نامور اور مخیر شخص ہیں آپ موید الاسلام کے بھی ممبر ہیں آپ کے والد حاجی قطب الدین صاحب مرحوم نے زینت المساجد کے چھڑوانے میں نہایت کوشش کی اور اوسمیں کامیاب ہوئے اور عرصہ تک اوسکے نگراں رہے چنانچہ زینت المساجد کے ذکر میں گزر چکا آگے حویلی حسام الدین حیدر ہے - اس میں

حکیم اسد علیخاں صاحب مضطر

کا مکان ہے آپ حکیم برعلیخاں صاحب کے صاحبزادے ہیں - خاندانی طبیب ہیں - تشخیص بھی نہایت خوب ہے شاعری میں بھی کمال رکھتے ہیں مضطر تخلص فرماتے ہیں -

اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ حکیم محمود خان ہے - اس میں آجکل

مدرسہ نعمانیہ

ہے اسکے مہتمم اور منتظم مولوی عبد الرشید صاحب خلف مولوی عبد الحکیم صاحب مرحوم ہیں اس میں بچوں کو قرآن شریف اور دینی اور نوی تعلیم دیجاتی ہے - کمیٹی سے چالیس روپیہ سالانہ کی مدد ملتی ہے اس سے آگے دائیں طرف کٹرہ بجواڑیاں ہے اسکے متصل ہی دو کانیں **جمال الدین وحمید الدین عطار** اور فیض الحسن عطار کی ہیں - ہر دو دوکانیں بہت مشہور اور معروف ہیں - ہر قسم کی عمدہ دوائیں موجود رہتی ہیں - فیض الحسن وغیرہ عطار دنکے قریب

حکیم غلام رضا خانصاحب

کی حویلی ہے - اسوقت شریف خانی خاندان میں سب سے بزرگ آپ ہی شمار ہوتے ہیں

کوچہ قابل عطار ہے اسمیں پارچہ فروش لوگ رہتے ہیں۔ کوچہ رحمان کے آگے بڑھکر **عبدالغفور حلواسوہن**
کی دوکان ہے یہ دوکان تقریباً دو سو برس سے قائم ہے دوسری کسی دوکان پر اس سے بہتر حلوا سوہن نہیں ملتا دور نزدیک نامی اور
مشہور دوکان ہے۔ اس سے آگے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر **کٹرہ بنارسی داس و باشنکر** ہے اسمیں کپڑے کی تجارت ہوتی
اسکے محاذ میں **کریم بخش نان بائی** کی دوکان ہے جسکی نہاری روٹی مشہور و معروف ہے صبح کے وقت کھانیوالوں کا
تار بندھا رہتا ہے۔ نان بائی کی دوکان سے تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر **گلی سیدانی** بائیں جانب **کوچہ پنجہ بنداں** ہے
اس سے آگے تقریباً چالیس قدم کے فاصلہ پر بائیں جانب **کٹرہ قطب الدین** ہے اسمیں کپڑے کی منڈی ہے دوکاندار یہانسے
کپڑا لیجاکر بیچتے ہیں یہیں جنت فروشوں کی دوکانیں ہیں بیش قیمت اور خوش وضع جوتے فروخت ہوتے ہیں۔
گلی سیدانی سے آگے

کٹرۂ نیل

ہے اس میں عموماً کھتری صاحبان متمول اور خوش حال لوگوں کے مکانات ہیں۔ شروع ہی میں
رائے بہادر لالہ شیو پرشاد صاحب اونریری مجسٹریٹ
کا مکان ہے۔ آپ کھتری صاحبان میں سب سے معزز اور ممتاز خاندان کے ممبر ہیں یعنی رائے بہادر لالہ
رام کشنداس صاحب متوفی کے جانشین ہیں آپکے اخلاق اور عادات کا ہر شخص مداح ہے آپ بہت بڑے رؤسا شہر میں سے
گنے جاتے ہیں آپ کے مکان کے محاذ میں ایک مسجد ہے اور اسکے نیچے دو دکانیں واقع ہیں۔ مسجد وقف ہے۔ دو دکانوں
کا کرایہ رائے بہادر صاحب کی ملکیت ہے خدا جانے کیا قصہ ہے آگے بڑھکر
رائے بہادر لالہ ہرکشن سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ میونسپل کمیٹی و اونریری مجسٹریٹ
کا مکان ہے آپ بھی کھتری صاحبان کے منتخب آدمیوں میں سے ہیں اور شہر کے اہل ہنود صاحبان کے معززین لوگوں
میں شمار ہوتے ہیں۔ نیز اونریری مجسٹریٹ اور وائس پریسیڈنٹ کمیٹی ہیں۔ آگے تین دوکانیں اور ایک
بڑوالی مسجد
واقع ہے ان تینوں دوکانوں کا کرایہ تقریباً چھ روپیہ ماہوار انجمن مؤید الاسلام میں جاتا ہے اور وہی اسکی نگرانی کرتی ہے
اور جو شخص اس مسجد میں رہتا ہے چار روپیہ ماہوار سے اوسکی خدمت کیجاتی ہے۔ آگے جاکر یہ راستہ باغ دیوار
سے ہو کر لالہ رام کشنداس صاحب کے دھرم سالہ کو ہوتا ہوا **چھتہ جان نثار خان** جانے والی سڑک میں
جاملتا ہے۔ اسی سڑک پر **لالہ لچھمی نراین صاحب میونسپل کمشنر**
کی کوٹھی ہے۔ آپ بھی کھتری صاحبان کے ممتاز ممبروں میں سے ہیں۔ با اخلاق خوش وضع
بامروت شخص ہیں۔ میونسپل کمشنر بھی ہیں۔ کٹرہ نیل کے محاذ میں

مطب کا وقت تھا حکیم صاحب شطرنج کھیلتے تھے اتنے میں ڈولی آئی حکیم صاحب نے نبض دیکھنے کیلئے ڈولی
میں ہاتھ ڈالا اور نبض پر ہاتھ رکھتے ہی فوراً ڈولی کا پردہ اُلٹ دیا اور فرمایا کہ قطامہ ڈولی میں پھیلا آتی
ہے اسکے علاوہ بہت سے قصے مشہور ہیں چونکہ حکیم صاحب کا مزاج بڑا ہوا تھا اکثر ایسی باتیں سرزد ہوتی تھیں
کہ مریضوں کو ہنستے ہنستے کچھ دوا بتا دیتے اور وہ لوگ مزاح سمجھتے اور درحقیقت وہ اُنکا علاج ہوتا تھا۔
غرض تمام ہندوستان میں آپکا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ حکیم محمود خان صاحب علاوہ علمی لیاقت و ذاتی شرافت
کے فقیر دوست درویش نواز تھے۔ امیروں کی مطلق پروانہ کرتے فقیروں کا دَم بھرتے۔ دیوبند
ضلع سہارنپور میں گھسین شاہ صاحب ایک مجذوب صاحب خدمت تھے حکیم صاحب ہمیشہ دلی سے دیوبند تشریف
لیجاتے اور پیادہ پا کئی کئی روز تک اُن کے ساتھ رہتے۔ حکیم صاحب حافظ عبدالرحمٰن صاحب بینا جو کہ اکمل فقرا
اور عظام مشائخ سے تھے جنکا اب مزار حضرت سلطان نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے قریب ہی مرید تھے
اونکا وظیفہ فرمایا ہوا حکیم صاحب ہمیشہ بعد مغرب وظیفہ رکھتے تھے اونکے بعد اونکے صاحبزادہ حاذق الملک
حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم کا بھی طریق رہا غرضکہ حکیم محمود خانصاحب نہایت آزاد مستغنی المزاج تھے
یہ فقرا کی صحبت ہی کا اثر تھا۔ دوا کا محض بہانہ تھا اور جو مریض آتا بہت جلد شفا پاتا حکیم محمود خانصاحب کے بعد
انکے بڑے صاحبزادے

حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان صاحب

مطب میں بیٹھے۔ علمی عملی وجاہت نے زمانہ کو مسخر کر لیا اس خاندان میں یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ شہر
کے لوگوں سے مطلق فیس نہیں لیتے امیر غریب سب کا علاج برابر اسیطرح تشفی اور تسلی سے
کرتے ہیں۔ حکیم عبدالمجید خان صاحب نے اپنے زمانہ میں مطب کو وہ رونق دی کہ دُور دُور آپکی
تشخیص اور خلق خداداد کا ڈنکا بج گیا وہی حکیم صاحب تھے نے اپنے آبا و اجداد کے نام کو روشن کر دیا
چونکہ دلی لکھنؤ کے اہلِ کمال میں ابتدا سے چشمک چلی آتی ہے شعرا کی باہمی مناظروں سے کتابیں
بھری پڑی ہیں اعتقاد کے خیال سے بھی بالعموم تضاد کی نسبت ہے اسلئے اکثر بعض مواقع پر
وہاں کے اطبا سے مقابلہ ہوتا مگر کوئی لگا نہ کھاتا۔
سنہ ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۱۸۸۹ء میں آپ نے ایسے بڑے اور مفید کام کی بنیاد ڈالی جس سے تمام
ہندوستان آپکا ممنونِ احسان ہے یعنی ۲۳ جون ۱۸۸۹ء میں مدرسہ طبیہ کی بنیاد ڈالی اور ایک بہت
بڑا جلسہ کیا جسمیں معززین سربرآوردہ لوگ شریک تھے۔ اس جلسہ میں مدرسہ کا افتتاح ہوا

نہایت فاضل وقابل آدمی ہیں۔ نہایت نیکبخت با اخلاق ۔ باحمیت ۔ دیندار۔ علم طب میں طاق مزاج
ریاست بردواں وغیرہ میں عرصہ تک تعلق رہا اگر اب دہلی ہی میں مطب فرماتے ہیں آپکے چھوٹے بھائی

حکیم احمد سعید خانصاحب

نہایت لائق ۔ فائق ۔ نوجوان ۔ علم طب کے فارغ التحصیل ہیں جس مکان میں حکیم واصل خان صاحب پہلے
مطب کرتے تھے آپ وہاں مطب کرتے ہیں ۔ آپکی ذہانت اور جودت طبع اور توجہ واخلاق کیوجہ سے
تھوڑے ہی عرصہ میں مطب کو نہایت رونق ہو گئی ہے ایک دو دفعہ بمبئی پہنچ کر بھی معرکہ کے علاج
کیئے ہیں علاوہ خاندانی اعزاز کے شہر کے میونسپل کمشنر اور مختلف اسلامی انجمنوں کے ممبر ہیں ۔
اب تراہہ آگیا ہے ایک یہ رستہ ہے جس سے آرہے ہیں شرقی جانب قاسم جان کی گلی ہے اور سید بار اسکے
جنوب میں حکیم عبد المجید خاں صاحب کے مکان کے برابر جاوڑی ہی میں چلا آتا ہے اول قاسم جان کی
گلی کا حال بیان کرنا منظور ہے مگر چونکہ **مدرسہ طبیہ** واقع ہے اور اُسکا تعلق خاص جناب حکیم صاحب
مرحوم سے ہے اسلیئے اول حکیم صاحب کے دولتخانہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ حکیم غلام رضا خان صاحب کی حویلی
سے آگے بڑھکر بائیں ہاتھ شرقی جانب ۔

حاذق الملک حکیم عبد المجید خانصاحب مرحوم رئیس دہلی

کی حویلی ہے آپ شریف خانی خاندان کے فخر تھے ۔ دلی کے تمام اطبا بلکہ ہندوستان کے مشاہیر حکما یونانی میں
حکیم محمد شریف خان صاحب کا خاندان نامور معروف ومشہور ہے اور واقعی حکیم شریف خاں صاحب اپنے
زمانہ میں یکتا تھے ایک فن طب ہی نہیں بلکہ دیگر علوم میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے بہت سے رسائل اور کتب
آپ کی تصنیف میں مگر طبع نہیں ہوئے ۔ شرح اسباب پر آپکا مبسوط حاشیہ موجود ہے عنقریب طبع ہونیکی
امید ہے ۔ حکیم شریف خان صاحب کے بعد اُنکے صاحبزادہ حکیم صادق علیخان صاحب نے مطب سنبھالا
اور اپنے والد مرحوم کی طرح زمانہ میں نام پیدا کیا اُنکے بعد اُنکے صاحبزادہ حکیم محمود خانصاحب کا شہرہ ہوا
دور دور کے اطبا ۔ لوہا مان گئے تشخیص امراض کے ساتھ قیافہ کو اتنا دخل تھا کہ دور سے مریض کی
صورت دیکھکر اُسکا مرض بتا دیتے ہر شخص کو اُسکی حیثیت کے موافق نسخہ دیتے نباضی میں وہ کمال
حاصل تھا کہ علاوہ امراض کے اور بہت سی باتیں بتا دیتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صاحب
نے محض امتحان کے لیئے ایک رنڈی کو ڈولی میں بٹھا کر کہار ساتھ کر کر حکیم صاحب کے مطب میں روانہ کیا

علاج کے لیئے آتے ہیں گویا آپکا دوا خانہ مریضوں غریبوں اور ہر قسم کے اہل حاجات کا ملجا بنا ہوا ہے خدائے تعالیٰ ایسے مکرم خاندان کو ابدالآباد تک قائم رکھے۔

حکیم صاحب کے دوا خانہ کے مقابل دو کانوں کے اوپر نہایت خوبصورت مسجد ہے حکیم صاحب مرحوم کی سعی سے اسمیں بہت رونق ہوگئی ہے اب پہلے قاسم جان کی گلی میں چلیئے اسکے بعد حکیم صاحب کے مکان سے چاوڑی میں آجائیں گے۔

گلی قاسم جان

میں بڑے بڑے شریف لوگ آباد ہیں گلی میں گھسکر دائیں طرف مدرسہ عنایت اللہ خاں اس سے آگے

غلام نبی خاں صاحب

کا مکان ہے آپ خاندانی رئیس ہیں۔ لائق۔ فائق باوضع شخص ہیں نواب احمد سعید خانصاحب سے قرابت رکھتے ہیں انکے مکان سے آگے بائیں جانب

نواب احمد سعید خانصاحب طالب

کی حویلی ہے نواب صاحب موصوف نواب محمد ضیاء الدین خانصاحب بہادر مرحوم کے صاحبزادہ رؤسائے لوہارو میں سے ہیں نہایت ذہین۔ ذکی۔ ذی علم۔ خوش طبع۔ خوش مزاج۔ موزون طبع۔ بلند خیال شخص ہیں۔ مرزا غالب مرحوم سے تلمذ رکھتے ہیں۔ طالب تخلص کرتے ہیں۔ نہایت پاکیزہ کلام ہے۔ پانسو روپیہ ماہوار ریاست سے وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے مکان سے آگے۔

نواب شجاع الدین خانصاحب تاباں

کا مکان ہے نواب صاحب موصوف نواب شہاب الدین خانصاحب مرحوم کے خلف اکبر اور نواب ضیاء الدین خان مرحوم کے نبیرگان میں سے ہیں۔ نہایت خوشخصال شیرین مقال۔ خوش طبع۔ خلیق آدمی ہیں فن شعر میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں تاباں تخلص کرتے ہیں۔ چار دیوان ضخیم الوزع سخن سنجوں آپکی یادگار موجود ہیں۔ طبیعت آپکی بدرجہ غایت حاضر ہے حتی کہ روزانہ تقریباً پچاس ساٹھ شعر ادنی توجہ سے کہہ لیتے ہیں اور اس فن میں نواب حسین علیخان مرحوم شاداں تخلص اور انور اور فصیح الملک داغ دہلوی سے تلمذ ہے

اور بعد ازاں روز افزوں ترقی ہونی شروع ہوئی گو مدرسے میں کئی مدرس لائق رکھے گئے مگر قانون شیخ حکیم صاحب
خود پڑھاتے تھے باوجود مریضوں کی کثرت و ضروری کاروبار کے طلبا کا سبق ناغہ نہ کرتے ہمیشہ اپنے معمول
پر سبق پڑھاتے مسائل طبیہ و ضروری کار آمد فنون کے مضامین برزبان یاد تھے پڑھاتے وقت
عجیب عجیب نکات بیان کرتے۔ خوبصورتی خوب سیرتی۔ خوش بیانی۔ خوش اخلاقی بہت سی صفتوں سے
موصوف تھے بڑے بڑے جید طلبا فارغ التحصیل آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے اور نہایت خوش ہو کر
جاتے اکثر لوگوں نے آپکی تقریریں لکھی ہیں وہ بھی عجیب غریب باتیں بیان فرمائی ہیں حکیم صاحب کے
حلقہ درس میں بیٹھکر بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بو علی سینا بھی بیان کرتا تو اتنا ہی کرتا۔ انہیں صفتوں
کی وجہ سے آپ نے بہت بڑا اعزاز پیدا کیا سرکار دولتمدار انگریزی سے حاذق الملک کا خطاب عطا ہوا
مگر افسوس ۲۳ ربیع الاول ۱۳۱۹ ہجری روز پنجشنبہ فجر کے وقت انتقال فرما گئے۔ اب آپ کے جانشین

حکیم واصل خاں صاحب رئیس دہلی

ہیں جو حکیم محمود خاں صاحب شفا کے منجھلے صاحبزادہ اور حاذق الملک مرحوم سے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ کی ذہانت
حذاقت محتاج بیان نہیں اپنے بھائی صاحب کے قدم بقدم ہیں گویا آپ میں اور حکیم صاحب مرحوم میں
سر مو تفاوت نہیں ہے بلکہ اخلاق کے لحاظ سے کئی درجہ بڑھے ہوئے ہیں چونکہ آپ اپنے والد بزرگوار ہی
کے زمانہ سے مطب کرتے ہیں اور آپ کے والد کو آپ سے خاص نسبت تھی اسلیئے آپ کو خاص مناسبت ہے
اپنے بڑے بھائی صاحب کے انتقال کے بعد خاندانی مطب کی مسند پر آپ ہی متمکن ہیں اُسی طرح مدرسہ کی اول
جماعت کو قانون وغیرہ کا درس دیتے ہیں غرض جملہ امور باحسن الوجوہ انجام دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو ؎
ایں خانہ تمام آفتاب است ٭

آپ کے دوسرے بھائی

مولوی حکیم حافظ اجمل خاں صاحب

ہیں۔ جنکی علمی قابلیت و معالجات کی حالت و متانت اور اخلاق روشن خیالی۔ سنجیدگی طبع نہ شہر بلکہ تمام ملک کو
تسلیم ہے اور آپ کے متعلق یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ یہ شخص شرف خاندان ہے آپ فن طب کے ساتھ منطق و ادب میں
بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اُردو۔ فارسی۔ عربی زبان میں اشعار کہتے ہیں حقیقت میں ایسی جامع قابلیت کا
آدمی مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے اخلاق آپکے اوضاع و اطوار نہایت ہی تعریف کے قابل ہیں
بحیثیت طبیب خاص حضور نواب صاحب بہادر رامپور آپ کا رامپور میں قیام رہتا ہے دور دور سے لوگ

تفسیر حقانی - نامی شرح حسامی وغیرہ بہت سی کتابیں آپکی تصنیف ہیں۔ مناظرہ سے خاص طور پر
مناسبت ہے تحریر تقریر دونوں تعریف کے قابل ہیں سابق میں مدت تک مدرسہ فتحپوری کے صدر مدرس رہے اب
آپ مکان پر رہتے ہیں شغل کے طور پر دو چار سبق بھی پڑھاتے رہتے ہیں حیدرآباد سے معقول وظیفہ پاتے
ہیں تمام شہر اور بیرونجات کے معززین آپکا اعزاز کرتے ہیں۔ نہایت لائق فائق بے تکلف شخص
ہیں آگے بڑھکر دائیں طرف کوٹھی **نواب لوہارو** اسکے محاذ میں **کوچہ رایمان وجوگی واڑہ**
واقع ہیں اسی کوچہ میں **میر معظم** صاحب کا **مطبع فاروقی** ہے اسمیں اکثر دینیات کی کتابیں
طبع ہوتی ہیں۔ میر صاحب موصوف نہایت شریف نیک بخت منکسر المزاج آدمی ہیں۔ اس سے آگے
بائیں جانب گلی بتو خان ہے اس سے آگے بارہ دری کو رستہ چلا جاتا ہے اس میں **قاضی ابوالخیر**
خلف قاضی محمد زبیر صاحب چشتی نظامی کا مکان ہے۔ آپ نہایت جوان صالح ہیں اس سے آگے
پھاٹک رشید خان ہے یہ رستہ نئی سڑک کو کاٹتا ہوا بلیوارہ میں جا ملتا ہے اس سے آگے
حویلی شیر افگن خاں ہے اسمیں **مطبع نظامی** ہے اس سے آگے دائیں جانب گلی راجے
بہادر شیو سہائے مل پھر بائیں جانب کٹرہ گردھر لعل - دائیں جانب **نواب نجابت ودیوان چند**
اسکے محاذ میں گلی **بڑوالی** پھر دائیں جانب **گلی میران والی** آگے بائیں طرف کٹرہ **بلاقی**
اس سے آگے گلی **دلسکھ رائے خزانچی** اسکے مقابل دائیں جانب گلی پاسیان۔ آگے
یہ رستہ چرخہ والوں میں ہوکر لوئیوں کے بازار سے نکلکر چاوڑی میں جا ملتا ہے اور دائیں طرف
گلی حکیم بقا میں ہوکر چاوڑی میں آملتا ہے یا محلہ دستاں سے نکلکر قاضی کے حوض پر آجاتا ہے
بابو کیدار ناتھ صاحب وکیل بھی اسی طرف رہتے ہیں۔
اب پھر چاندنی چوک میں چلیئے داہنی جانب **نیل کا کٹرہ** ہے بائیں طرف بازار بلیماراں واقع ہے
فتحپوری کی طرف جاتے ہیں اس موقع پر آگے نکلکر **کوچہ برج ناتھ** ہے اسمیں رائے بہادر
لالہ ہردھیان سنگھ صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی کی کوٹھی ہے آگے داہنی جانب کٹرہ رگھو جی
پھر بائیں جانب **بنک بنگال** ہے شہر میں یہ بنک بہت نامی ہے۔
سرکاری لین دین بھی اسی سے ہوتا ہے اس سے آگے بائیں جانب نیشنل بنک ہے دائیں جانب
کوچہ گھاسی رام ہے اسمیں عموماً کھتری صاحبان رہتے ہیں۔ اسی میں بھیروں کا مندر ہے
لالہ شمبھو ناتھ صاحب میونسپل کمشنر بھی یہیں رہتے ہیں۔ آگے بائیں جانب حویلی حیدر قلیخاں
ہے اسمیں لالہ کندن لال وکشوری لعل صاحبان ٹھیکہ دار سرکاری رہتے ہیں۔ سامنے

ریاست لوہارو سے معقول وظیفہ پاتے ہیں۔ آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی

نواب سراج الدینخان صاحب سائل

آپ نواب شہاب الدین خان مرحوم کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ صاحب لیاقت و ذہانت رئیس زادہ ہیں فارسی زبان میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ آردو۔ فارسی دونوں زبانوں میں مرزا غالب مرحوم کی طرز تحریر رکھتے ہیں۔ اس سے آگے بائیں جانب حویلی کالے صاحب ہی۔ اسمیں متفرق لوگ رہتے ہیں اس کے دائیں جانب خان بہادر ڈپٹی ہادی حسین خانصاحب کی حویلی ہی۔ آگے بڑھکر داہنی طرف

مدرسۂ طبیہ

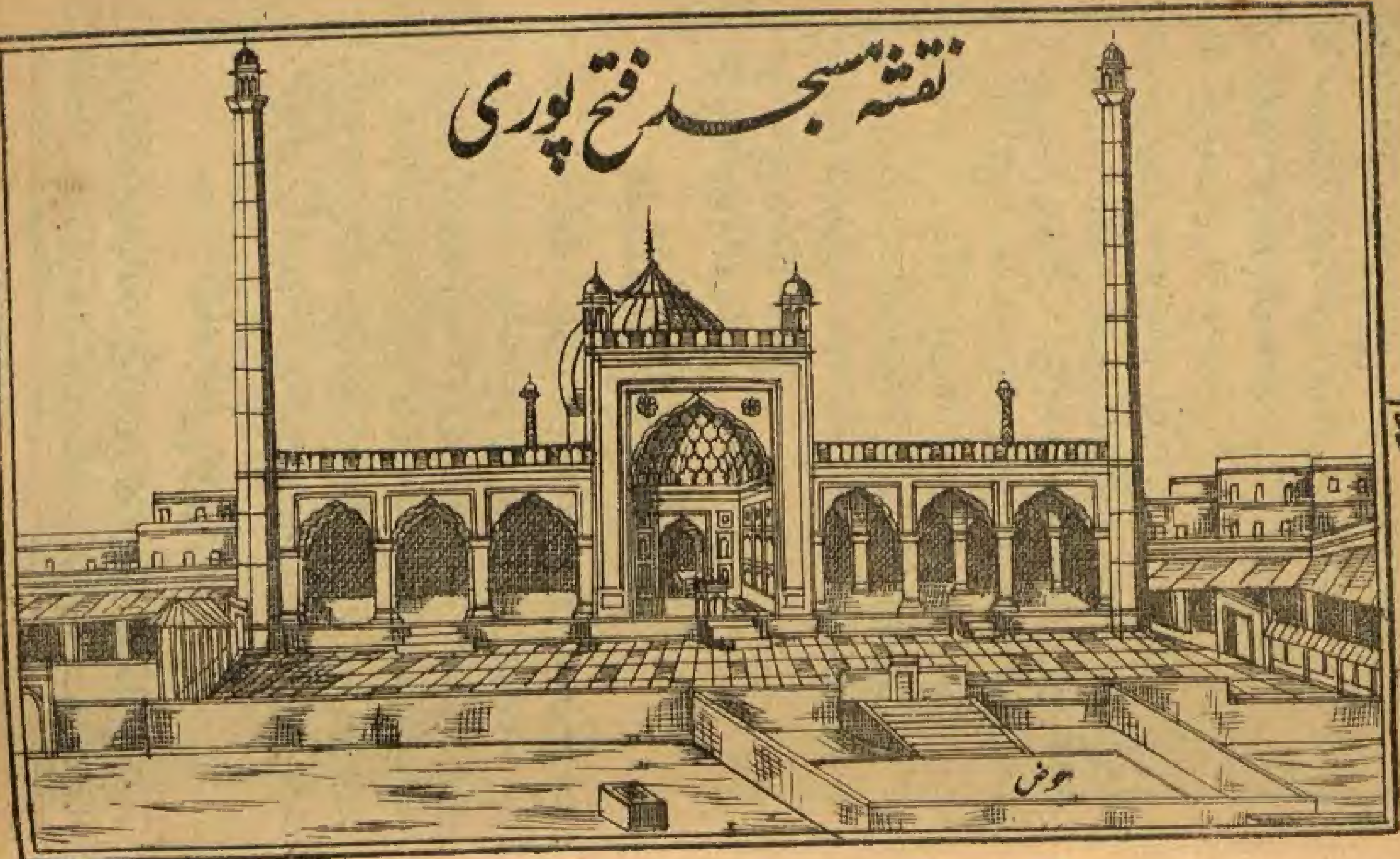
واقع ہی ۲۹ رشوال ۱۳۰۶ ہجری مطابق ۲۳ رجون ۱۸۸۹ء سے جاری ہی اسکے بانی حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم ہیں اسمیں دو لایق ڈاکٹر اور تین مدرس تعلیم دیتے ہیں۔ یونانی ڈاکٹری دونوں پڑھائی جاتی ہیں۔ جماعت اوّل کو حکیم صاحب مرحوم خود پڑھاتے تھے اب اُنکی جگہ اُنکے بھائی حکیم واصل خانصاحب پڑھاتے ہیں اور حکیم صاحب مرحوم کی جگہ آپ ہی سکرٹری ہیں۔
مدرسہ کا خرچ تقریباً ۲۷۵ روپیہ ماہوار ہے۔ سو روپیہ کمیٹی سے امداد ملتی ہے۔ طلبا کو وظیفہ بھی ملتا ہے۔ ابتداے مدرسہ سے آجتک چوراسی طالب علم تکمیل کی سند پاچکے ہیں۔ اور مختلف مواقع میں مطب کر رہے ہیں۔ خداتعالیٰ اس چشمۂ فیض کو قایم رکھے۔ اس سے آگے

نواب بڈھن صاحب

کی حویلی ہی آپ نہایت لایق فائق خاندانی شخص ہیں رؤساے لوہارو سے قریبی قرابت رکھتے ہیں نہایت خلیق منکسر المزاج فقیر دوست آدمی ہیں۔
اب یہ رستہ آگے بڑھکر لال کنوئیں کے بازار میں جاملا ہے۔ قاسم جان کی گلی ختم ہوگئی۔ اب حکیم صاحب کے مکان سے چاوڑی کی طرف چلیے۔ دائیں جانب کٹرہ عالم بیگ اس سے آگے

مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب مولف تفسیر حقانی

کا مکان ہی آپ نہایت ذی وجاہت اشخاص میں شمار ہوتے ہیں معقول منقول میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں


نقشہ مسجد فتحپوری
حوض

مسجدِ فتح پوری

نظر آتی ہے۔ یہ مسجد اس بازار کے ختم پر واقع ہے۔ نہایت عمدہ۔ خوبصورت۔ سنگین سر سے پاؤں تک سنگ سُرخ کی بنی ہے تمام صحن اور دونوں دالانوں کا فرش بھی سنگِ سُرخ کا ہے۔

اس مسجد کا طول ۴۵ گز اور عرض بائیس گز ہے گنبد کے دونوں طرف تین تین در کے ایوان ایوان میں کرسی اور اجارہ میں منبت کاری ہوئی ہے۔ دونوں کونوں پر چھتیس چھتیس گز کے دو منارے ہیں جو نہایت خوشنما بنے ہیں۔ صحن کے آگے ۱۲ سو گز سے چودہ گز کا حوض ہے۔ اس میں چاندنی چوک کی نہر سے پانی آتا تھا اب چار پانچ سال سے بند ہوگیا ہے۔ مسجد کے دائیں بائیں دالان اور طالب علموں کے رہنے کے حجرے بنے ہیں نقشہ سے اسکی خوبی ملاحظہ فرمایئے۔

یہ مسجد نواب فتحپوری محل بیگم صاحبہ زوجہ شاہجہان بادشاہ نے بنوائی ہے۔ اسکے متعلق بہت سی کانیں ہیں غدر کے زمانہ میں یہ دوکانیں ضبط ہوگئی تھیں اور پھر ۱۹۰۰۰ روپیہ کو نیلام ہوئیں لالہ چھنا مل صاحب نے خریدیں اسکے بعد ۱۲۹۲ یا ۱۲۹۳ء میں انجمن راشدین صلح کُل اسلامیہ دہلی کیطرف سے جس میں خواجہ علی احمد احراری وغیرہ شریک تھے واگذاشت جاداد وقفی اور عدم نفاذِ نیلام کی درخواست دی گئی چنانچہ اس درخواست پر سرکار دولتمدار نے کامل توجہ اور پُورا خیال فرماکر اس جاداد کو لالہ چھنا مل صاحب سے بحساب ۵ سیکڑہ سود ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کو خرید لیا اور اسکی عوض میں ایک گاؤں علاقہ پلول میں دینا چاہا لالہ صاحب نے اسکے لینے سے انکار کیا سرکار نے ۱۲۹۳ء میں اس جاداد کو تحصیل کے قبضہ میں دیدیا۔ کرایہ کی آمدنی وغیرہ جمع ہوتی رہی پھر اُس گاؤں کو اپنے طور پر ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ کو نیلام کردیا اور ۱۲۹۵ ہجری میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ اصل و باقی سود وغیرہ لالہ صاحب کو دیکر باقی ایکہزار پانسو روپیہ اور مسجد کی کل جاداد دس ممبروں کی نگرانی میں دیدی اُسوقت سے برابر دس ممبر چلے آتے ہیں اس موقع پر سرکار دولتمدار کی دریادلی اور رعیت نوازی تحسین کے قابل ہے۔ اسوقت اسکے ممبر حسبِ ذیل ہیں

۱۔ شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر دہلی۔

۲۔ خان بہادر محمد اکرام اللہ خانصاحب سب رجسٹرار و آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر

۳۔ خان بہادر ڈپٹی محمد الٰہی بخش صاحب وائس پریسیڈنٹ و آنریری مجسٹریٹ

۴۔ خانصاحب حکیم ظہیر الدین احمد خانصاحب آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر

۵۔ منشی محمد کرم اللہ خان صاحب رئیس دہلی۔

اور لنگر جاری تھا۔ بعد وفات پھر بھی اپنے پیر کی قبر کے برابر مدفون ہوئے باقی اور مزار آپکے مریدوں اور عقیدتمندوں کے ہیں۔ دونوں حضرات کا عرس ربیع الاول کی آٹھویں شب اور نویں دن کو ہوتا ہے پچیس روپیہ سالانہ بابت مصارف عرس اور دو روپیہ ماہوار بابت جاروب کشی وغیرہ مزارات محمد عمر نقیب کو آمدنی مسجد فتحپوری سے ملتے ہیں۔

مسجد فتحپوری کے شمالی دروازہ کے سامنے کا

بازار کھاری باولی

کہلاتا ہے۔ یہ بازار تقریباً ۵۲۰ قدم کے طول میں واقع ہے اسمیں اناج اور گھی کی بڑی بھاری منڈی ہے پنساریوں کی بڑی بڑی دوکانیں ہیں۔ اسکے آگے بڑھکر دائیں جانب محلہ مزید یار جہ ہے۔ اسمیں گھی کی منڈی ہے اس سے آگے **گلی کھاری باولی** مشہور ہے۔ بیشتر اسجگہ سات منزل کی باولی تھی ۹۵۵ھ ہجری میں شیر شاہ اور اسکے بیٹے سلیم شاہ کے عہد میں بنی تھی اب دوکانیں بنگئی ہیں باولی کا نشان تک نہیں رہا اسکے نام سے بازار موسوم ہو گیا ہے۔

اس سے آگے دائیں جانب **کٹرہ حسین بخش** ہے۔ اسکے محاذ میں **گلی تباشہ** واقع ہے اسمیں کھانڈ اور ریوڑی والے۔ بتاشے والے اور اچار اور مربے والے بیٹھتے ہیں۔ اسی گلی میں

خان بہادر شمس العلما مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب - ایل - ڈی

کا مکان ہے آپ رؤسا شہر دہلی میں سے ہیں۔ اصل وطن ضلع بجنور ہے۔ بچپن سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ قرآن اور فارسی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مولوی نصر اللہ خان مرحوم سے جو اُس زمانہ میں بجنور کے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ علم نحو میں شرح ملا جامی تک اور منطق میں میر قطبی تک اور فلسفہ میں میبذی تک کتابیں پڑھیں اسکے بعد تک ۱۸۴۶ء میں دہلی پنجابی کٹرہ کی اکبری مسجد میں (جو غدر کے بعد ٹوٹ پھوٹ گئی) آکر طلبا کے زمرہ میں شامل ہوئے اسکے بعد کوشش اور سعی کر کے دہلی کالج عربی کی دوسری جماعت میں داخل ہوئے اور عرصہ تک بقیہ تکمیل علم میں مشغول رہے تکمیل علوم کے بعد بڑے بڑے عہدوں تحصیلداری و ڈپٹی کلکٹری وغیرہ پر مامور رہے اسکے بعد حیدر آباد میں ایک منصب معقول پر مقرر ہوئے پنشن ہونے کے بعد دہلی آکر تعلیم و تدریس میں تا این دم مصروف ہیں۔ آپکی تصنیفات مفیدہ کثرت سے ہیں

عے نواب فیض احمد خانصاحب رئیس دہلی۔
عث خان بہادر مولوی محمد انوار الحق صاحب رئیس دہلی۔
عث مولوی حافظ حکیم اجمل خان صاحب۔
عو حکیم لطیف حسین خان صاحب۔
عنا حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی۔

اس مسجد میں مدرسۂ عربی قائم ہے۔ اسمیں چار مدرس عربی ایک مدرس فارسی ایک مدرس قرآن کل چھ مدرس ملازم ہیں مسجد کے کل آمدنی للعہ روپیہ ماہوار ہے اسمیں سے سو روپیہ مسجد میں خرچ ہوتے ہیں اور دو سو پچاس روپیہ مدرسہ کے صرف میں آتے ہیں باقی روپیہ جمع رہتا ہے اور وقتاً فوقتاً حسب ضرورت مسجد کے کام میں آتا ہے تمام ممبر دیانت دار امانت دار بے غرض محض خدا کیواسطے سعی کرنیوالے اپنی حرزو جان پر مسجد اور مدرسہ کی ضرورتوں کو ترجیح دینے والے ہیں خواہ خلائق ہیں مگر میرے نزدیک ایک ایسے عالم کے مہتمم ہونیکی ضرورت ہے جو دینی تعلیم کا دلدادہ زمانہ کی ضرورتوں پر نظر رکھنے والا۔ تعلیمی نصاب کی پوری اصلاح کرنے والا ہو۔

حوض مسجد سے ذرا بچا ہوا ایک احاطہ میں

حضرت میراں شاہ نانوں رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ کے ہمعصر ہیں۔ آپ کا وطن تھانیسر ہے۔ اور سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ سے جا ملتا ہے۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات حاصل کر کے شاہجہاں آباد میں وارد ہوئے اور حریم مسجد فتحپوری میں ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی رفتہ رفتہ آپکی کرامات اور فیوضات باطنی کا یہانتک شہرہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب آپکی خدمت میں عقیدتاً حاضر ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔ بہت عرصہ تک برابر فیض جاری رہا آخر تقریباً اسی برس کی عمر میں وصال ہوا۔ اسی احاطہ میں مدفون ہوئے۔ آپکے بعد آپکے خلیفہ

شاہ جلال علیہ الرحمہ

نے آپ کے حجرہ میں مسند خلافت پر بیٹھکر تمام عمر یاد الہٰی میں بسر کی اور تا انتقال اہل دنیا کی طرف التفات نکی۔ باوجود توکل کے شام کے وقت ساکین و فقرا کو آپکی طرف سے کھانا تقسیم ہوتا تھا

سنہ ۱۹۰۲ء پیر کے دن مغرب و عشا کے درمیان ایکسو دو ۱۰۲ برس کی عمر میں انتقال فرمایا آپکے جنازہ کیساتھ بہت بڑا ہجوم تھا۔ شیدی پورہ میں اپنے فرزند مولوی شریف حسین صاحب مرحوم کے سرہانے مدفون ہوئے آپکے صاحبزادہ مولوی شریف حسین صاحب مرحوم تو آپ کے سامنے ہی سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں رحلت فرما گئے تھے اسوقت آپکے پوتے مولوی عبدالسلام صاحب مسجد کی امامت کرتے ہیں اور بدستور طلبا کو پڑھاتے ہیں اپنے دادا صاحب مرحوم کے قدم بقدم ہیں طلباء کی خدمت اور درس تدریس کی پوری قابلیت رکھتے ہیں

مولانا مرحوم کے خویش

مولوی میر شاہجہاں صاحب

کا مکان بھی یہیں ہے آپ نہایت لائق فائق شخص ہیں فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں مطب بھی کرتے ہیں۔ فن شعر میں کمال رکھتے ہیں۔ مولوی سید محمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد کے بڑے صاحبزادے سید محمود مرحوم کی شادی آپ ہی کی دختر نیک اختر سے ہوئی تھی۔

اسی محلہ میں

مولوی حفیظ اللہ صاحب

کا مکان ہے آپ بہت بڑے لائق فائق شخص ہیں پرانے لوگوں کے یادگار ہیں۔ پیر کے دن مسجد نہر سعادت خان میں وعظ فرماتے ہیں۔ صرف مسائل بیان کرتے ہیں۔

اسی محلہ میں

حاجی عبدالرزاق صاحب

سوداگر کلکتہ کا مکان ہے آپ پنجابی صاحبان کے اعلیٰ طبقے میں شمار ہوتے ہیں آپ کی بہت بڑی کوٹھی کا تجارتی کاروبار کلکتہ میں ہے ایک جہاز بھی آپکا چلتا ہے۔ نہایت خلیق۔ باحوصلہ۔ مخیر۔ منکسر المزاج آدمی ہیں۔ دینی کاموں سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں اور خوشی سے شریک ہوتے ہیں

اسی محلہ کی دوسری گلی میں

حاجی عمر حیات صاحب

کا مکان ہے۔ آپ بھی پنجابی صاحبان میں معزز اور دیندار شخصوں میں تصور کئے جاتے ہیں بہت بڑے نیک صالح بابرکت مخیر شخص ہیں۔ اکثر بزرگان دین کے عرسوں میں اپنی طرف سے حافظ امین الدین صاحب ڈیرے خیمے والے کے ذریعہ سے روٹی تقسیم کراتے ہیں۔ بزرگان دین کی آستانوں کی خدمت کو اپنے لیئے نجات کا باعث جانتے ہیں۔

تعلیم نسواں میں مرآت العروس - بنات النعش - توبۃ النصوح منتخب الحکایات اور علم صرف میں الحفیک فی الصرف اور منطق میں مبادی الحکمۃ اور ناول میں ابن الوقت اور محصنات اور رویائے صادقہ اور مجموعہ لکچر وغیرہ مشہور ومعروف کتابیں ہیں۔ اب حال میں آپ نے کلام اللہ شریف کا ترجمہ بامحاورہ سلیس اُردو زبان میں تین سال کے محنت اور عرقریزی سے درست کرکے طبع کرایا ہے اور کئی دفعہ طبع ہو چکا ہے نہایت نفیس ترجمہ ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ متعدد آیات کے ترجمہ میں علمائے محققین کو کلام ہے جیسے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ - ڈپٹی صاحب اس موقعہ پر رمی کا ترجمہ تیر پھینکنا کرتے ہیں اسی قسم کے اور چند موقعے ہیں جو ابھی تک فرو گزاشت ہو رہے ہیں مگر ڈپٹی صاحب کی منصف مزاجی سے ہمکو کامل اُمید ہے کہ ذرا توجہ فرما کر اس خرخشہ کو درج کر دینگے اور اپنے ترجمہ کو عام مقبولیت کا زیور پہنائیں گے غرض ڈپٹی صاحب اپنی ذاتی قابلیت اور علمی لیاقت میں یگانہ روزگار ہیں خصوصاً فن ادب میں اچھا دخل رکھتے ہیں۔ گلی تباشہ سے آگے بڑھکر دائیں جانب

پھاٹک حبش خاں

واقع ہے۔ اس میں اکثر زرکوب اور بڑے سوداگروں کی دوکانیں اور عموماً پنجابی صاحبان کے مکانات ہیں اور اکثر اہل حدیث صاحبان رہتے ہیں اس پھاٹک میں کئی گلیاں محتسب کی مسجد وغیرہ واقع ہیں ایک گلی میں۔

جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب مرحوم

کا مکان ہے آپ کا نام نامی آفتاب کی طرح مشہور ہے۔ مولانا صاحب موصوف سورج گڈھ ضلع مونگیر کے خاندان سادات سے تھے۔ آپ کے بزرگ شہنشاہ اورنگ زیب کے وقت میں عہدہ قضا پر مامور تھے ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ نے باقاعدہ تعلیم کس سے پائی ۱۲۴۳ھ ہجری میں جسوقت مولانا شاہ سید احمد صاحب بریلوی اور شاہ اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی پٹنہ میں پہونچے تو آپ پٹنہ میں موجود تھے ۱۸ برس کی عمر تھی دونوں حضرات سے شرف نیاز حاصل کیا پھر الہ آباد میں چلے آئے چھ مہینے وہاں قیام کرکے دہلی میں تشریف لائے مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیہ الرحمۃ کا زمانہ تھا عرصہ تک شاہ صاحب کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور حدیث شریف کی سند حاصل کی پنجابی کٹرہ کی مسجد میں مقیم ہوئے تمام عمر قال اللہ و قال الرسول میں گزار دی - ہزاروں وارد و صادر طالبعلموں کو حدیث شریف کی سندیں عطا فرمائیں تقریباً ساٹھ برس حدیث شریف کا درس دیا اب ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر

سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے چھ مہینہ تک مقیم رہے جناب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے رخصت کے وقت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ اور چار خانوادہ کی سند عطا فرمائی حج سے واپس آکر چند روز تک پھر درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا اسکے بعد مدرسے سے بالکل قطع تعلق کر مسند ارشاد پر بیٹھے پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے - صبح کی نماز کے بعد مثنوی شریف کا درس دیتے ہیں اور آٹھویں دن جمعہ کو مدرسہ حسین بخش میں وعظ فرماتے ہیں

اسی باغیچی میں

شیخ نور الٰہی صاحب میونسپل کمشنر

کا مکان ہے آپ بھی پنجابی صاجاں میں نہایت مشہور اور ممتاز آدمی ہیں میونسپل کمشنر ہیں میونسپلٹی کے کاروبار نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں - آپ کا ایک انگریزی دواخانہ بھی ہے - شعر و سخن کا بھی شوق ہے - اکثر مفید نظمیں لکھتے رہتے ہیں پورا نام تخلص فرماتے ہیں -

اسکے قریب

حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار

کا مکان ہے آپ پنجابی سوداگر صاجان میں نہایت مشہور اور بہت بڑے متقی پرہیزگار دیندار مخیر آدمی ہیں صدہا مساجد شہر اور بیرونجات کی تعمیر اور مرمت آپکی ہمت سے ہوتی ہے - دینی کاموں سے آپکو خاص دلچسپی ہے گویا ولی کے حاتم ہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تہانوی ثم المکی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل ہے اکثر ذکر شغل کرتے رہتے ہیں - جامع مسجد اور مسجد فتحپوری کے ممبر ہیں -

اسی محلہ میں

حاجی احمد جان صاحب چھتریوں والے

کا چھتریوں کا کارخانہ ہے - ہر قسم کی چھتریاں تیار ہوتی ہیں آپ بھی نہایت باہمت مخیر شخص ہیں -

عقب جامع مسجد

کا نظارہ بھی تعریف کے قابل ہے - دیواروں کی اونچائی برجوں کی گولائی قطار قطار برجیوں کی خوشنمائی - میناروں کی لمبائی عجیب عالم دکھاتی ہے - نیچے مسجد کے ملوکہ سو توفہ دکانیں ہیں - اس میں اناج کی منڈی ہے - شمالی گوشہ کے متصل ایک مزار ہے - دھڑ کا نشان الگ ہے - سر بالکل جدا ہے بعض لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ صوفی سرمد کا مزار ہے اور دوسرا شرقی دروازہ کے سامنے لوگوں کا مصنوعی ہے -

حبش خاں کے پھاٹک کے آگے دائیں جانب کٹڑہ تمباکو اس سے آگے دائیں جانب کوچہ چیلان
اسکے محاذ میں نیا بانس۔ آگے بڑھکر کٹڑہ دیا شنکر اور کٹڑہ بنسی دھر واقع ہیں۔ یہاں تک
لاہوری دروازہ تھا جو ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گیا فصیل کی دیواریں موجود ہیں اس سے آگے
کلارک گنج یہ گنج کلارک صاحب دہلی کمشنر کی تجویز سے سعدی ونشی دکلاس گنج کہلا
ہے اس سے آگے ریل اور نہر کا پل اوتر کر دائیں طرف تیلی واڑہ کو سڑک جاتی ہے اس محلہ
میں بھی چھوٹا سا بازار ہے سر بازار مسجد میں مولانا عبد الکریم صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ باہر
کے رہنے والے ہیں مدت سے یہی جگہ قیام پذیر ہیں نہایت متبرک مقدس متوکل شخص ہیں۔ تمام
علوم سے بخوبی واقف ہیں ہر فن نہایت خوبی سے پڑھاتے ہیں علم حدیث بہت اچھا جانتے ہیں
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت منکسر المزاج نیک
طینت آدمی ہیں عموماً پنجابی صاحبان آپکی بہت کچھ عظمت اور خدمت کرتے ہیں۔ بائیں طرف
عیدگاہ اور لب نہر خواجہ باقی باللہ کو رستہ جاتا ہے اور یہ سیدھا بازار

صدر بازار

کہلاتا ہے اسمیں بڑے بڑے پنجابی سوداگروں کی دوکانیں ہیں ولایتی سامان اور ہر قسم کا بساطخانہ اور
موجود رہتا ہے اسی جگہ حاجی محمد اسحاق صاحب حاجی احمد جان صاحب وغیرہ سوداگروں کی دوکانیں ہیں
آگے چلکر

ہندو راؤ کا باڑہ

آجاتا ہے دائیں ہاتھ گلی جاتی ہے اندر جا کر چوک قائم ہے یہ آنجھے جی کی بانجی کہلاتی ہے اس میں

مولانا مولوی محمد کرامت العظیم خانصاحب واعظ

کا مکان ہے معقول منقول میں کامل استعداد رکھتے ہیں۔ ۱۳ برس کی عمر میں قرآن حافظ ہوئے بیس
برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب صاحب
علیہ الرحمہ مدرس اول مدرسہ دیوبند سے حدیث شریف کی سند حاصل کی ریاضی وغیرہ مولانا سید احمد
صاحب* مرحوم دہلوی مدرس اول مدرسہ دیوبند اور مولوی سدید الدین صاحب دہلوی سے اور معقول
کی کتابیں مولانا عبد العلی صاحب رامپوری اور مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی سے تحصیل کیں اسکے بعد
مدرسہ حسین بخش میں پانچ برس تک ہر قسم کی کتابیں پڑھائیں بعدہ درویشی کا شوق پیدا ہوا
مدرسہ کا تعلق قطع کر کے ۱۳۱۰ ہجری میں عرب تشریف لیگئے دیگر مقامات کی زیارت سے مشرف ہو کر

* مولانا محمد یعقوب صاحب کے انتقال کے بعد مولانا سید احمد صاحب مدرس اول ہوئے تھے

شیخ سبحان بخش صاحب اونریری مجسٹریٹ

کا مکان ہے شیخ صاحب موصوف حافظ عبدالکریم صاحب بالقابہ رئیس میرٹھ کے خویش ہیں شہر میں اونریری مجسٹریٹی کے عہدہ پر ممتاز ہیں نہایت خلیق ملنسار آدمی ہیں عرصہ سے دلی ہی میں زیادہ قیام رہتا ہے۔ آپکے مکان سے متصل ہی شاخ مدرسہ میونسپل بورڈ ہے اسمیں پانچویں جماعت تک تعلیم ہوتی ہے اسکا تعلق بھی کشمیری دروازہ کے مدرسہ سے ہے آگے بڑھکر چھتہ شاہ جی مشہور ہے اسمیں حمام گرم وغیرہ عبدالرزاق کا ہے۔ یہ رستہ سید اکبر کی مسجد ہوتا ہے بیچ میں دائیں بائیں چھوٹی چھوٹی گلیاں چھوڑتا کناری بازار میں جا نکلتا ہے اسکے محاذ میں بائیں جانب کوچہ میر عاشق ہے۔ اسمیں شیخ محمد اسمٰعیل صاحب اور قاضی زکریا صاحب مرحوم اور حافظ نورالدین صاحب اور شیخ امان الحق وغیرہ شرفا۔ لوگوں کے مکانات ہیں۔ اسکے آگے دائیں جانب حلوائی کی دوکان کے متصل نائی واڑہ ہے آگے چلکر اسی جگہ

شاہ بولا کا بڑھ

مشہور ہے شاہی وقت میں اسجگہ بڑھ کا بہت بڑا درخت تھا اور شاہ بولا ایک فقیر یہاں رہتے تھے چنانچہ انکی قبر بھی اسی جگہ ہے گو اب وہ درخت جاتا رہا اُسکی جگہ نیم موجود ہے مگر نام وہی چلا آتا ہے اور اس موقع کو شاہ بولا کا بڑ کہتے ہیں اسکے مقابل گلی تیاشہ ہے۔ اسمیں رائے سالگ رام صاحب ٹھیکہ دار افیون وغیرہ مسکرات کے عالیشان مکانات ہیں۔ رائے صاحب موصوف نامی گرامی کائستھ قوم کے شرفا و رؤسا میں سے ہیں اور نہایت لائق - فائق - فیاض طبع - مخیر - ہر دلعزیز - منکسر المزاج آدمی ہیں ایکدفعہ جو آپ سے ملتا ہے آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہوجاتا ہے۔ ہمیشہ اپنی قوم اور ملک کے کاموں میں دل کھولکر فیاضی کو کام میں لاتے ہیں چنانچہ گذشتہ متواتر قحط وغیرہ مواقع پر نہایت گرانبہا عطیات سے آپنی مخلوق خدا کی خدمت کی۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ آپ نے کالکا جی میں ایک مندر کے افتتاح کے موقع پر اپنے تمام برادران قوم کائستھ کو ہر گوشہ ملک سے مدعو کرکے ہزار ہا روپے کے صرف سے انکی مدارات کی۔ یہ قومی ومذہبی جلسہ ایسا شاندار ہوا تھا کہ جسکی نظیر شاید اس سے پہلے کہیں پائی نہیں گئی نہ صرف اپنی برادری کی غربا و بیوگان کی آپ دستگیری کرتے ہیں بلکہ بحسب موقع دیگر اقوام کے قابل امداد آدمیوں کی خدمت بھی نہایت خوشی سے کرتے رہتے ہیں ان ہی وجوہ سے تمام شہر اور نیز حکام والا مقام اور سب آپ کی نہایت وقعت کرتے ہیں۔ اسکے محاذ میں نئی سڑک کا بازار ہے جو مسجد حاجا چاندنی چوک

تحقیق خدا کو معلوم ہے۔
مسجد کی دوکانوں کے سامنے سیدھا چوڑا بازار شاہ بولا کے بڑھ سے گزرتا قاضی کے حوض ہوتا ایک طرف لال کنوئیں
دوسری طرف اجمیری دروازہ۔ تیسری طرف سیتارام کے بازار ہوتا ہوا ترکمان دروازہ نکلجاتا ہے۔

چاوڑی بازار

یہ بازار بہت چوڑا ہے اسلئے کثرت استعمال سے غالباً چاوڑی بازار ہوگیا ہو
جامع مسجد سے قاضی کے حوض تک سات سو بیس قدم کے طول میں واقع ہے نہایت وسیع اور دلچسپ
بازار ہے۔ اسمیں ہر قسم کے سودے والے بیٹھتے ہیں۔ عموماً بزازوں۔ جوتے والوں۔ کاغذیوں۔ پنساریوں
تانبے۔ پیتل کے برتن والوں۔ حلوائیوں۔ نباطیوں وغیرہ وغیرہ کی دوکانیں ہیں بارہ بجے رات تک
نہایت رونق رہتی ہے۔ پھولوں کی لپٹیں اور مہکیں۔ دل و دماغ کو تازگی بخشتی ہیں۔ عمدہ عمدہ ہار
اور گجرے فروخت ہوتے ہیں۔ ادھر دو طرفہ دوکانوں کی قطاریں لطف دکھاتی ہیں اُدھر کوٹھوں پر ارباب
نشاط کی دلفریب ادائیں دل لبھاتی ہیں شام سے پری وشوں کا جمگھٹ ہو جاتا ہے دس گیارہ بجے
سے سُریلی آوازوں کا سماں بندھ جاتا ہے گویا چاوڑی میں اندر کا اکھاڑا اُترآتا ہے اسے مولانا راسخ
نے کیا خوب کہا ہے ؎

چاوڑی قاف ہے یا خلد بریں ہے راسخ — جمگھٹے حوروں کے پریوں کے پرے ملتے ہیں

جوتے والوں کی دوکانوں کے خاتمہ پر دائیں جانب چِلا دروازہ ہے کہتے ہیں کہ اسجگہ چالیس اہل اللہ شہید ہوئے
تھے جنمیں سے ایک کو بتلاتے ہیں جنکی چِلّی قبر مشہور ہے اسلئے یہ دروازہ چھلتن دروازہ کے نام سے مشہور ہوا
پھر کثرت استعمال سے چِلا دروازہ کہلانے لگا۔ اسکے اندر بائیں جانب **مولوی عبدالمجید صاحب** کا
مدرسہ ہے اور چوڑی والوں اور جامع مسجد کو رستہ نکلجاتا ہے دائیں جانب شرفاء کے مکانات ہیں۔
اسی طرف مولوی عبدالمجید صاحب کا **مطبع انصاری** اور حاجی فضل الرحمٰن صاحب الطاف الرحمٰن
صاحب کے مکانات ہیں۔
چِلے دروازہ کے محاذ میں **چھیپی واڑہ** خورد واقع ہے۔ اسمیں **حافظ عبدالکریم صاحب**
بالقابہ رئیس میرٹھ کی جائداد ہے۔ انکے کارندے رہتے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کی
طرف سے غربا کو وظائف تقسیم اور دیگر کام کرنے پر مامور ہیں۔
اسی جگہ۔

نہایت ذی علم آدمی ہیں خصوصاً فن طب میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں تشخیص امراض اور نباضی میں مشہور ہیں نہایت توجہ کے ساتھ علاج کرتے ہیں سرکار کی جانب سے مسجد فتحپوری کے ممبر بھی ہیں۔
اسی جگہ گلی میراں والی ہے آگے جاکر

قاضی کا حوض

ہے بڑا مشہور و معروف حوض ہے گو پہلی سی خوبی اور آراستگی نہیں ہے لیکن ٹوٹا پھوٹا کچھ باقی ہے ۱۲۶۲ ہجری میں جناب معتبر الدولہ نے بنوایا تھا پیشتر اسمیں نہر آتی تھی آجکل بند ہے اسکے اندر جنوبی دیوار پر سنگ مرمر کے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے

آب در منبع ایں نہر جدید — کرد چوں معتبر الدولہ رواں
ہاتف غیب بوصف فیضش — گفت تاریخ بسا فیض رساں

اب یہ بازار بھی اسی حوض کے نام سے مشہور ہے حوض کے متصل چبوترے پر سبزی فروش بیٹھتے ہیں حوض کے محاذ میں

مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب

کی مسجد اور مکان واقع ہے آپ مولانا مولوی کریم اللہ صاحب کے صاحبزادہ اور شاگرد ہیں حنفی مذہب کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ توکل سے بسر کرتے ہیں اکثر اوقات تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ فتاوی نویسی میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ جمعہ کے دن آٹھ بجے سے بارہ بجے تک وعظ فرماتے ہیں اب اس مقام پر چوراہہ ہو گیا ہے ہم جامع سے چلے آتے ہیں۔ سامنے اجمیری دروازہ کو رستہ جاتا ہے دائیں ہاتھ لال کنواں کو جاتے ہیں۔ بائیں ہاتھ سیتارام کے بازار میں آتے ہیں اول سطرف چلئے بازار تقریباً ۲۰۰ اقدم کے طول میں واقع ہے۔ دائیں طرف شیش محل اسکے مقابل بائیں جانب گلی تھان سنگھ آگے دائیں جانب

کوچہ پاتی رام

ہے اسمیں متعدد محلہ اور گلیاں ہیں اور اکثر اہل ہنود کے مکانات ہیں شروع ہی میں لالہ بالا پرشاد صاحب آنریری مجسٹریٹ کا مکان ہے آپ لالہ کنہیا لال صاحب ڈاک والوں کے معزز خاندان میں سے ہیں خوش اخلاق آدمی ہیں اور آنریری مجسٹریٹ ہیں آگے گلی نئی بستی ہے اسمیں ڈپٹی جسونت رام صاحب کی حویلی ہے جو ۱۸۵۷ء میں کشن سنگھ کوکہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انکی حسن کارگزاری کے

جا ملتا ہے نئی سڑک سے آگے دائیں جانب گنج لال دروت رام پھر بائیں طرف گلی راجہ کیدار ناتھ ہے اسمیں آریہ سماج رہتے ہیں اسکے مقابل دائیں جانب

محلہ چرخہ والاں

ہے اس محلہ میں لالہ سکھ لال صاحب کا غذی تاجر کتب کی کوٹھی ہے اسکے بالاخانہ پر ڈاکخانہ اور تار گھر ہے اس سے آگے

کنور سین جینی وید

کا مطب ہے آگے بڑھکر

سنسکرت سکول

ہے اسمیں انٹرنس تک تعلیم دیجاتی ہے لالہ رام کشنداس صاحب وراے بہادر لالہ سری کشن داس صاحب اسکے سرپرست ہیں ۲۰ ماہوار کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے اسکے متعلق محلہ دریباں میں ایک اور سکول ہے جسمیں سنسکرت پڑھائی جاتی ہے ۲۰ سال کی کمیٹی سے مدد ملتی ہے۔ یہ رستہ بلیماراں۔ گلی حکیم بقا بازار لال چاہ۔ قاضی کے حوض پر جا نکلتا ہے۔ چرخہ والوں کے بائیں جانب کوٹھی نواب صاحب دوجانہ ہے اسکے ایک مکان میں حمام گرم و سرد عبدالحکیم واقع ہے۔ آگے بڑھکر دائیں جانب **نیا بازار** ہے۔ یہاں ہاروں کی دو کانیں اور ننّے مل جانکیداس کا کارخانہ ڈھلائی لوہا واقع ہے اسکے بازار کے مقابل محلہ چوڑی والاں ہے جو مطبع مجتبائی سے گزرتا ٹیا محل بازار میں جا ملتا ہے اس سے آگے بائیں جانب کارخانہ بھاما مل گلزاری لال آگے بائیں جانب **گلی مرغان** اسمیں وکٹوریا سکول ہے۔ یہ گلی سیتارام کے بازار میں جا نکلتی ہے۔ گلی مرغاں سے آگے دائیں جانب کوٹھی ننّے مل وجانکیداس۔ پھر دائیں جانب کوچہ دیا رام۔ اسمیں دستکاری کا مدرسہ ہے جسکا تعلق سکول کشمیری دروازہ سے ہے اس سے آگے بائیں جانب گلی روڑا اچار والی آگے دائیں جانب گلی **حکیم بقا** اس میں

حکیم قیام الدین خانصاحب

(خلف الصدق حکیم حسام الدین خاں عرف حکیم مجھلے) مطلب کرتے ہیں آپ مشہور خاندانی طبیب ہیں تشخیص بھی نہایت اچھی ہے آپ نہایت بزرگ خدا پرست ہیں اخلاق و عادات تعریف کے قابل ہیں نہایت توجہ سے علاج کرتے ہیں امیر غریب سے یکساں محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں خصوصاً آنکھوں کا علاج آپکے خاندان کا حصہ ہے اسی جگہ

حکیم لطیف حسین خانصاحب

کا مکان ہے مطلب بھی اسی گلی میں فرماتے ہیں۔ نہایت خدا پرست صوفی مشرب بزرگان شہر سے ہیں۔

آپ کے صاحبزادے

حکیم ہاشم علیخاں صاحب

کا مطب ہی - جو نہایت لائق نوجوان اور مدرسہ طبیہ کے تعلیم یافتہ و پاس شدہ طلبا میں سے ہیں کچھ عرصہ سے مہاراجہ صاحب ریاست ٹیکم گڈھ کے ہاں معالجہ کرنے کیواسطے تشریف لیجاتے رہتے ہیں - ماشاءاللہ تشخیص اور وسعت اخلاق میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہیں - اللہم زد فزد -

آپ کے مطب سے آگے دائیں جانب کوچہ شیدی قاسم آگے بائیں جانب گلی راجہ سوہن لال دائیں جانب کوٹھی رائے جواہر لال صاحب آگے دائیں جانب ہندو پریس آگے دائیں جانب کڑہ گوکل شاہ اس میں

حبیب اللہ شاہ علیہ الرحمۃ

کا مزار ہی آپ قادریہ خاندان کے بزرگ ہیں آپکے وصال کو دو سو ۲۰۰ برس کے قریب ہوئے - پیرجی اشرف علی صاحب ۱۳ شوال کو عرس کرتے ہیں اور اسی جگہ رہتے ہیں - اس سے آگے بائیں جانب سر بازار مندر گھنٹے والا اور اسکی پشت پر بائیں جانب کوچہ ماہیداس اسکے متصل گلی کھسالیاں آگے بڑھکر دائیں جانب گلی چھمن زنگریز والی آگے دائیں جانب کٹرہ جانی خاں پھر بائیں جانب سڑک پنڈت پریم نراین انیس رئیس بہادر پنڈت جانکی ناتھ صاحب کا مکان ہی رائے صاحب موصوف نہایت لائق - شریف الطبع - منکسر المزاج - صوفی مشرب آدمی ہیں - ریلوے کے محکمہ میں بڑے معزز عہدہ پر مامور رہے ہیں اب پنشن حاصل کرلی ہی - رفاہ عام کاموں میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں -

انیس گلی پیپل والی اور محلہ بدلیاں واقع ہیں یہاں پر ایک دھرم سالہ ہے - آگے بڑھکر یہ رستہ بائیں جانب چوڑیوالاں کو چلا جاتا ہے اس سے آگے دائیں جانب عقب کلاں مسجد کو رستہ جاتا ہے اس محلہ میں مسلمان رہتے ہیں اور اکثر ہندو کشمیری صاحبان آباد ہیں اسی محلہ میں ایک بہت بڑا کنواں اندارہ ہی اس سے آگے سیدھا رستہ بلبلی خانہ کو جاتا ہے جو دائیں جانب شاہ ترکمان علیہ الرحمۃ کے سامنے جا نکلتا ہے اور بائیں جانب بھوجلا پہاڑی کو چلا جاتا ہی شروع رستہ پر سے بائیں جانب گلی مڑتی ہے وہ

سلطانہ رضیہ بیگم مرحومہ

کے مزار پر پہونچ جاتی ہی یہاں محلہ آباد ہوگیا ہی ایک سنگین احاطہ میں دو قبریں واقع ہیں ایک

حلہ میں سرکار کیطرف سے انکی بیوہ عورت کو سو روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہو اس سے آگے گلی اندر والی گلی بیری والی اسیں دھرم سالہ ہو آگے گلی لودھاں پھر لالہ بالمکند صاحب سب انجنیر کا مکان پھر محلہ آگے اسیں چوک شاہ مبارک ـ کوچہ خیالی رام ـ گلی کھوہ ـ چاہ نور رنگ راے ـ
کوچہ باقی رام سے آگے بائیں جانب گلی مُرغاں ـ یہ گلی چاوڑی میں نکل آتی ہو آگے چلکر دائیں جانب کوچہ شریف بیگ پھر بائیں جانب کوچہ کاشغری اسیں دھرم سالہ ہو آگے دائیں جانب گلی اوگھڑ والی اسیں لالہ مینا مل دھولیا مل والے رہتے ہیں ـ آگے لالہ نند کشور صاحب انسپکٹر مدارس کا مکان ہو ـ
پھر بائیں جانب کوچہ سر بلندخاں اسیں لالہ جواہر لال صاحب میونسپل کمشنر کا مکان ہے ۔ لالہ صاحب موصوف ایکنامی گرامی دھولیہ والوں کی کوٹھی کے نیب ہیں اور نہایت با اخلاق اور منکسر المزاج آدمی ہیں میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی ہیں تمام علاقہ آپکی ہر دلعزیزی اور حُسن خدمات کا شکر گزار ہے اسکے آگے دائیں جانب کوٹھی نرسنگداس ہے یہ کوٹھی اصل میں لالہ سیتارام صاحب کی بنائی ہوئی ہے جن کے نام سے یہ بازار مشہور ہے آجکل مالک اسکے لالہ گوپی ناتھ صاحب ہیں ـ
اس سے آگے

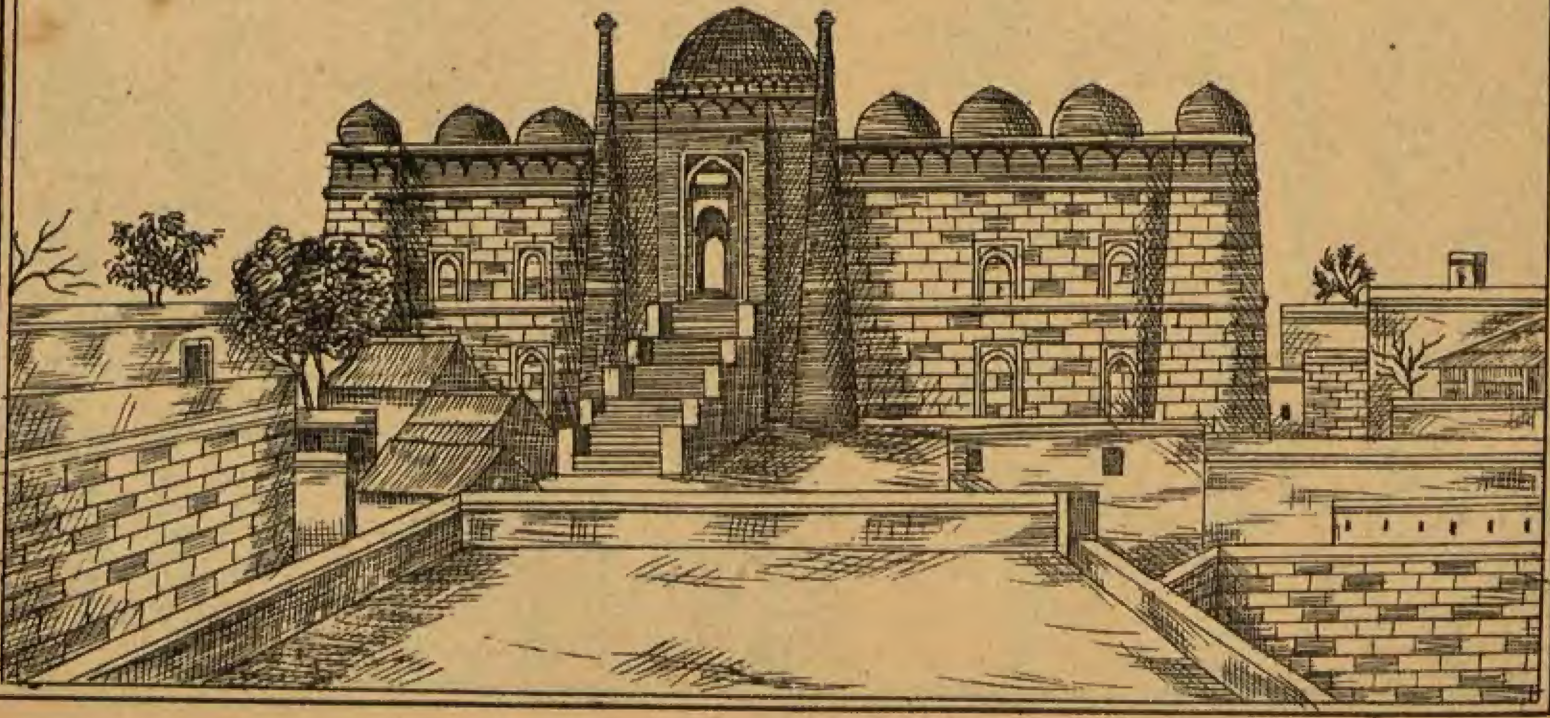
حکیم اعظم علیخانصاحب

کا مکان ہو آپ نہایت سلیم الطبع شریف خاندانی طبیب ہیں یہیں مطب کرتے ہیں ـ آپ حکیم قاسم علیخانصاحب کے برادر حقیقی ہیں ـ صوفی منش ـ خوش اخلاق لائق فائق آدمی ہیں ـ ڈاکٹر اور یونانی پڑھے ہوئے ہیں ـ
اس سے آگے

حکیم قاسم علیخانصاحب بوریہ والے*

کا مکان ہو ـ آپ حکیم مولوی احمد علی خانصاحب کے صاحبزادے ہیں اپنی والا ماجد کی گدّی پر مطب کرتے ہیں فن طب میں کامل مہارت رکھتے ہیں ـ تمام کتابیں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم سے سبقاً سبقاً پڑھی ہیں قانون تمام و کمال جناب مولانا مولوی صوبہ صاحب مرحوم سے پڑھا ہو ـ عرصہ تک حکیم محمود خانصاحب مرحوم کے مطب میں بیٹھے ہیں ـ نہایت دیندار خوش اخلاق منکسر المزاج آدمی ہیں ـ اکثر مایوس العلاج انکے علاج سے شفا پاتے ہیں ـ حکیم صاحب علاوہ اعلیٰ طبیب خاندانی ہونیکے شہر کے باعزت لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں ـ آگے بائیں طرف

* بوریہ والے آپ بوجہ سے مشہور ہیں کہ آپکے مورث اعلیٰ نے ایک محلہ آباد کیا جسیں بوریہ بنانیوالے آباد ہوئے اور اس محلہ کا نام بوریہ والا مشہور ہو گیا حکیم صاحب کے والد حکیم مولوی احمد علیخانصاحب نے محلہ بوریہ والاں کو چھوڑ کر راجہ سیتارام کی محلسرا خرید کر معہ متعلقات اغیار کی اقامت سے خالی
معروف بہ بوریہ والا چلا آتا ہے



نقشہ کلاں مسجد

سلطانہ رضیہ بیگم کی دوسری بہن شجیہ بیگم کی عوام لنگور جی بنجی کی درگاہ کہتے ہیں۔ کسی زمانہ میں عمدہ مقبرہ بنا ہوگا مگر اب خراب ہی تعویذ تک سالم نہیں ہے۔ خدا کی قدرت ہی سلطانہ رضیہ ہند کی بادشاہ جس سے تمام ملک شاد و آباد تھا اُسکی قبر ایسی خراب اور ویرانی کی حالت میں پڑی ہی۔

یہ رضیہ بیگم سلطان سلطان شمس الدین کی بیٹی ہی بادشاہوں کی تاریخ کے ذیل میں اسکا ذکر گزر چکا ہے ۶۳۴ھ ہجری میں تخت پر بیٹھی ۶۳۷ھ ہجری میں سلطان معز الدین نے پکڑ کر قلعہ تبرہند میں قید کیا۔ چند روز کے بعد وفات پائی اور یہاں مدفون ہوئی۔ بلبلی خانہ سے آگے بائیں جانب گلی میں

مولوی عبد القادر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

کا مکان واقع ہی۔ مولوی صاحب موصوف مولانا نواب قطب الدین خانصاحب محدث دہلوی مصنف سلطان الحق وغیرہ کے شاگرد ہیں نہایت متقی پرہیزگار۔ دیندار۔ متوکل پُرانے لوگوں کے یادگار ہیں۔

آگے بڑھکر دائیں جانب

کالی مسجد

ہے۔ اصل میں کلان مسجد ہی کالی مشہور ہو گئی۔ ۷۸۹ھ ہجری میں جونان شاہ المخاطب جان جہان ابن خان جہان وزیر نے فیروز شاہ کے وقت میں بنائی ہے کرسی نہایت بلند ہی ۲۸ سیڑھیاں چڑھکر صحن تک جاتے ہیں دروازہ کی پیشانی پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفضل و عنایت پروردگار در عہد دولت بادشاہ دیندار الواثق بتائید الرحمن ابو المظفر فیروز شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ این مسجد بنا کردہ بندہ زادۂ درگاہ جونانشاہ مقبول المخاطب بہ جان جہان خدا برین بندہ رحمت کند ہر کہ درین مسجد بیاید بدعاے خیر بادشاہ مسلمانان و این بندہ بفاتحہ و اخلاص یاد کند۔ حق تعالیٰ این بندہ را بیامرزد بحرمۃ النبی و آلہ۔ مسجد مرتب شد بتاریخ دہم ماہ جمادی الآخر سنۃ تسع و ثمانین و سبعمائۃ ہجری"

اس مسجد کی تمام وضع قطع پٹھانوں کے وقت کی عمارت کا نمونہ ہی یہ مسجد پانچ گھی ہی۔ ہر گھہ میں پانچ پانچ در ہیں صحن میں کئی قبریں تھیں جو فرش میں ہموار ہو کر چھپ چھپا گئیں منجملہ انکے ایک قبر جونانشاہ جان جہان بانی مسجد کی اور دوسری انکے باپ خان جہان کی تھی۔ اس موقع پر ہم اسکا نقشہ دیتے ہیں جس سے صورت اور وضع واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔

کی کوٹھی ہے اور یہیں مکان ہے آپ شہر کے معزز اشخاص سے ہیں وطن اصلی دیوبند ہے لیکن عرصہ دراز سے دہلی ہی وطن ہوگیا ہے آپ عرصہ دراز تک محکمہ نہر میں ڈپٹی کلکٹری پر ممتاز رہے پنشن ہوجانیکے بعد دہلی میں آنریری مجسٹریٹی وائس پریسیڈنٹی کمیٹی سے سرفراز ہیں لائق فائق تجربہ کار شخص ہیں رفاہ عام کے معاملات اور کاروبار سے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں۔ اکثر اسلامی انجمنوں کے سکرٹری اور ممبر ہیں
اس سے آگے دائیں جانب

بکرسٹ ہال (یعنی عیسائیوں کے وعظ کا مقام)

ہے چونہ اور اینٹ کی نہایت پختہ عمارت بنی ہوئی ہے اسمیں عیسائی مذہب کے موافق لکچر وغیرہ ہوتے ہیں اسکا تعلق کیمبرج مشن سے ہے اس سے آگے۔ گلی جاجم بوریاں۔ پھر دائیں جانب حویلی عبدالرحمن ہے جو ۱۲۱۸ ہجری میں بنی ہے اسکے محاذ میں بائیں جانب حویلی بل بیگ خاں اسکے دروازہ کے سامنے

حکیم احسن اللہ خان صاحب مرحوم

کی حویلی کا پھاٹک ہے آپ خاص شاہی حکیم تھے غدر کے بعد اس حویلی کو نواب احمد علیخانصاحب نے خریدا اسکے بعد بخشی انعام اللہ خانصاحب مرحوم نے خرید کیا اب خان بہادر محمد اکرام اللہ خانصاحب کے پاس ہے۔
اس حویلی کے عقب میں جاکر

مولوی سید عبدالعلیم صاحب شملہ والے

کا مکان ہے۔ آپ رئیس عرب سرائے عمدہ سادات اور اپنے وقت کے صلحا میں سے ہیں سخاوت اور تواضع میں نظیر نہیں رکھتے باوجودیکہ عرصہ دراز تک معزز اہلکار رہے ٹونک کے ریاست سیکت کے وزیر بھی رہے پر وہی عادات حسنہ آپکی رہیں جو کہ صالح بزرگ کی ہونی چاہئیں۔ مہمان نوازی آپکی نزدیک و دور مشہور ہے۔ علوم ظاہری میں ذی استعداد ہونیکے علاوہ فیوض باطنی بھی آپ نے دو شیخ کامل سے حاصل کیے اور خاندان چشتیہ صابریہ میں آپ نے دونوں سے اجازت اور خلافت پائی پنشن لینے کے بعد اکثر اوقات قرآن شریف کی تلاوت و اذکار و اشغال میں گزارتے ہیں۔ آپکے چار صاحبزادے ہیں چاروں لائق اور معزز اہلکار ہیں سب سے بڑے مولوی سید محمد صاحب اونسے چھوٹے مولوی سید عبدالغفور صاحب انسے چھوٹے مولوی سید عبداللطیف صاحب اور سب سے چھوٹے مولوی سید عبدالعزیز صاحب ہیں۔ آپکے بزرگوں کو ۹۶۰ ہجری میں حاجی بیگم صاحبہ ہمایوں بادشاہ کی بیوی نے عرب سے لاکر مقبرہ ہمایوں کے قریب آباد کیا جب ہی سے اسکا نام عرب سرائے ہوا

کالی مسجد سے آگے دائیں جانب گلی نقارچیاں اس سے آگے دہنی جانب حویلی مظفر خان۔ اس حویلی کا صرف پھاٹک موجود ہے جس سے اسکی رفعت و شان کا اندازہ ہوسکتا ہے خدا کی قدرت کہ اب اس میں ایک محلہ آباد ہوگیا ہے جسمیں اکثر تیلی رہتے ہیں صرف ایک مکان نامی آدمیوں میں سے

مولوی سید احمد صاحب مصنف فرہنگ آصفیہ

کا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کے نام نامی سے تمام ملک واقف ہے نہایت لائق و فائق بزرگان قوم میں سے ہیں اُردو زباں کی خدمت میں آپ نے خاص حصہ لیا ہے۔

اس سے بائیں جانب چتلی قبر کو رستہ جاتا ہے اور سامنے ترکمان دروازہ نظر آتا ہے۔

اب حوض قاضی سے لال کنویں کی طرف چلئے یہ بازار تقریباً ۱۰۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے دائیں طرف گلی حکیم بقا آگے بائیں جانب منڈی نمک پھر بائیں جانب

لال مسجد

یہ مسجد ۱۲۳۳ ہجری میں مسماۃ مبارک بیگم نے بنوائی تھی جو ایک انگریز کے گھر میں بیوی کی حیثیت سے رہتی تھی اور اُسکی تمام جائداد اور ملکیت پر قابض تھی اُسی مال میں سے اُسنے یہ مسجد اور اُسکے پاس کا مکان جسمیں تھانہ نمبر ۲ واقع ہے تعمیر کرایا۔ غدر کے بعد مسجد سرکاری قبضہ میں آئی اور ویران پڑی رہی۔ پانچ سال کا عرصہ ہوا کہ انجمن مؤیدالاسلام کی درخوست پر سرکار نے واگذاشت کی اور انجمن نے اسکی دُرستی کرائی دو کانیں از سرِ نو بنوائیں۔ نماز کے جواز عدم جواز میں اختلاف ہوا تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ سے فتویٰ منگایا نماز جماعت شروع ہوئی ایک انجمن کیجانب سے تنخواہ مقرر ہے۔ مسجد کے متعلق چھ دوکانیں اور بیچ میں مختصر سا مکان ہے کرایہ کی آمدنی تقریباً ۱۶ ہوتی ہے جو انجمن میں بھیج جاتی ہے۔

اس سے آگے بائیں جانب تھانہ پولس نمبر ۲ ہے اسکے محاذ میں جیل بہادر ہوا اس کے اندر لالہ مُلاقی داس جج کا میسور پریس ہے۔ بابو کدارناتھ صاحب کپل کا مکان بھی یہیں ہے اس سے آگے بائیں جانب بدل بیگ خان کا پھاٹک ہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑی حویلی تھی اب اسکے اندر

خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش صاحب سینئر وائس پریسیڈنٹ کمیٹی اور ہیڈ مجسٹریٹ

شریف خاندانوں سے اکثر رشتہ داریاں ہیں آپکی تصنیفات کثرت سے ہیں آپ نہایت لائق فائق تعلیم یافتہ
تیز طبع نوجوان خیر خواہ قوم مانے جاتے ہیں علمی لیاقت ترجمہ قرآن شریف اور کرزن گزٹ سے ظاہر ہے
یہ آپ ہی کی لیاقت کا ثمرہ ہے کہ آپ کے اخبار کی اشاعت تین ہزار کے قریب ہے دہلی اور دہلی کے نواح میں اس لیاقت اور کثرت اشاعت کا اور کوئی اخبار نہیں ہے۔ تمام لوگوں میں وقعت اور شوق کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے
اس سے آگے

صاحبزادہ شاہ عبدالصمد صاحب سلمہ

کا مکان ہے آپ شاہ عبدالسلام صاحب کے صاحبزادہ اور حضرت غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب کے نواسہ ہیں
نہایت نیکبخت صالح با اخلاق مسکین طبع با اوقات ذاکر شاغل اپنے بزرگوں کے قدم بقدم عرصہ سے غلبہ حال طاری ہے دنیوی آرائش سے بالکل محترز ہیں اول اپنے والد ماجد سے سینہ بسینہ فیض حاصل کیا اسکے بعد شاہ اللہ بخش صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے اب
رات دن اللہ اللہ کرتے ہیں پیری مریدی کا سلسلہ جاری ہے آپکی صحبت بھی غنیمت ہے۔
اسی جگہ **خواجہ شہاب الدین صاحب** ہیڈماسٹر گورنمنٹ اینگلو عربی سکول دہلی کا
مکان ہے جو ایک ہر دلعزیز سلیم الطبع شرفائے دہلی سے ہیں۔ اس سے آگے **شاہ گنج** ہے۔ یہ
راستہ **گلی شاہ تارا** میں جانکلتا ہے **پنڈت کے کوچہ** سے آگے بائیں جانب کٹڑہ میجران
اس سے آگے بائیں جانب کٹڑہ دینا بیگ خاں ہیں

خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب میونسپل کمشنر

و آنریری مجسٹریٹ کا مکان ہے آپ حکیم غلام نجف خانصاحب رئیس شیخوپورہ علاقہ بدایوں کے صاحبزادے ہیں عرصہ سے دہلی ہی وطن ہے شہر کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے ہیں آپ آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر اور اکثر اسلامی انجمنوں کے ممبر ہیں رفاہ عام کے کاروبار میں قدرتی طور پر دلچسپی رکھتے ہیں بہت سے مفید کام آپکی حسن لیاقت سے انجام پاتے رہتے ہیں اسی جگہ آپ کے صاحبزادے

حکیم رضی الدین خانصاحب

مطب کرتے ہیں فن طب میں کمال رکھتے ہیں اعلیٰ درجہ کی تشخیص ہے۔ تعلیم یافتہ۔ نوجوان خوش اخلاق منکسر المزاج ہیں اس سے آگے دائیں جانب گلی قاسم جان ہے جو بلیماران میں جانکلتی ہے آگے بائیں جانب

اب چند سال سے آپنے عربسرائے کو چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کر لی ہے۔

اسی جگہ

مولوی محمد سعید صاحب

مدرس فارسی و عربی میونسپل بورڈ ایم بی ہائی سکول دہلی کا مکان ہے جو نہایت لائق آدمیوں میں شمار ہوتے ہیں سرکاری مدرسے کے تعلیم یافتہ ہیں۔ فارسی۔ عربی اور ریاضی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے ہیں شاعری میں بھی درجہ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں چنانچہ آپ کے دو قصیدے نغمہ قیصری اور آہنگ غم اور مثنوی مدرسۂ طبیہ جو خاص چھوٹے چھوٹے سے رسالے ہیں مشہور اور متداول بین الناس ہیں۔ ذخیرۂ کافی کے دونوں حصے آپ کی تالیفات سے آپکی ریاضی دانی کا کافی نمونہ ہیں آپکے والد شیخ محمد حبیب اللہ صاحب مرحوم بادشاہی رسالدار اور مشاہیر مشرفائے شہر میں سے تھے۔

یہ رستہ پنڈت کے کوچہ میں جا نکلتا ہے اس سے آگے دائیں جانب لال دروازہ اسکے متصل دائیں جانب کٹرہ شاہ قاضی اور محاذ میں بائیں جانب کوچہ نور اللہ خاں آگے بائیں جانب

کوچۂ پنڈت

اس میں اکثر معززین شہر کے مکانات ہیں اور عموماً مسلمان آباد ہیں اسمیں اندر جاکر دائیں جانب گلی سوا خان آگے اسکے چلکر

حضرت شاہ سید حسن صاحب مودودی چشتی

کا مکان ہے آپ حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ اور حضرت شاہ غیاث الدین رحمۃ اللہ عرف خواجہ کہاری والے کی اولاد میں سے ہیں جنکا مزار پُرانوار ملتانی ڈھانڈے متصل درگاہ حضرت سید حسن رسول نما واقع ہے یعنی آپ نیک طینت پاک خصلت درویش آدمی ہیں یکم رجب کو خواجہ صاحب کا عُرس بھی کرتے ہیں آپ کے مکان سے آگے بائیں جانب ایک مکان میں

کرزن گزٹ

ہے اسکے مالک و مہتمم جناب امراؤ مرزا صاحب حیرت ہیں آپ خاندان مغلیہ سے ہیں مرزا ابراہیم بیگ صاحب کے صاحبزادے ہیں آپکے دادا مرزا دین محمد بیگ صاحب کابل کے رہنے والے تھے ۱۸۵۷ء میں ہندوستان تشریف لائے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز رہے آپ کی دہلی کے

بیسیون کماپنجے۔ کمرے۔ کوٹھریاں ہیں۔ صحن میں حوض نہر مختصر سا باغیچہ غرض نہایت فرحت بخش اور رونق کا مکان ہی غدر میں ضبط ہوگیا اسکے بعد مہاراجہ پٹیالہ کو عنایت کردیا گیا اب انہیں کے پاس ہے اسکی پیشانی پر سنگ مرمر کے اوپر یہ شعر کندہ ہی

کرد اے ظفر زینت محل تعمیر قصر بے بدل ۔۔۔ شد بر محل سال بنا این خانہ زینت محل

آگے بڑھکر بائیں جانب گلی مردہانی اسیں

مولوی عبدالرشید صاحب امام فتحپوری و مولوی عبدالمجید صاحب

کا مکان ہی دونوں صاحب نہایت نیکبخت خوش اخلاق ذہین ذکی تیز طبع ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم امام مسجد فتحپوری کے صاحبزادہ ہیں جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے نقشبندیہ خاندان میں مرید کرتے تھے فتویٰ نویسی میں مشہور تھے **گلی مردہانی** سے آگے داہنی جانب کٹرہ غلام محمد خان اسیں مطبع خادم الاسلام اسیں سے وکیل ہند اخبار نکلتا ہے اس سے آگے داہنی جانب چھتہ زمان شاہ بائیں جانب

کھڑکی فراشخانہ

اسیں اکثر مسلمان شرفاء کے مکانات ہیں اور چند گلیاں اور بڑی بڑی حویلیاں واقع ہیں اندر جاکر داہنی جانب **گلی سموسہ** پھر **گلی راجان** پھر **کوچۂ حکیم حامد خان** عرف **گلی چاہ شیرین** اس میں

حکیم بدرالدین خانصاحب

کا مکان ہی آپ حکیم قطب الدین خانصاحب شاہی طبیب کے صاحبزادہ ہیں اسی جگہ مطب فرماتے ہیں حکیم احسن اللہ خان صاحب مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ عرصہ تک انکے مطب میں رہے ہیں جمیع فنون سے واقف ہیں خصوصاً فن طب میں کمال رکھتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی تشخیص ہے معالجہ میں اکثر معاصرین سے فائق ہیں نہایت خلیق۔ دیندار۔ متواضع شخص ہیں اور سچ یہ ہے کہ پرانے اطباء دہلی کے آپ ہی ایک یادگار باقی ہیں کہتے ہیں کہ حکیم حامد علیخاں صاحب کی اولاد میں سے ہیں۔

انکے صاحبزادہ

حکیم شجاع الدینخانصاحب

بھی بڑے لائق۔ ذی استعداد۔ خلیق ہیں تشخیص اچھی۔ علاج باقاعدہ۔ دست شفا رکھتے ہیں۔ یہیں مطب کرتے ہیں

محلہ رودگران

اسمیں اندر جاکر بیچ سڑک میں کٹرہ کے اندر تین قبریں ہیں بیچ کی قبر منصور صاحب کی ہے آپکے متعلق کچھ حالات نہیں ملے اسکے سامنے اندر جاکر

مدرسہ ارادت اللہ خان

ہے اسکے اندر سنگ مرمر کے چبوترہ پر نواب ارادتمند خان شرف الدولہ کی قبر ہے جو محمد شاہ بادشاہ کے وزیر تھے ۱۱۳۸ہجری میں انتقال ہوا انکی بائیں جانب انکی زوجہ اور دائیں جانب انکے سالے نواب موسیٰ خاں کی قبر ہے اسی جگہ

مولوی آتو جان صاحب قادری

کا مکان ہے نہایت دیندار شخص ہیں عرصہ تک گورنمنٹ سکول میں فارسی کے مدرس اول رہے اب پنشن پاتے ہیں مولوی غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قادری علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں سے ہیں۔ مدرسے سے آگے

مطبع نصرت المطابع

واقع ہے اس میں اکثر رد نصاریٰ کی کتابیں طبع ہوتی ہیں اسکے مالک مولوی منصور علی صاحب ہیں فن مناظرہ کے امام مانے جاتے ہیں رد نصاریٰ میں انکی بہت سی تصنیفیں ہیں۔
محلہ رودگراں سے نکلتے ہی نکڑ پر ڈاکٹر رام سنگھ صاحب کا شفاخانہ ہے آپکی تشخیص اچھی ہے نہایت توجہ اور غور کے ساتھ علاج کرتے ہیں بچوں کا علاج خوب جانتے ہیں۔ آگے بڑھکر گلی مدرسہ میر جملہ اسکے نکڑ پر سرکاری شفاخانہ۔ آگے دائیں جانب

لال کنواں

ہے یہ بازار اس کنوئیں کے نام سے مشہور ہے اس سے آگے بائیں جانب کٹرہ شیخ چاند آگے بائیں جانب گلی بہرام بیگ دائیں جانب گلی میر جملہ پھر دائیں جانب گلی سواراں بائیں جانب کٹرہ سپہدار خاں اس سے آگے بائیں جانب

کمرہ زینت محل

ہے نہایت عالیشان شاہی عمارت ہے اسکے اندر بہت بڑے بڑے دالان در دالان

ہر جمعرات کو نہایت عقیدت کے ساتھ قدم شریف اور خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ میں فاتحہ پڑھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں ۹ - ۱۰ - ۱۱ محرم کو اپنے مرشد کا عُرس کرتے ہیں گیارہویں تاریخ صدہا غربا کو جو فاتحہ میں شریک ہوتے ہیں کھانا کھلاتے ہیں آپ کے سامنے کھڑکی فراشخانہ ہی جو شہر پناہ کی فصیل میں واقع ہی یہ محلہ اسی کھڑکی کے نام سے مشہور ہے - کھڑکی سے باہر نکلکر نہر کے پُل سے اُتر کر بائیں طرف سڑک قدم شریف ہوتی ہوئے اجمیری دروازہ چلی جاتی ہے - دائیں طرف لاہوری دروازہ کو نکلگئی ہے پل کے سامنے کچہ رستہ دائیں طرف خواجہ باقی باللہ اور بائیں جانب قدم شریف سے ہوتا نئی عیدگاہ سے گزر گیا ہے جو بادشاہ اورنگ زیب کی بنائی ہوئی ہے جسکا نصف فرش پختہ سابق کا بنا ہوا تھا اب تین چار سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار دہلی نے چند اہل ہمم کی ہمت سے حوض تک پختہ بنوا دیا ہے -

اوّل حضرت **خواجہ محمد باقی باللہ** علیہ الرحمہ کی زیارت کو چلیئے یہ خطاب آپکو پیر و مرشد سے عنایت ہوا ہے آپکا اصلی نام **سیّد رضی الدین احمد** ہی کابل میں ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے ظاہری علم اُسی جگہ حاصل کیا پھر باطنی فیوض مدینہ منورہ میں حضرت خواجگی امکنگی علیہ الرحمۃ سے حاصل کیے اور اپنے مرشد کی اجازت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ تاج الدین نارنولی وغیرہ آپ کے خلیفہ ہیں آپ ہندوستان میں نقشبندیہ خاندان کے پیران ہند مانے جاتے ہیں اگر آپ کی ذاتِ بابرکات نہوتی تو یہ طریقہ نقشبندیہ مُلکِ ہند میں نہ جاری ہوتا آپکے ظاہری و باطنی کمالات و زہد و تقوی و اتباع سنت آفتاب کی طرح روشن ہیں آپ کے معمولات شریفہ یہ تھے کم بولنا - کم سونا - تھوڑا کھانا اور ہر روز بعد نماز عشا تا نماز تہجد دو ختم قرآن شریف فرماتے اور بعد نماز تہجد کے فجر تک اکیس بار سورہ یٰسین تلاوت فرماتے جب صبح صادق طلوع ہونے لگتی تو آپ فرماتے کہ الٰہی رات کو کیا ہوا کہ اسقدر جلدی ختم ہوجاتی ہے - آپ کی خوارق و کرامات بیان سے باہر ہیں آپکی مسجد میں اوّل کے درجہ میں سنگ بری کا سہ درہ قابل دید اور لاجواب ہی - سنتے ہیں کہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں کوئی سوداگر ایران سے فروخت کیلئے بادشاہ کی خدمت میں لایا تھا بادشاہ اسکو اسّی ہزار روپیہ دیتا تھا اُسنے اتنی قیمت کو بادشاہ کے ہاتھ نہ بیچا اور حضرت کی نذر کر دیا اُسوقت حضرت کے نواسہ حضرت شاہ نظام الدین صاحب صحبتہ دہلی نے مسجد تعمیر کرا کر اسمیں لگا دیا جب مسجد کہنہ ہو گئی تو اب ۱۳۱۰ھ ہجری میں **سیّد مظفر علی صاحب نقشبندی متولی** نے جو خواجہ صاحب کی اولاد میں ہیں مسجد کی دوبارہ غلام جیلانی سوداگر صدر بازار کی امداد سے تعمیر کرائی اوّل درجہ میں وہی سہ درہ لگا کر چالیس برس کی عمر میں ۲۵ جمادی الثانی روز دوشنبہ ۱۰۱۲ھ ہجری میں حضرت خواجہ صاحب کا وصال ہوا

کوچہ حکیم حامد علیخاں سے بائیں جانب چھتہ راجاں داہیں جانب کٹرہ ہدو بائیں جانب گلی شاہنشاہ
داہیں جانب حویلی مرزا اکبر بیگ قرولی والے کی ہے جو ایک سنجیدہ و متین باوضع پرانے شرفار کا
نمونہ ہیں پھر اسی جانب حویلی مولوی ناصر علی صاحب سپرنٹنڈنٹ پرمٹ کی ہے یہ مولوی
ابو المنصور امام فن مناظرہ کے خلف اکبر ہیں یہ بھی اپنی وضع کی ایک ہی ہیں بڑے خلیق اور وضعدار
آدمی ہیں اچھے ناظم و ناثر - ذکی الطبع - صبیح الوضع شخص ہیں۔
اسکے سامنے کی گلی میں

مرزا محمد اکبر علیخان صاحب ٹونک والوں

کا مکان ہے - مرزا صاحب موصوف دہلی کے ایک مشہور و نامی و گرامی خاندان کے یادگار ہیں - نہایت
لائق - فائق خلیق - متواضع شریف الطبع آدمی ہیں راجپوتانہ کی ریاستوں میں بڑے بڑے عہدوں پر
ممتاز رہے ہیں -
بائیں جانب چھتہ چوہیا دہنی جانب کٹرہ دھوبیان پھر بائیں جانب گلی اخوندجی اسکے نکڑ پر

اخوند برہان الدین صاحب شاہ پشاوری کی مسجد

ہے نہایت خوبصورت بنی ہے ایک عرصہ تک اخوند برہان الدین صاحب تشریف فرما رہے انکے بعد

مولنٰنا قاری حافظ شاہ عبد العزیز صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری رح

انکے جانشین ہوئے دسویں محرم روز شنبہ ۱۲۹۶ہجری کو انتقال فرمایا اور خواجہ محمد باقی باللہ
علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں مدفون ہوئے اب انکے سجادہ نشین

مولانا حافظ قاری شاہ محمد عمر صاحب الملقب بہ سراج الحق قادری سلمہٗ

ہیں آپ شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم قادری کے نواسہ اور مولوی محمد فرید الدین صاحب شہید واعظ جامع مسجد دہلی
کے صاحبزادے ہیں آپکو اپنے نانا صاحب سے فیوض باطنی حاصل ہوئے ہیں انہیں کے قدم بقدم ہیں
آپ کے حالات اور مقامات بیان سے باہر ہیں - علم و عمل - فضل و کمال - تجرید و تفرید - حلم و
کرم - سخاوت انکسار آپکی ذات پر ختم ہے رات دن ذکر و شغل سے کام ہے آپکی صحبت غنیمت ہے
سال بھر میں تین وعظ فرماتے ہیں اول عشرہ محرم کو اپنی مسجد میں پھر ۱۲ ربیع الاول کو قدم شریف میں پھر ۲۷ رجب کو
فقراء - علماء - رؤسا وغیرہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں سامعین کو کلی حظ حاصل ہوتا ہے

اسی تاریخ خواجہ صاحب کا عُرس ہوتا ہے - خواجہ صاحب کے سرہانے سنگِ مرمر کی لوح پر یہ قصیدہ کندہ ہے -

قبلۂ اربابِ معنی کعبۂ اصحابِ دین
حامیٔ دینِ نبی اکمل امام المتقین
کاشفِ اسرارِ مطلق واقفِ عین الیقین
غوثِ اعظم عروۃ الوثقیٰ و رب العالمین
کاملِ عالی طریقہ مہدیٔ راہِ متین
راضیٔ مرضیٔ حق بر ذات و شانِ اولین
نورِ بیچون بر جبینش تافت از حق الیقین
کے توانم گفت مدح آن خلاصہ واصلین
خواجگی امکنہ شد مرشدِ آن شاہِ دین
چون کمالش وصل دائم بود معنی دلنشین
دان ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنین
ہر کہ آید بر مزارش از سرِ صدق و یقین
عاجز و عاصی بدرگاہش ہمی ساید جبین
باد نازل رحمت و رضوان رب العالمین

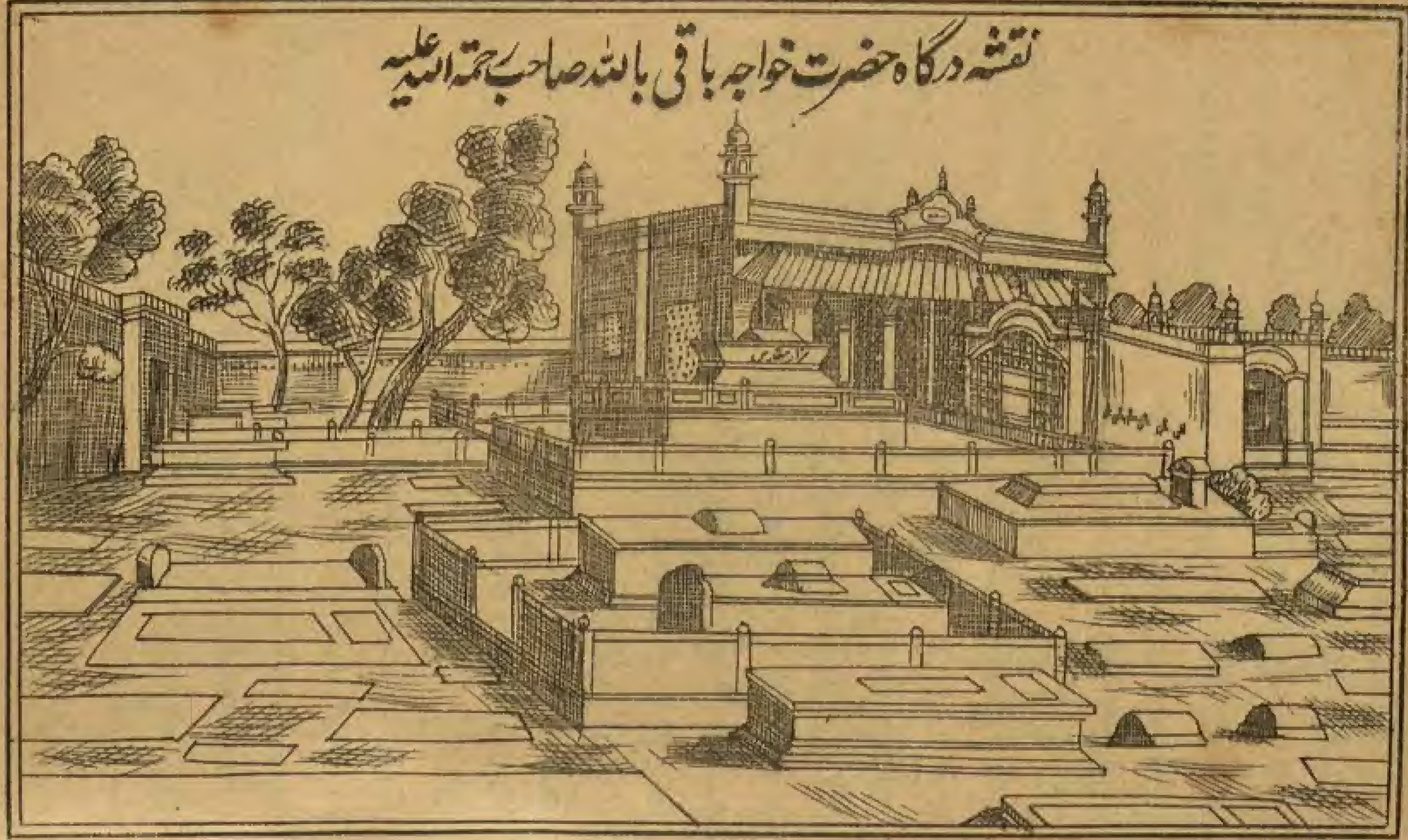
مظہرِ فیضِ الٰہی صاحبِ علم الیقین
موردِ فضلِ گرامی آلِ ختم المرسلین
محوِ ذاتِ اقدس و باللہ باقی بالیقین
قطبِ ارشادِ جہان ہم معنیٔ حق الیقین
بحرِ عرفانِ الٰہی مقتدائے العارفین
این کرامت ہست از محبوبِ رب العالمین
شد زمین ہمتش روشن قلوب المومنین
ہست ذاتِ خواجہ باقی رحمۃ للعالمین
لیک بد مشربش پس درہم بہا احرارِ دین
شد وصالِ غیب آخر بعمر اربعین
از وفاتِ قطبِ دوران تکیہ گاہ مسلمین
حاجتش گردد روا ہم مقصد دنیا و دین
تا بیابد نظرِ رحمت ہم نجاتِ یومِ دین
بر محمد خواجہ باقی از اولیائے مقبلین

مرشدِ اسرار ازلی بود باقی حق الیقین — مرحبا [illegible] از فضل رب العالمین

نقل ابیات سابقہ در عہد سجادہ نشینی میر مظفر علی صاحب بقلم آثم ابو المعظم سراج الدین احمد گردید

آپ کے مزار شریف سے مشرق کیجانب ایک قبر چھوڑ کر دوسرا مزار حضرت کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کا ہے اس استانہ میں آپکے دونوں صاحبزادے حضرت خواجہ کلان و خواجہ خورد کے مزارات ہیں اسی جگہ نظام الدین احمد عرف شاہ جی کا مزار ہے جنکا اجمیری دروازہ کے متصل تالاب اور چاوڑی میں چھتہ مشہور ہے اور یہیں جہانگیر بادشاہ کے استاد اور مرزا مظہر جانجانان کے استاد اور حافظ قاری شاہ عبد العزیز صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری اور شاہ عبد العدل صاحب نقشبندی اور دیگر بزرگانِ دین کے مزارات ہیں -

بیرونِ احاطہ حافظ غلام رسول صاحب ویران شاعر - مولوی محمد عبد الرب صاحب اور انکے صاحبزادے مولوی ادریس صاحب اور دیگر بڑے بڑے علما و مشائخ اور شعرا کے مزارات ہیں - یہیں



نقشہ درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ


نقشہ قدم شریف

مولانا میر محمد ذکریا صاحب علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ بہت بڑے کامل صاحب کرامات ہیں صوفی آبادانی علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد ہیں۔ پیران پیر حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ہیں آپکے والد ماجد محی الدین اورنگزیب کے زمانہ میں شاہجہان آباد میں بڑے بڑے عہدہ پر مامور ہوئے جب وہ شہید ہو گئے تو آپ صغیر سن تھے لاہور چلے گئے وہیں پرورش پائی۔ سن شعور کو پہونچے تو مولانا شیخ محمد صاحب سندی عرف شیخ حیاکی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر سلوک طے کرنیکے بعد خرقۂ خلافت حاصل کیا پھر تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے کچھ دنوں ملازمت کی پھر تجارت شروع کی اسکے بعد دلی کی خدمت عمر دیکھو تو شاہجہاں آباد میں آئے جامع مسجد کے قریب ایک مکان لیکر کاغذی کی دوکان کی مگر کمال چھپا نہیں رہتا لوگ آپکی طرف مائل ہوئے بیعت ہونے لگے بہت سے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے جب وفات کا وقت قریب آیا تو سب مریدوں کو بلا کر فرمایا کہ تم لوگوں کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں اور صوفی آبادانی کو اپنا جانشین قرار دیتا ہوں اور فوراً خرقۂ خلافت اور کلاہ و سند صوفی صاحب کو عطا کر کے لوگوں کو رخصت کیا اور ۹ ذیقعدہ ۱۱ھ ہجری شنبہ کے روز آدھی رات کے وقت انتقال فرمایا آپکا سلسلہ طریقت حضرت سید آدم بنوری سے ملتا ہے اس طریق پر کہ مولانا ذکریا علیہ الرحمۃ نے خرقۂ خلافت پایا مولانا شیخ محمد سندھی سے انہوں سے شاہ محمد قریشی عباسی لاہوری سے انہوں نے شاہ محمد لودھی سے انہوں نے پیر محمد خان لودھی سے انہوں نے سید آدم بنوری سے۔ ۹ ذیقعدہ عصر کے بعد پیر جی احمد بخش صاحب متولی درگاہ حضرت شاہ آبادانی صاحب علیہ الرحمۃ انکا عرس کرتے ہیں خواجہ صاحب کے مزار کے جنوبی دروازہ سے چلکر ایک چار دیواری میں سید فیض صاحب کا مزار ہے ۵ ربیع الاول کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ اسکے آگے جنوب اور مغرب کے گوشہ میں

قدم شریف

واقع ہے۔ نامی گرامی درگاہ ہے حقیقت میں شاہزادہ فتح خان کی قبر ہے اسکے اوپر حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقش قدم ہے ۹۰ فیروز شاہ کے عہد میں آیا جب شاہزادہ فتح خان کا انتقال ہوا تو انکی قبر پر سینہ کے مقابل نصب کرا دیا گیا اور قبر کے آس پاس مدرسہ اور مکانات اور مسجد بنا دی اور چار دیواری کے متصل ایک بہت بڑا حوض بنایا غرض تمام عمارت فیروز شاہ کی بنائی ہوئی ہے قبر کے چوگرد سنگ مرمر کا کٹھرا لگا ہے ہر قسم کے لوگ اسمیں پانی بھرواتے ہیں اور یہاں کے خادم نقش قدم دھوکر

[margin] ۱۰ [illegible]

بائیں جانب **کوچہ بیلا مل** آگے بائیں جانب **گلی سرس** اسکے متصل حمام گرم و مدرسہ عبدالرزاق و فیاض الدین اس سے آگے گلی مسجد تہور خاں گلی سے باہر نکڑ پر

مسجد تہوّر خان

واقع ہے اسکے نیچے دو دکانیں ہیں جنکی آمدنی کرایہ تقریباً سات روپیہ ہوا ہے مگر خدا جانے کون صاحب وصول کرتے ہیں اتنا سنا گیا کہ وہ پنڈت کے کوچہ میں رہتے ہیں مگر نام اور صحیح پتہ نہیں ملا مسجد کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اسکی خدمت نہیں ہوتی مسجد سے آگے بائیں جانب **گلی کناری والی** اس سے آگے دائیں جانب **گلی تماشہ** آگے بائیں جانب **گلی سجوگی رام** آگے دائیں جانب **نیا بانس** آگے جاکر یہ بازار کھاری باولی میں ملجاتا ہے۔

اب قاضی کے حوض سے اجمیری دروازہ کی طرف ایک بازار رہ گیا ہے جسکو

بازار اجمیری دروازہ

کہتے ہیں یہ بازار بھی بہت وسیع ہے دونوں جانب بڑی عمارتیں اور چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہیں اور پرانی بڑی بڑی عالیشان حویلیوں کے پھاٹک ٹوٹی ہیں۔ یہ بازار تقریباً ۵۰۰ قدم کے طول میں واقع ہے اسمیں ہر قسم کے لوگ بیٹھتے ہیں مگر موچیوں اور چھیپیوں کی دکانیں زیادہ ہیں شروع بازار میں دائیں جانب **کوچہ فتح النسا بیگم** اسکے محاذ میں بائیں جانب **کٹرہ رانجھے والا** آگے دائیں جانب حویلی رضیہ بیگم پھر بائیں کجانب **محلہ کروڑ** ہے آگے بائیں جانب **گلی لوہار** اس سے آگے دائیں جانب **گلی شاہ تارا** (یہ رستہ کوچہ پنڈت میں جاملتا ہے) اسکے محاذ میں **محلہ بندوق والاں** آگے بڑھکر دائیں جانب **کوچہ دلوالی سنگھ** آگے دائیں جانب حویلی **مصطفےٰ بیگ** پھر بائیں جانب محلہ کونڈے والاں اسمیں چندو لال بجاری لال کا لوہے کا کارخانہ ہے اسکے محاذ میں دائیں جانب **گلی بنسی کوئلہ والا** آگے بائیں جانب مادھو رام بدہ سنگھ کا لوہے کا کارخانہ اس سے آگے **گلی بیلا والی** سامنے اجمیری دروازہ اسکے باہر متصل ہے

مدرسہ غازی الدین خان

واقع ہے سنگ سرخ کا بنا ہے اسکے تین دروازے ہیں بہت بڑے اور خوبصورت اندر صحن کا نہایت وسیع شمالاً جنوباً اوپر نیچے متعدد حجرے دونوں کے وسط میں ایک ایک درہ نہایت وسیع ایکدروں کی چھت کو

وہ پانی تبرک کے طور پر لوگوں کو دیتے ہیں اور وہ پیتے ہیں اور دُور دُور لیجاتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے ہیں

اے خضر دل اسکے پئے سے نجات ہے — پانی قدم شریف کا آبِ حیات ہے

ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو دھوم دھام کا میلہ ہوتا ہے بہت لوگ جمع ہوتے ہیں سینکڑوں لنگ آتے ہیں ورد حال کرتے ہیں اس درگاہ کے کئی دروازے ہیں ایک دروازہ پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

زہے گم گشتگان رہنمائے محمد — ہدایت دہندہ ہدائے محمد
خوش آن مدرسہ منبر و بارگاہے — کہ در وے بباشد ثنائے محمد
عرش گشتہ در زیر پا او مسلّم — ہر آن کو شدہ خاکپائے محمد
منم از سگان سگِ کوئے او — شدہ شیروان از گدائے محمد

اسکا مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہوگیا تھا پانچ چھہ سال کا عرصہ ہوا کہ حاذق الملک حکیم **عبدالمجید** خانصاحب مرحوم و مولانا قاری حافظ محمد عمر صاحب الملقب بہ سراج الحق صاحب کی کوشش سے دو ڈہائی ہزار روپیہ کی لاگت سے مرمت کرائی گئی قدم شریف کے متصل ہے **کلو کا تکیہ** مشہور ہے ایک جگہ املی و پیپل اور نیم کے تین درخت برابر واقع ہیں انکے پاس کنوئیں کے متصل ٹوٹی سی چار دیواری میں

طوطیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم صاحب ذوق

ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہِ دہلی کے استاد آرام فرماتے ہیں اور سرہانے سنگ مرمر کی لوح لگی ہے اُس میں یہہ قطعہ کندہ ہے

اللہ اکبر

طوطیٔ ہند حضرت اُستادِ ذوق نے — لی گلشنِ جہاں سے جو باغ جناں کی راہ
سالِ وفات جو کوئی پوچھے تو اے ظفر — کہہ ذوق جنتی زسرِ بخشش الٰہ

سنہ ۱۲۷۱ ہجری

اب پھر اُس بازار میں چلیے جو کھڑکی فراشخانہ کے نام سے مشہور ہے یہاں پہونچتے ہی پھر اُسی لال کنوئیں کے بازار میں آگئے۔ کھڑکی فراشخانہ سے آگے دائیں جانب **کٹرہ بڑیاں**

نوٹ۔ افسوس ان کے شاگرد اور شاگردان شاگرد ہزاروں موجود ہیں مگر کسی کو اسطرف بالکل ہی توجہ نہیں ہوتی کہ انکے مزار کی درستی اور چار دیواری کی مرمت کرادے اور انکی یادگار باقی رہنے کی کوشش کرے اگر یہی غفلت رہی تو تھوڑی زمانہ کے بعد انکے مزار کا پتہ چلنا بھی دشوار ہو جاویگا خدا کرے فصیح الملک داغ کو اسطرف توجہ ہو وے کیونکہ ادنیٰ توجہ سے انکا مزار نہایت مستحکم لائق یادگار

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ خاں صاحب فیلو الہ آباد یونیورسٹی رئیس دہلی سکرٹری -
خان بہادر شمس العلماء مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب - ایل - ایل - ڈی -
خان بہادر محمد اکرام الدین خان صاحب - آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و مینوسپل کمشنر و فیلو پنجاب یونیورسٹی -
خان بہادر ڈپٹی الٰہی بخش خان صاحب وائس پریسیڈنٹ کمیٹی و آنریری مجسٹریٹ
خان صاحب حکیم ظہیر الدین احمد خان صاحب آنریری مجسٹریٹ و مینوسپل کمشنر
شہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب آنریری مجسٹریٹ و مینوسپل کمشنر
نواب سلطان مرزا صاحب رئیس دہلی - جناب نواب مرزا صاحب رئیس دہلی -
مرزا عبد علی بیگ صاحب مرزا سرفراز حسین بیگ صاحب
مرزا مولوی محمد حسین بیگ صاحب
مدرسے سے آگے نکلکر کئی سڑکیں گئی ہیں - بائیں طرف شاہ جی کا تالاب ترکمان دروازہ ہوتی ہوئی دہلی دروازہ چلی گئی ہے - دائیں جانب نہر کے پل سے اوتر کر شہ راہ واقع ہے - دائیں سڑک لکھڑکی فراشخانہ خواجہ باقی باللہ ہوتی صدر چلی گئی ہے - بائیں طرف خواجہ قطب صاحب کو جاتی ہے سید ھا راستہ پہاڑ گنج اور دائیں طرف

درگاہ سید حسن رسول نما علیہ الرحمہ

کو چلا جاتا ہے سید صاحب کا نام تمام زمانہ میں مشہور ہے آپ اولیائے کبار میں سے ہیں آپکو رسول مقبول صلعم کی جناب میں اتنا تقرب حاصل تھا کہ جسکو چاہتے زیارت کرا دیتے اسی لیئے آپکا لقب رسول نما مشہور ہوگیا ۱۱۰۳ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا - سال وفات اس سے نکلتا ہے (رسول نما رسول باقی شد) آپکا مزار ایک احاطہ میں واقع ہے مزار کے سرہانے یہ شعر کندہ ہے

حسن رسول نما افتخارِ آلِ حسن اویسِ قرنِ ثانی و ثالثِ حسنین

شاہ محمد سعید صاحب - سید ابراہیم صاحب - سید شجاعت خان صاحب وغیرہ آپکے خلفاء ہوئے ہیں - اور شعبان کو آپکا عرس ہوتا ہے آپکے نبیرہ سید احمد حسن صاحب سجادہ نشین ہیں - یہی عرس کرتے ہیں - نیکبخت متوکل شخص ہیں -
سید حسن رسول نما کی مزار کے متصل چنبلی والے باغ کے نکڑ پر

حضرت جہاں نما علیہ الرحمۃ

رنگ سرخ کے دالان ایسی ہی شرقی جانب۔ غربی جانب میں ایک مسجد بہت بڑی نہایت خوبصورت تمام تعمیر سنگ سرخ کی فرش بھی سنگ سرخ کا مسجد کے دونوں پہلوؤں میں کچھ صحن چھوڑ کر سنگ سرخ کے دالان مسجد کے جنوبی دالان کے متصل سنگ باسی کا جالیدار مجرہ اسکے اندر سنگ مرمر کا جالیدار دوسرا مجرا اسمیں تین قبریں جنکا سنگ مرمر کا تعویذ بیچ کی قبر نواب **غازی الدین خان** بانی مدرسہ کی جو سمرقند سے آیا اور گجرات کا صوبہ ہوا اور احمد آباد میں ملک عدم کو روانہ ہوا اور پھر یہاں لاکر دفن کیا گیا دائیں بائیں اسکے دونوں لڑکے مدفون ہیں مجرہ کے سامنے دالان در دالان بنے ہیں جو نہایت خوش وضع اور موزون ہیں مدرسہ کے صحن میں بہت بڑا حوض تھا جو بھر کر برابر کر دیا گیا ہے یہ مدرسہ احمد شاہ بادشاہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں بنا سرکار نے اس میں مدرسہ رکھنا پسند کیا اور اسکے چاروں طرف خندق کھدوا کر اسکو شہر میں داخل کر لیا غدر سے پہلے۔ عربی۔ فارسی شاستری کے کیئے مدرس تعلیم کیلئے مقرر کر دیئے اسکے بعد نواب **فضل علیخاں صاحب** اعتماد الدولہ وزیر شاہ اودھ نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ اسکے مصارف کے لئے صاحبان انگریز کے سپرد کیا چنانچہ سرکار کیطرف سے ایک عبارت اس مضمون کی پتھر پر کندہ ہے اور اندر کی جانب بیچ کے دروازہ پر لگی ہے عبارت یہ ہے۔

نہ ہر لوح نقشے بماند و لیک　　جزاے عمل ماند و نام نیک

بیاد حسنات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علیخان بہادر سہراب جنگ کہ یک لک و ہفتاد ہزار روپیہ برائے ترقی علوم در مدرسہ ہذا واقع دہلی خاص مولد و موطن خویش بصاحبان کمپنی انگریز بہادر تفویض نمودند منقوش گردیدہ در ۱۸۲۹ء۔

بیچ کے دروازہ میں دو چوکھٹیں لگا کر کمرہ کی شکل بنا دیا ہے اسکو طلباء کے امتحان کا کمرہ قرار دیا ہے یہ مدرسہ کسی وقت دار الشفا بھی رہ چکا ہے غدر کے زمانہ میں یہ بھی ضبط ہو گیا تھا عرصہ تک پولس لین رہتی رہی دس بارہ برس کا عرصہ ہوا کہ عمائدین کی درخواست پر لائل صاحب کے عہد میں واگذاشت ہو گیا اور پولیس لائن اٹھا دی گئی اب اس میں **عربی سکول** قائم ہی انٹرنس تک تعلیم دیجاتی ہے مسلمانوں کے بچے تعلیم پاتے ہیں۔

ماہواری خرچ تقریباً نوسو روپیہ ہے۔ سو روپیہ ماہوار کمیٹی مدد کرتی ہے۔ باقی فیس کے روپیہ اور ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ کے سود سے اس کا خرچ چلتا ہے۔

حسب ذیل بارہ ممبر نگرانی کرتے ہیں۔

بڑے بڑے عالیشان مکانات کے نشانات قایم ہیں ایک بہت بڑی مسجد کا نہایت وسیع صحن چھوٹا ہوا ہے
البتہ لاٹھ بہت نامی چیز ہے اسپر بہت سی عبارت اگلی زبان اور اگلے حرفوں میں کندہ ہی جو بالکل سمجھ میں نہیں آتی
تھوڑی سی عبارت شاستری میں کندہ ہی مگر پورے طور پر وہ بھی نہیں پڑھی جاتی جتنے حروف پڑھے
جاتے ہیں اُنکا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(شُد سری بکرماجیت سمت ١٢٢٠ بیساکھ شدی پندین سوا سون لکھی الشن داس ابن شاہ بہادر معزالدین کجو داد
عمردراز مقیاس شرف)

اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جس زمانہ سلطان معزالدین محمد بن سام غوری نے کوہ سوالک کو جو ہندوستان کے
شمال میں واقع ہی تاراج کیا ہی اسی زمانہ میں اس لاٹھ پر یہ عبارت کھدوادی ہے اسکی حقیقت یہ ہی کہ کوہ کمایون
کے پاس جو ہندوستان کے شمال میں واقع ہے دو لاٹھیں گڑی ہوئی تھیں ہندو لوگ انکی پوجا کرتے تھے
اور کہتے تھے کہ یہہ دونوں لاٹھیں ہمارے دیوتاؤں کے گائیں چرانے کی لاٹھیاں ہیں اُنکے ساتھ
ہی یہ بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ جسوقت یہہ لاٹھیں یہاں سے اُٹھیں گی یا ٹوٹیں گی جبھی پرلو ہوگی
فیروز شاہ نے یہہ سُنکر اُنکے اعتقاد کو جھٹلانا چاہا اور فوراً ایک لاٹھ کو توڑ تاڑ ڈالا اور دوسری کو
یہاں لاکر لگا دیا اُسوقت سے فیروز شاہ کی لاٹھ مشہور ہوگئی یہہ لاٹھ بالکل ایک پتھر کی بنی ہوئی ہے
لوگ اسکو گوبند کا پتھر بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی اسوقت اوپر موجود ہے اتنی ہی نیچے اوٹ
ہے یہہ بھی مشہور ہے کہ اس لاٹھ کے نیچے خزانہ مدفون ہے چنانچہ خال خال سادہ مزاج لوگ اب بھی
جاکر اُسکے اطراف کو کھودنے لگتے ہیں اور اتفاقاً پرانی کوئی چیز ملجاتی ہے تو نہایت خوش ہوتے ہیں
اور اپنے خام خیال کو بہت پکی بات سمجھنے لگتے ہیں موجودہ لاٹھ کا طول اڑتالیس فٹ پندرہ انچ ہے
اور جڑ کی مُٹائی دس فٹ مدور ہے اسکا سر ایک طرف سے ٹوٹ گیا ہے بعضے کہتے ہیں کہ بجلی گری
اُسکے صدمہ سے ٹوٹ گیا بعض کہتے ہیں کہ گولہ لگا صحیح حال خدا کو معلوم ہے۔

آگے چلکر پُرانی دلّی کا

کابلی دروازہ

ہے اسکو لال دروازہ بھی کہتے ہیں یہ نہایت عالیشان دروازہ ہی تمام سنگ خارا سے بنا ہے رُوکار سنگ سُرخ
کی ہے دروازہ کے اوپر برج اور نشیمن بہت خوبصورت بنا ہی یہ دروازہ فیروز شاہ کی بسائی ہوئی
دلّی کی نشانی ہے اسکے متصل

جیلخانہ

ہے یہ حقیقت میں پُرانی دلّی کی سرا تھی فرید خان نے بنوائی تھی (جو جہانگیر کے وقت میں پنجاب کا صوبہ دار تھا او

کا مزار ہے زبانی اوصاف بہت کچھ سننے میں آئے ہیں مگر آپکے حالات سن ولادت سن وفات وغیرہ کا پتہ نہیں چلا اس سے آگے پنچکیاں ہیں دھوبیوں کے گھاٹ ہیں کورا کپڑا دھلتا ہے آگے

بھولی بھٹیاری کا محل

ہے جو ایک پہاڑی پر واقع ہے اسکو بھولا خاں پٹھاں نے بنوایا تھا عوام الناس اسکو بھولی بھٹیاری کا محل کہنے لگے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت ہوگا مگر اب کھنڈر پڑا ہے شہر کے تمام برہمن جو علم نجوم سے واقفیت رکھتے ہیں اسجگہ ہوا دیکھنے کو جاتے ہیں اور ایک جھنڈا گاڑکر ہوا دیکھتے ہیں ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں بہت بڑا میلہ ہو جاتا ہے اس میلہ کو پون پریکشا کا میلا کہتے ہیں اسکے جانب غرب سامنے۔

خدا نما علیہ الرحمہ

کا مزار ہے آپ کا نام آپکے حالات کسی جگہ سے دستیاب نہیں ہوئے مگر کرامت اور ولایت نام ہی معلوم ہوتی ہے اتنا سنا جاتا ہے کہ آپ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں تھے غالباً ان تینوں حضرات کا قریب قریب زمانہ ہے

شاہجہان آباد کی سیر ختم ہو چکی اب

پُرانی دلّی

کی سیر فرمایئے صرف دو متبرک مقاموں کی حاضری باقی ہے انکے ذیل میں اور بھی برگزیدہ آستانے یا قابل مقامات نظر سے گذر جائیں گے اوّل حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہونا ہے اسکے بعد حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے دربار سے فیضیاب ہونا ہے چونکہ ہماری نسبت سے حضرت شیخ المشائخ قریب ہیں اسلیئے پہلے اس آستانہ پر حاضر ہونا چاہیئے۔ دلّی دروازہ سے سلطان المشائخ کو رستہ جاتا ہے دروازہ سے نکلتے ہی بائیں ہاتھ دریا کے کنارہ

کوٹلہ فیروز شاہ

واقع ہے اسمیں بہت اونچی ایک لاٹھ ہے اسکو فیروز شاہ کی لاٹھ کہتے ہیں غالباً یہ عمارت ۷۵۵ھ ہجری زمانہ فیروز شاہ میں بنی ہے کسی زمانہ میں بہت خوبصورت عمارت ہوگی اسوقت نہایت خراب ٹوٹی پڑی ہے

یعنی خدا نما رحمہ اللہ علیہ، جانب مغرب

خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ کی زیارت کو تشریف لاتے تو آپ ہی کی خانقاہ میں ٹھیرتے۔ یہ خانقاہ اسجگہ لب دریا واقع تھی بہت بڑی عمارت تھی جمنا بالکل نیچے کو چلتی تھی گاہ گاہ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیا بھی خانقاہ میں تشریف لاتے درویشانہ صحبتیں ہوتیں۔ نقل ہے کہ جسوقت مولانا حسام الدین اندرپتی خلیفہ شیخ جمال ہانسوی دہلی ہوکر واپس پیر کی خدمت میں پہونچے تو شیخ نے پوچھا کہ آن بار سفید ما چگونہ است یعنی شیخ ابوبکر طوسی کا کیا حال ہے یہاں حج کا ارادہ ہوچکا تھا اور مولانا حسام الدین کو اسکی اطلاع تھی اور شیخ طوسی نے پیام بھی دیا تھا کہ شیخ جمال سے ہمارا حج کا ارادہ ظاہر کردینا لہذا مولانا حسام الدین نے عرض کیا کہ او قصدِ حج دارد یعنی حج کا ارادہ رکھتے ہیں شیخ جمال نے وہیں سے مولانا کو واپس بھیجا اور فرمایا کہ تمہارے پیچھے مَیں بھی آتا ہوں اور یہ رباعی لکھکر مولانا کے حوالہ کی **رباعی**

مرپائے ترا سرم نثار اولی تر   بحرچہ بود بلکہ ہزار اولی تر
در غار وطن ساز چو بوبکر ازانکہ   بوبکرِ محمدی بغار اولی تر

آپ کے مزار کے مقابل سلطان جی جاتے ہوئے سڑک سے دائیں طرف چاردیواری میں

شیخ نورالدین ملک یاربراںؒ

کا پختہ مزار ہے آپ بہت بڑے عارف کامل صاحب کرامات ہیں لاڑکے رہنے والے ہیں سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ کے مشائخ میں سے ہیں حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ آپکے روضہ پر حاضر ہوا کرتے تھے چونکہ زمانہ ملتا جلتا ہے اسلیئے زیارت بھی کی ہوگی مگر کسی کتاب میں لقا مذکور نہیں۔ سیر الاولیا میں حضرت سلطان المشائخ سے منقول ہے کہ مَیں ایک روز مسجد کیلوکھڑی میں نماز کیلئے جاتا تھا لو بہت چلتی تھی ادھر میرا روزہ ادھر لو۔ تنگ ہوکر ایک دوکان پر بیٹھ گیا اور یہ خطرہ دل میں گذرا کہ آج کوئی سواری ہوتی تو اُسپر سوار ہوکر مسجد چلا جاتا اسکے بعد فوراً ہی سعدی کا یہ شعر یاد آیا **شعر**

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستاں   راہ بجائے نبرد ہر کہ باقدام رفت

مینے اُس خطرہ سے توبہ کی تین دن کے بعد شیخ ملک یاربراں کا خلیفہ ایک گھوڑی لایا کہ اسکو قبول کیجیے مینے کہا کہ تو درویش آدمی بھلا تجھ سے کسطرح قبول کرلوں اُسنے کہا کہ میری شب ہے کہ میرے شیخ ملک یاربراں نے مجکو خواب میں فرمایا ہے کہ شیخ نظام اولیا کو ایک گھوڑی دے آ۔ مینے کہا کہ تمہارے ہی پیر نے تو فرمایا ہے میرے پیر نے تو نہیں فرمایا کہ میں لیلوں وہ اُس وقت تو چلے گئے۔ اُسکے بعد پھر لائے اتو مَیں سمجھ گیا کہ یہ خدا ہی کا فرستادہ ہے مینے وہ گھوڑی قبول کرلی

قصبہ فریدآباد جو دہلی سے بارہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے اوسی کا بسایا ہوا ہے جو وقت دلی ویران ہوئی سرا بھی ویران ہوگئی عالمگیر اور شاہ عالم کے زمانہ تک بالکل خراب ہوگئی تھی انگریزی عملداری ہوئی تو انہوں نے جیلخانہ کے لیئے اس سے بہتر کوئی موقعہ نہ پایا لہذا اسکی مرمت کرکے جیلخانہ قایم کردیا پھر اسکے متصل نیا جیلخانہ اور ہسپتال بنایا اور ۱۹۰۳ء سے ایک مدرسہ اسکے متعلق قائم ہوا ہے جو نابالغ لڑکے قید ہوتے ہیں اونکو دستکاری - جیسے زردوزی - موچی - بڑھئی - درزی وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہی تا سن بلوغ اونکو وہاں رکھا جاتا ہے - جیلخانہ سے آگے بائیں جانب متصل سڑک

مسجد مہابت خان

(اور ایک حویلی کے کھنڈرات موجود ہیں) مہابت خان ذات کا راجپوت تھا اور شاہ جہاں بادشاہ کے ساتھ ہوکر جہانگیر کو قید کرادیا تھا اخیر عمر میں شیعہ ہوکر مرا اوسکے قبر شاہ مرداں میں موجود ہو اس جگہ کو ریتی مہابت خان بھی کہتے ہیں غدر سے پہلے اور کچھ بعد بھی اسجگہ شہزادے اور شہر کے رئیس پتنگ بازی ہر جمعہ کو کیا کرتے تھے - اس مسجد کے سامنے شرقی اور جنوبی گوشہ میں

شیخ محمد صاحب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار کا گنبد نظر آتا ہو آپ حضرت شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ العزیز سے مجاز تھے آپکو دنیا سے بالکل لگاؤ نتھا اخلاق و خاکساری بدرجہ کمال رکھتے تھے گوشہ نشینی زیادہ پسند تھی - صحبت عوام سے بہت گھبراتے تھے اکثر تنہا رہتے تھے - بارہ برس تک خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی سڑکوں کی جاروب کشی کی رات اور دن عبادت اور وظائف میں مصروف رہتے کھانا اور سونا بقدر ضرورت کام میں لاتے - عالمگیر نور اللہ مرقدہ کا بیٹا محمد معظم شاہ آپسے نہایت درجہ عقیدت رکھتا تھا سنا جاتا ہی کہ جس چبوترہ پر آپکا مزار ہے آپکے اور آپکے خاص عقیدتمندوں کے دست مبارک کا بنایا ہوا ہی ۲۲ محرم کو شاہ بزرگ حسین صاحب آپکا عرس کرتے ہیں شاہ صاحب ہی اسجگہ کی متولی اور مالک ہیں - اسجگہ کو شیخ محمد کی بائیں کہتے ہیں وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس چبوترے کے متصل ایک تالاب تھا جسمیں آپ وضو فرمایا کرتے تھے اوسکو بائیں کہتے تھے اسی سببسے یہ جگہ بھی بائیں کرکے مشہور ہوگئی - آگے چلکر بائیں جانب متصل قلعہ ہندوؤں کی سہ دری کے جنوب میں بلندی پر -

شیخ ابوبکر طوسی حیدری رح

کا مزار ہی آپ قلندر مشرب تھے شیخ جمال الدین ہانسوی سے نہایت اتحاد تھا حتی کہ شیخ جمال الدین ہانسی سے

خوبصورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے ہر محراب اور گوشہ پر خطِ نسخ اور کہین خطِ کوفی مین آیات قرآنی کندہ ہین صحن مین مثمن حوض ہے مگر خراب ہے ہی مسجد کے چھت پر جانے کا راستہ بھی عجب قطع سے بنایا ہے دیوارون مین عمدہ عمدہ نشیمن بنائے ہین - اس مسجد کی چھت لداؤ کی ایسی خوبصورت بنائی ہے کہ نگاہ اوٹھانے کو دل نہین چاہتا - یہی طبیعت چاہتی ہے کہ اس کو دیکھے جاؤ - چھت کے اوپر صرف ایک گنبد رہ گیا ہے - کسی زمانہ مین گنبد کے ادھر اودھر دو چھتریان تھین جو اب ٹوٹ پھوٹ گئین ہین دوسری موجودہ عمارت

شیر منڈل

ہشت پہلو منارہ کی طور پر بنا ہو - سنگِ سرخ کی عمارت ہے - اندر جانیکا جنوب رویا دروازہ ہے - بیچ مین ایک کمرہ سا بنا ہے چارون طرف بہت تنگ غلام گردش ہے - اوپر ایک برجی ہے اسکا شرق رویہ دروازہ ہے اوپر چڑھنے سے دریا اور جنگل کی عجیب و غریب کیفیت معلوم ہوتی اور سیر دکھائی دیتی ہے - جنگل کے سبزے کا لہلہانا اور دریا کی لہرون کا نظر آنا اور ہوا کا سر سر آنا اور چوطرفہ میدان کا مثل کٹورہ کے دکھائی دینا اور سبز سبز درختون کا نظارہ عجیب لطف دکھاتا ہے بیٹھنے کے بعد اوٹھنے کو جی نہین چاہتا -

اسکو شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت مین بطور سیرگاہ کے تعمیر کرایا چنانچہ شیر شاہ کے حال مین اسکا ذکر آچکا ہے پھر نصیر الدین ہمایون بادشاہ نے اسکو کتب خانہ قرار دیا اور کبھی کبھی اعمال ریاضی بھی یہان کیا کرتے تھے چنانچہ برجی کے بیچ کے پتھر پر کچھ علم ریاضی کی نقوش ابھی تک موجود ہیں ایک روز برجی میں تشریف رکھتے تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی آپنے بیٹھکر اذان سُنی اور دُعا پڑھی جماعت کے واسطے نیچے آنا چاہا جریب زور دیکر اٹھے اتفاقاً جریب سیڑھی پر پھسلی اور نیچے آن پڑے کئی دن بعد انتقال کیا [illegible] ہمایون بادشاہ از بام افتاد پرانے قلعہ سے کچا راستہ ہمایون کے مقبرہ اور عرب سرائے مین جاتا ہے خواہ ادہر کو چلیئے ورنہ اسی پختہ سڑک پر تشریف لیجائیے -

لب سڑک دائین طرف قلعہ کے عین محاذ مین ایک نہایت خوبصورت عالی شان سنگِ سرخ کا ایک دروازہ

مسجد و مدرسہ

کا نظر آتا ہے یہ ایک بڑی مسجد اور دو طرفہ دو منزلہ حجرے لداؤ کے ٹوٹے پھوٹے موجود ہین جسکی خیر المنازل تاریخ ہے - اکبر بادشاہ کی انا نے جسکا نام ماہم انگہ نام تھا یہ مسجد اور مدرسہ [illegible] مین تعمیر کرایا تھا - مسجد کے بیچ کے در کی پیشانی پر صاف لفظون مین

اسکے بعد سے ہمارے ہان گھوڑی رہی اور کبھی موقع نہین آیا کہ سواری نہ ہو۔
لکھا ہی کہ جسوقت ملک یار پران دہلی مین آئے تو اسی جگہ قیام کیا جہان اسوقت مزار ہے شیخ ابوبکر طوسی اُس زمانہ میں صاحبِ خدمت تھے اُنکا اُنسے تنازع ہوا ملکیار پران نے کہا کہ مجکو میرے پیر نے بھیجا ہے شیخ طوسی نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تمہارے پیر نے تمکو یہان بھیجا کوئی خط کوئی محضر کچھ دکھاؤ تو ہم تسلیم کرین انکے پیر کا مقام بہت دور دراز تھا وہان جانا آنا بھی بہت ہی دشوار تھا مگر ملکیار پران آن کی آن مین خط لیکر واپس آگئے گویا ایک نماز مین گئے دوسری میں آگئے شیخ ابوبکر طوسی نے فرمایا کہ تم بھی یار ملک پران ہو اُسی روز سے ملکیار پران مشہور ہو گئے۔ اور اسی جگہ شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ یعنی موجودہ مزار کے مقابل مدفون ہوئے نہایت باعظمت اور باہیبت جگہ ہے۔ کہتے ہین کہ اسجگہ پریون کا مقام ہے۔ آگے چلکر بائین ہاتھ

پُرانا قلعہ

واقع ہے۔ بہت پُرانا قلعہ ہے اس کا مفصل حال بادشاہون کے واقعات کے ذیل مین گزر چکا ہے راجاؤن کے وقت مین اسکا نام اندرپت مشہور تھا پھر شیر شاہ کے وقت مین شیر گڈھ کے نام موسوم ہوا۔ ہمایوں بادشاہ نے اسکی تعمیر کرائی تو دین پناہ نام رکھا۔ اسوقت جو کچھ عمارت موجود ہے ہمایون کے زمانہ کی ہے اسکے تین دروازے بڑے اور ایک کھڑکی نامی ہے اسکے علاوہ اور بھی کئی کھڑکیان ہین ایک دروازہ جو شمال غرب کی طرف واقع ہے مدت سے بند ہے لوگ اسکو طلاقی دروازہ کہتے ہین۔ اسکی توجیہ بیان کرتے ہیں کہ ایکبار اس دروازہ سے فوجکشی ہوئی اور دروازہ بندکر دیا کہ اگر بغیر فتح کئے آکر کھولین تو انپر طلاق مگر پھر فتح نہوئی دروازہ اُسی طرح بند رہا مگر یہہ معلوم نہین کہ کس بادشاہ کے زمانہ مین دروازہ بند ہوا اس قلعہ کی تمام فصیل سنگ خارا کی نہایت مضبوط اور عریض بنی ہوئی ہے۔ کسی زمانہ مین بہت خوبصورت ہوگی مگر اب جابجا سے ٹوٹی ہوئی ہے۔
قلعہ کے زیر فصیل غرب کی جانب مسلمانون کا قبرستان واقع ہے۔ ایامِ غدر مین اکثر شہر کے معززین یہان دفن کئے گئے ہیں۔ اندر زمیندار لوگ آباد ہیں۔ پچھلی عمارتون مین سے صرف دو عمارتین باقی ہین ایک

مسجد

جسکو نصیر الدین ہمایون بادشاہ نے قلعہ کے ساتھ تعمیر کرایا نہایت خوبصورت خوش قطع خوش وضع بنی ہے پانچ در ہین تمام مسجد سنگِ خارا کی بنی ہے دو کار مین سنگِ سُرخ اور سنگِ مرمر اس

یہ کتبہ کندہ ہے۔

بدوران جلال الدین محمد — کہ باشد اکبر شاہان عادل
چو ماہم بیگم عصمت پناہ — بنا کرد این بنا بہر افاضل
ولی شد ساعی این بقعۂ خیر — شہاب الدین احمد خان نادل
زہے خیرات این بقعۂ خیر — کہ شد تاریخ او خیر المنازل

اس مسجد کے متصل جنوب کی جانب سیدھا جو راستہ نومحلہ کو جا رہا ہے اسی طرف چلیے۔ ریل کی سڑک سے آگے بائیں طرف درختوں کے جھرمٹ میں ایک چھوٹی سی چار دیواری سفید نظر آتی ہے اس میں

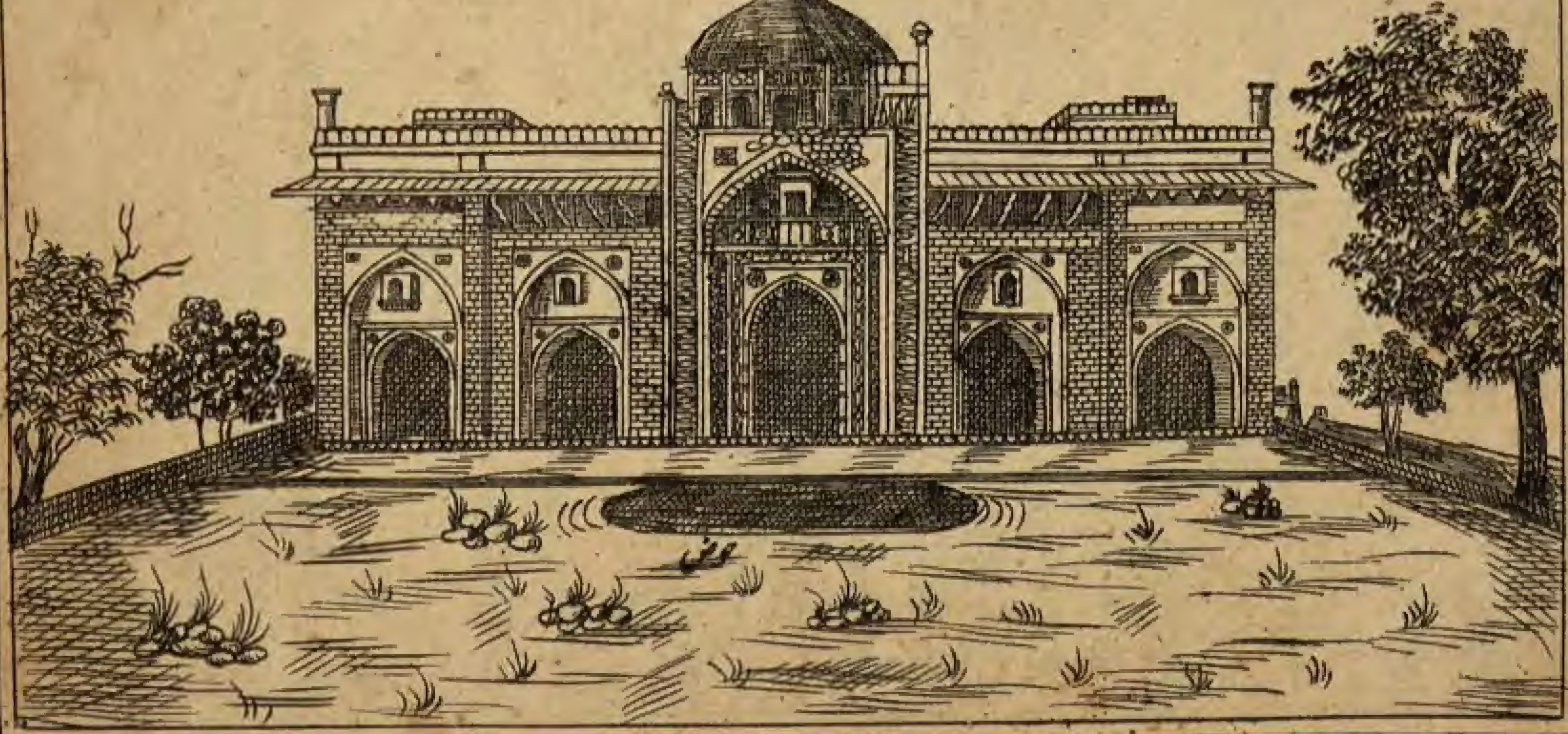
بی بی فاطمہ سام رحمۃ اللہ علیہا

کا مزار ہے اولیاء اللہ میں سے ہوئی ہیں شیخ فرید الدین گنجشکر علیہ الرحمہ ان کو بہن کہا کرتے تھے۔ سلطان المشائخ انکے روضہ میں ذکر و شغل کیا کرتے تھے اسوقت عوام انکو بی بی شام اور بی بی صام کہتے ہیں بعض لوگ حضرت سلطان المشائخ کی پیر بہن بھی بتاتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت گنجشکر سے مرید بھی ہونگی۔ ۱۰ ار شعبان المعظم کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

اب اسی کچے رستہ سے نومحلہ تشریف لیچلیے۔ اور حضرت مولانا

شیخ ابوالرضا محمد علیہ الرحمہ

کی زیارت سے مشرف ہوجیے آپ حضرت مولانا مخدومنا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے عم بزرگوار ہیں سنہ [illegible] ہجری اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے آپ اپنے بھائی یعنی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سات برس بڑے تھے آپ نے علم ظاہری مولانا حافظ بصیر صاحب علیہ الرحمہ سے جو شاہ جہان بادشاہ کے زمانہ میں بہت عمدہ عالم تھے اور حضرت مولانا خواجہ خورد جو حضرت مولانا خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ تھے حاصل کیا آپکو علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا اگر آپ کو خاتم المحدثین والمفسرین کہا جاوے تو بھی بجا ہے۔ علم و عمل فضل و کمال اور تجرید و تفرید اور حلم و کرم توکل و رضا آپ کی ذات پر ختم تھے اور تمام حالتوں میں سنت پر عمل کرنیکا طریقہ اس طرح اختیار کیا تھا کہ اچھے اچھے لوگ وہاں قدم نہ رکھ سکیں غرضکہ آپ کی ذات و صفات اور کمالات ظاہری و باطنی ایسے تھے کہ جنکا کچھ حد و حساب نہیں ہزارہا آدمیوں کو آپ سے فیض ہوا اور طرح طرح کا فیض ہر ایک کو آپ سے ملا۔ اگرچہ آپکی درگاہ عمدہ نہیں بنی ہوئی ہے مگر فیض سے مملو ہر مکان کو مکین سے شرف ہے اور شرف المکان بالمکین اپنے جگہ صادق ہے آپ نے



نقشہ مسجد پرانا قلعہ

ہے اس مسجد کو سنہ ۹۵۲ ہجری میں سلیم شاہ کے عہد میں عیسیٰ خان حجاب نے بنایا ہے جو شیر شاہی امیروں میں سے تھے چونے اور سنگ خارا سے بنی ہوئی ہے اور محراب میں سنگ سرخ لگا ہوا ہے اس مسجد میں ایک کنواں بھی ہے مگر ایسا بموقع بنا ہوا ہے کہ سارا چبوترہ مسجد کا اور ایک در خراب ہو گیا ہے اسکے محاذ میں مشرق کی طرف

مقبرہ عیسیٰ خاں

کا ایک برج ہے اور گرد اسکے غلام گردش کے طور پر عمارت بنائی ہے مقبرہ ہشت پہل اور خوبصورت ہے تمام عمارت سنگ خارا اور چونے سے بنی ہوئی ہے لیکن اوپر کی برجیوں کے ستون سنگ سرخ کے ہیں برج کے اندر مغرب کی طرف ایک پتھر پر کتبہ کندہ ہے اوسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت خود ہی عیسیٰ خان حجاب نے سلیم شاہ کے زمانہ میں سنہ ۹۵۴ ہجری میں بنوائی ہے اس مقبرہ میں کئی قبریں ہیں اور عیسیٰ خان حجاب کی بھی اسی میں قبر ہے عرصہ سے اس میں کمین لوگ رہتے تھے اب گورنمنٹ نے اون کو اٹھا دیا ہے اور چار دیواری - اور عمارت کی درستی ہو رہی ہے - اس جگہ کو عیسیٰ خان کا کوٹلہ بھی کہتے ہیں - مقبرہ پر یہ عبارت کندہ ہے - "بناکرد این روضہ جنت نہاد در عہد دولت اسلام شاہ بن شیر شاہ خلد ملکہ و سلطانہ مسند عالی عیسیٰ خان ابن میان اغوان حجاب خاص بتاریخ نہصد و پنجاہ و چہار از ہجرت" اس کوٹلہ کے پاس

عرب سرائے

ہے اسکا دروازہ نہایت عالیشان اور خوبصورت ہے یہ عرب سرائے سنہ ۶ جلوس اکبری مطابق سنہ ۹۶۸ ہجری میں بنی ہے حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی کی بنوائی ہوئی ہے بیگم کی عالی ہمتی تحسین کے قابل ہے کہ حرمین شریفین سے تین سو عرب لائی اور بغرض ایصال ثواب مدد جاری کیا جن میں سو آدمی سادات میں سے تھے اور سو آدمی مشائخ کبار میں سے اور سو عوام الناس جو انکی خدمت کرتے تھے اور سب کو یہاں لا کر آباد کیا اور انکے لئے یہ سرائے بنائی اسکے تین دروازے ہیں ایک یہی جو ہمایوں کے مقبرہ کے متصل ہے دو دروازے اور ہیں جو شکستہ ہو رہے ہیں اسوقت اسکو ایک چھوٹا سا قصبہ سمجھئے یا گاؤں کہئے اسمیں سب قسم کے لوگ رہتے ہیں ایک دو گھر سادات کے باقی ہیں مگر عموماً غریب زمیندار لوگ آباد ہیں - عرب سرائے کے شرقی دروازہ کے پاس

ایک منڈی

تھی کھانے پکانے کی چیزیں یہیں بکا کرتی تھیں جسکا نشان نہیں ہے نام ہی نام باقی ہے اس منڈی میں ایک گنج

۱۰ محرم الحرام ۱۱۱۱ھ ہجری میں وفات پائی آپکی تاریخ وصال آفتاب حقیقت ہو رضی اللہ علیہ وارضاہ وجعل الجنۃ مثواہ علاوہ آپ کے مزار مقدس کے اور آپکی اہل وعیال اور دیگر بزرگان خاندان کی قبریں ہیں۔
اب اسطرف دو مقام اور دیکھنے کے قابل ہیں انکو دیکھکر پھر پختہ سڑک پر چلئے اور مقبرہ ہمایوں وغیرہ پہلے ملاحظہ کر کے پھر اطمینان اور خلوص سے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضری دیجئے حضرت بی بی فاطمہ سام کے مزار کی تھوڑی دور آگے جانب جنوب۔

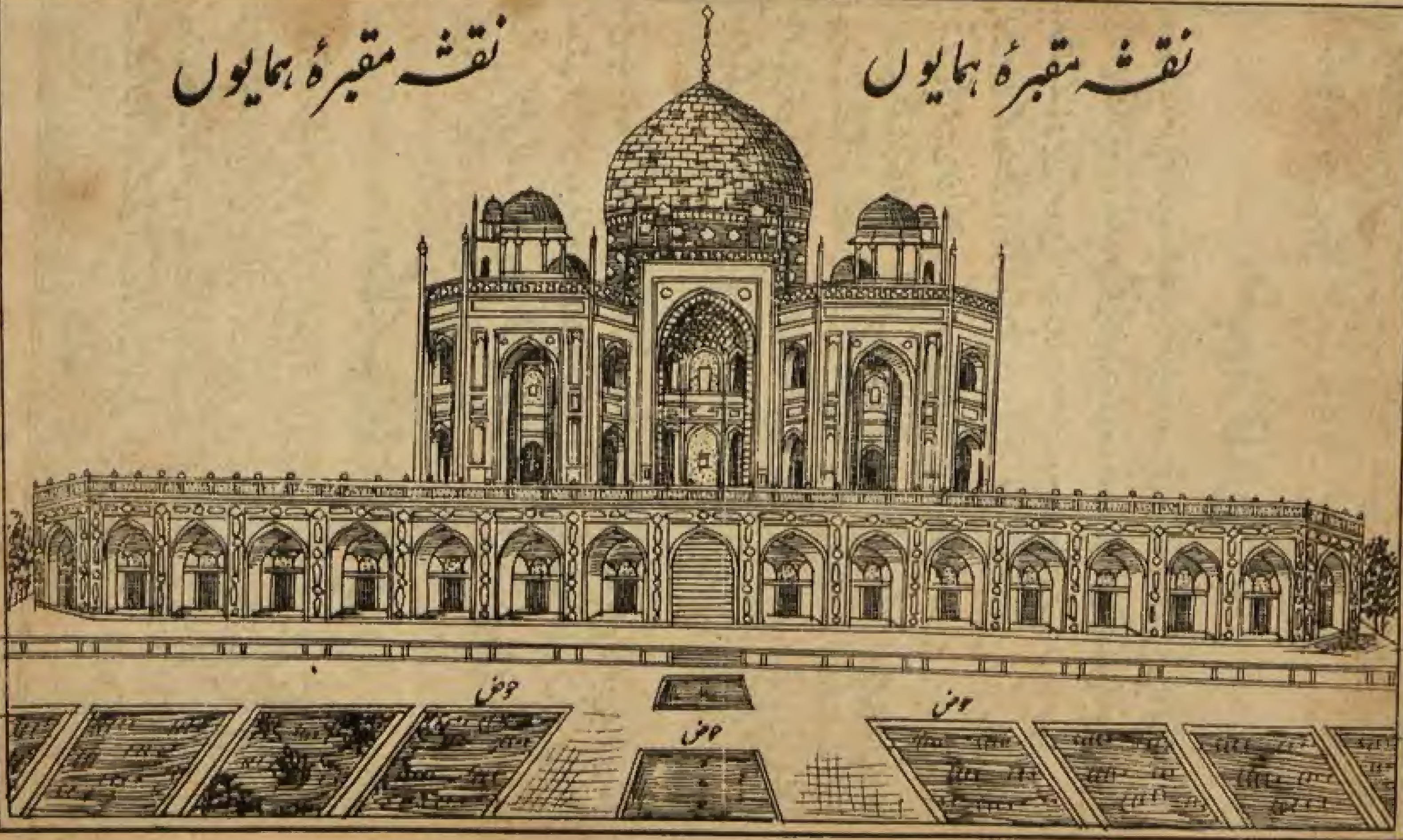
لال بنگلہ

ہے یہ عمارت نصیر الدین ہمایون کی کسی حرم کے دفن ہونیکے واسطے بنائی تھی بعد اسکے جب شاہ عالم بادشاہ کی والدہ لعل کنور کا انتقال ہوا تو اسکے پاس ایک چھوٹے گنبد میں انکو دفن کیا جب سے اس جگہ کو لال بنگلہ کہنے لگے اور دوسرے گنبد میں بیگم جان زوجہ مرزا انکھو دفن ہیں یہ دو نو برج سنگ سرخ سے بہت عمدہ بنی ہوئی ہیں انکے صحن میں دو مجر ایک نواب فتح آبادی اور دوسرا مرزا ابلاتی کا ہے اس عمارت کو بنی ہوئے تقریباً ایکسو تیس برس ہوئے۔ اس جگہ بہت سے خاندان تیموریہ کی قبریں ہیں چنانچہ سلطان پرویز۔ مرزا دارابخت ولیعہد کے بھائی کی اور مرزا داؤد کی اور بہادر شاہ بادشاہ کی بیویونکی قبریں ہیں۔ اسکے متصل ہی

مقبرہ سید عابد رحمۃ اللہ علیہ

کا ہی چونے کا بنا ہوا ہی اور اوپر کہیں کہیں چینی کا کام بھی نظر آتا ہے سید عابد خان۔ خان دوران خان کے رفیقوں اور مدار المہاموں میں سے تھے کسی لڑائی میں شہید ہوئے یہاں دفن کئے گئے بعض لوگ اس مقبرہ کو شہید صاحب کی درگاہ بھی کہتے ہیں اسکا دروازہ بہت شان دار ہے اور سہ دری بہت اچھی بنی ہوئی ہے کسی زمانہ میں اسکے صحن میں نہریں اور حوض بنے ہوئے تھے اب اٹ اٹا کر ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں تمام عمارت بے مرمت پڑی ہے نہ وہ شان ہو نہ وہ رونق ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔
اب سڑک پختہ پر آئے۔ آگے نہر کا پل آتا ہی پل سے ورے چوراہہ ہو گیا ہی ایک تو یہی راستہ آتا ہی جسکو ہم چلے آرہے ہیں دوسرا مغرب کی طرف حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ کی درگاہ کو جاتا ہے سیدھی سڑک جنوب کی طرف بارہ پلہ اور درگاہ سید محمود بحار رحمہ اللہ کو چلی گئی ہے بائیں طرف مشرق کی جانب سیدھی سڑک مقبرہ ہمایون کو جاتی ہے تھوڑی دور آگے دائیں طرف موڑ سے ورے چار دیواری کے اندر

مسجد عیسیٰ خاں


نقشہ مقبرۂ ہمایوں
نقشہ مقبرۂ ہمایوں
حوض
حوض
حوض

مسجد اور سیڑھیاں اور کنواں تھا مسجد کا پتہ نہیں ہاں کنواں موجود ہے اس منڈی کو مہربان آغا نے جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں بنایا تھا عربسرائے کے پاس لب سڑک۔

ہمایوں کا مقبرہ

ہے شاہجہان آباد سے ڈہائی کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں ہمایوں بادشاہ کی قبر ہے اسکی عمارت قابل دید ہے سنگ مرمر اور سنگ سرخ سے بنی ہے سنگ مرمر وہ لطیف کہ دُر شاہوار اُسکے آگے دریائے خجالت میں ڈوبا جاتا ہے سنگ سرخ وہ نادر کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر شرف لیجاتا ہے برج خالص سنگ مرمر کا ایسا خوبصورت کہ روئے زمین پر اپنا نظیر نہیں رکھتا اسکا چمن نہایت دلکشا۔ مکانات دلربا سرخ سرخ پتھروں میں سفید دھاریاں عجب عالم دکھاتی ہیں رنگ برنگ کے پھول بوٹے پتھر کی پھول پنکھڑیاں دل لبھاتی ہیں۔ کسی زمانہ میں بہت کچھ آراستہ تھا۔ چاروں طرف جو دسنگے حوض ہیں پہلے اون میں نہریں جاری تھیں فوارے چھوٹتے تھے پانی لہراتا تھا۔ چمن لگے تھے پھول کھلے تھے اب بھی اسکی آن بان سب سے نرالی ہے۔ یہ عمارت ۹۷۳؁ ہجری میں نواب حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی بیوی کی سعی سے بننی شروع ہوئی اور سولہ برس کے عرصہ میں پندرہ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار ہوئی۔ اس مقبرہ کی کرسی میں جتنے درہیں سب میں بادشاہی خاندان کے لوگ مدفون ہیں۔ حمیدہ بیگم ملقبہ بہ مریم مکانی جلال الدین اکبر کی ماں یعنی حاجی بیگم زوجہ ہمایوں اور عالمگیر ثانی۔ فرخ سیر۔ داراشکوہ۔ وغیرہ سب اسی مقبرہ میں دفن ہوئے ہیں۔
گو اسوقت پہلے سی رونق اور اگلے سامان کہاں میسر ہیں مگر پھر بھی نہایت پُر فضا مقام ہے چنانچہ کسی شاعر نے اس عمارت کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے ؎

ہر کہ میخواہد کہ بیند شکل فردوس بریں ۔۔۔ گو بیا ایں قصر وایں باغ ہمایوں را بہ بیں

اسکی شمال کی طرف چادر گرنے کے مکان اور حوض اور نہروں کے فواروں کا خزانہ بنا ہوا ہے۔ اس چار دیواری کے اندر شرق کیطرف ایک مقبرہ سنگ سرخ کا خوبصورت بنا ہوا ہے اور اسمیں دو قبریں ہیں کسی تاریخ سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ مقبرہ کس نے بنایا اور یہ قبریں کس کی ہیں مگر یہ چھوٹی سی عمارت دیکھنے کے قابل ہے۔ مقبرہ ہمایوں کے دو دروازے ہیں ایک جنوب کیطرف دوسرا مغرب کیطرف۔ اسمیں نہایت عمدہ مختصر مکانات بنے ہیں ہر مکان میں جانیکا جدا راستہ ہے دو نو دروازے سنگ سرخ اور سنگ رخام سے بنائے گئے ہیں اور فصیل چونہ اور پتھر سے تعمیر ہوئی ہے مگر نہایت خوبصورت اور مضبوط بنی ہے اسکی خوبصورتی نقشہ سے دیکھکر معلوم کیجئے

شعر ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی است — بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روی زیبا را
ستائیسوین صفر ۷۲۵ھ ہجری کو آپکا وصال ہوا اسی تاریخ آپکا عُرس ہوتا ہے عقیدتمندون نے چار دیواری مزار کی گرد اور ایک مسجد مع احاطہ کے بنوا دی ہے جس سے زائرون کو بہت آرام ملتا ہے۔
اب حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے زیارت کو چلیئے اوسی پختہ سڑک کے چوراہہ پر لوٹ آیئے نہر کا پل اُتر کر آبادی مین داخل ہو گئے اسکو غیاث پور کہتے ہین سڑک کے متصل ہی

حضرت سلطان المشائخ سلطان نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ

کی درگاہ ہی دروازہ پر یہ مصرع کندہ ہے ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ☆ اندر گھستے ہی

باولی

آتی ہی بہت نامی گرامی ہی مشہور ہے کہ یہ باولی حضرت کے جیتے جی بنکر طیار ہوئی اوّل خود آپنے اور آپکے مریدون نے کھودنا شروع کیا آسکے اوپر کئی مکان ہین باولی کے سرے پر قدیم پٹھانون کے وقت کا گنبد ہے۔ ضلع غربی کی طرف سنگِ مرمر کا نہایت نفیس برج ہے اسمین تین قبرین ہین دو چھوٹی اور ایک بڑی بائی کوکلائی بنت ملایم خان کی قبر ہے جسپر آیات قرآنی اور لوح پر نام اور یہ تاریخ کندہ ہے

سالِ تاریخ فوت او جستم — از دلِ صاف پیر پاک سرشت
آہ سروے کشید و گفت بگو — باد ہمدم بہ حوریان بہشت

بائی کوکلائی بنت ملایم خان
۷۷۷ھ

جنوبی ضلع مین فیروز شاہ کے بنائے ہوئے مکانات ہین مسجد سے باولی تک آنے کا راستہ تھا وضو کیلیے یہین چلے آتے تھے محمد شاہ بادشاہ نے اسکو پاٹ کر چھتہ بنا دیا ہے جو اب بھی موجود ہی ۔عرس کے روز اس باولی پر بڑا تماشا ہوتا ہے بہت سی لوگ جمع ہوتے ہین اور اسکے مکانون مین آکر بیٹھتے ہین۔ چھوٹے چھوٹے بچے سہ طرفہ عمارات پر سے دھما دھم باولی مین کودتے ہین اور طرح طرحکی تیراکیان تیرتے ہین زیادہ کمال یہ کرتے ہین کہ لوگون سے یہ کہتے ہین کہ تم پیسا پھینکو ہم بھی اُسکے ساتھ کودتے ہین اور پیسہ نکال لیتے ہین چنانچہ وہ پیسہ پھینکتے ہین اور یہ نکال لاتے ہین۔
اب چھتہ کے راستے اندر چلیئے ایک اور دروازہ آتا ہے اُسکے اندر صحن ہے تمام فرش سنگ مرمر کا ہے شمالی جانب مین فقرا کے رہنے کے مکانات بنے ہین بیچ مین

پھر اس مقبرہ سے اوسی پختہ سڑک کے جو راہ پر تشریف لے آیئے اور جنوب کی طرف جو بارہ پلہ کو سیدھی سڑک جارہی ہے اوسپر چلئے تھوڑی دور آگے دائیں طرف

مقبرۂ خانخانان

ملاحظہ کیجئے اصل اُنکا نام عبدالرحیم خان خانخانان تھا اور یہ بیٹی بیرم خان خانخان کی تھی جانخانان قوم کی ترکمان تھے اکبر بادشاہ کے عہد مین انکی بڑی عزت تھی اور انکے والد بیرم خان خانخانان کو نصیر الدین ہمایون بادشاہ کے زمانہ مین بڑا عروج تھا اور تمام مہمات سلطنت اون سے متعلق تھے یہ مقبرہ خانخانان نے اپنی بیوی کے واسطے بنوایا تھا مگر اونکی مٹی یہان کی نہیں تھی سنہ ۱۰۳۶ ہجری مین عبدالرحیم خانخانان بہتر برس کی عمر میں خود انتقال کر گئے اور یہان دفن ہوئے - یہ مقبرہ اُسوقت میں بہت اچھا بنا ہوا تھا اسکا برج سنگِ مرمر کا تھا اور جابجا سنگِ سرخ مین سنگِ مرمر کی دھاریان لگی ہوئی تھیں اور بیل بوٹے بنے ہوئے تھے مگر اب بہت خراب اور شکستہ - بالکل اوجڑا پڑا ہوا ہے قبر کا تعویذ تک اوکھاڑ لے گئے جانور ہر وقت کھڑے رہتے ہیں بول و براز کرتے ہیں - کہتے ہیں کہ آصف الدولہ کے زمانہ میں اسکا تمام سنگِ مرمر اوکھڑ کر لکھنو مین گیا اس سبب سے یہ مقبرہ گندہ معلوم ہوتا ہے اس مقبرہ سے آگے -

بارہ پلہ

واقع ہے یہ بارہ پلہ کر کے مشہور ہے مگر گیارہ ۱۱ در ہیں چونے اور سنگِ خارا سے بنا ہوا ہے نور الدین جہانگیر بادشاہ کے وقت میں سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں مہربان آغا نے جنکا آغائے آغایان لقب تھا بنوایا ہے اس پل پر پتھر کی ایک تختی پر کتبہ بھی کندہ ہے جس سے اونکی عقیدت اور اخلاص جہانگیر بادشاہ کیساتھ بہت پایا جاتا ہے اسکے قریب ہے - بائین طرف کچا رستہ

درگاہ سید محمود بحار رحمۃ اللہ علیہ

کو جاتا ہے جو موضع کیلوکھڑی کے پاس واقع ہے آپ اولیائے کاملین میں سے گزرے ہیں آپکا سلسلۂ نسب حضرت امام ناصر الدین سونی پتی علیہ الرحمۃ سے ملتا ہے محی العظام آپ کا لقب ہے کہتے ہیں آپ کی دعا سے مُردہ زندہ ہوگیا تھا اس سبب سے آپکو محی العظام کہنے لگے آپ علاوہ درویشی کے بہت بڑے عالم متبحر تھے اکثر آپکو بحار کہتے تھے آپکے کمالات ظاہری اور باطنی تحریر اور تقریر سے باہر ہیں اہل اللہ آپکے مزار پر جاتے ہیں اور آپ کے فیض سے پُر ہو آتے ہیں -

کتابین بھری پڑی ہین۔ انسان ضعیف البیان کی کیا تاب جو بیان کر سکے ۷۲۵ھ ہجری مین اٹھارہوین ربیع الثانی کو رحلت فرمائی اور اسی جگہ مدفون ہوئے (شہنشاہ دین) سے سال وفات برآمد ہوتا ہے آپکے وفات کے بعد خلجی بادشاہون نے اُنکا حجرہ بنوایا اسکے بعد ۹۷۰ھ ہجری مین سید فریدالدین خان نے اکبر بادشاہ کے عہد مین آپ کے مزار کے گرد ستون لگاکر بارہ دری بنادی اُسپر گنبد بنوایا سنگ مرمر کی جالیان لگوائین گنبد کے اندر آپ کے سرہانے ایک لوحِ سنگین پر کلمہ طیبہ لکھکر یہ اشعار کندہ کر دیے

شکر کہ در روضۂ حضرتِ غوث الانام — از پے تعمیر شد خانِ فلک احتشام
مہرِ نسب را شرف اوجِ شرف را شہاب — سیدِ عالی لقب میرِ فلک احترام
بانیٔ او ہاشمی ساعیٔ او ہاشمی — آنکہ بدورانِ شان ہست سخن را نظام
از پے تاریخ آن چون متفکر شدم — کلکِ خرد زد رقم قبلہ گہِ خاص و عام
رُوسے بدرگاہ او آر فریدون بصدق — شاید از الطافِ پیر کار تو گردد نظام

کاتب حسین احمد چشتی

پھر ۱۰۱۷ھ ہجری نورالدین جہانگیر کے زمانہ مین فرید خان المخاطب مرتضیٰ خان نے جسنے فریدآباد بسایا ہے آپکے مزار پر سیپ کے کام کا بہت نفیس چھپر کھٹ چڑھایا پھر ۱۰۶۳ھ مین شاہجہان کے عہد مین خلیل اللہ خان نے آپکے مزار کے گرد سنگِ سُرخ کی غلام گردش بنائی اور اُسکے ہر ہر ضلع مین پانچ در رکھے سب ضلعون کے ملکر بیس در ہوئے اسکے بعد مولانا فخرالدین صاحب نے سنگِ سُرخ کی جگہ سنگِ مرمر غلام گردش بنوائی پھر اُنکے پوتے غلام نصیرالدین صاحب عرف کالے میان نے سنگِ مرمر کے ستون قائم کئے مگر لگانے نہ پائے تھے کہ انتقال ہوا اسکے بعد نواب احمد بخش خان بہادر والی فیروزپور جھرکہ نے اُن ستونون کو لگوا دیا پھر فیض اللہ خان بنگش نے اسکی مرمت کرائی اور سنگِ سُرخ کی چھت کے نیچے تانبے کی چھت چڑھوا دی اور اُسپر سُنہرا لاجوردی کام بنوا دیا جو اب تک بدستور موجود ہے اسکا برج جو چوبی کا تھا امتداد زمانہ سے گرنے کے قریب ہوگیا تھا۔ اکبر شاہ ثانی نے اُسکو سنگِ مرمر کا بنوا دیا۔ سترھوین ربیع الثانی کو آپکا عُرس ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جمع ہوتے ہین آپکے مزار کے پائین آپ کے مرید خواجہ معزالدین اور آپ کے جوار مین خواجہ ضیاءالدین آپ کے مرید مدفون ہیں۔ غربی جانب

درگاہ کی مسجد

ہے ۷۱۸ھ ہجری مین خضر خان نے اس کا بیچ کا گنبد بنوایا اسمین ایک کونڈہ لٹکتا ہے

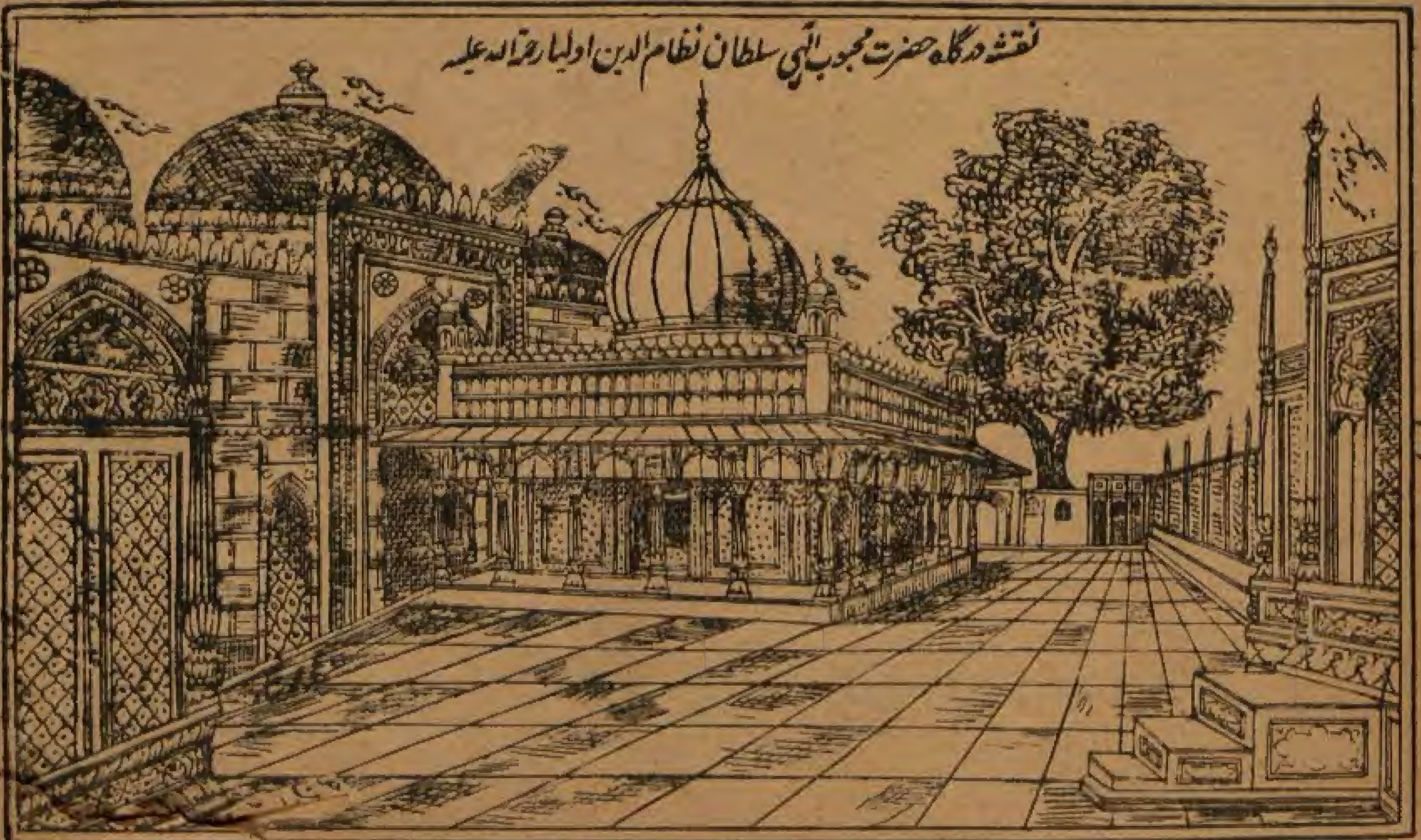
حضرت سلطان المشائخ کا مزار پر انوار

ہے آپکا نام محمد بن احمد بن علی البخاری ہے اور سلطان المشائخ اور نظام الدین اولیا اور محبوب الٰہی کے لقب سے مشہور ہیں آپ کے دادا کا نام خواجہ علی بخاری اور نانا کا نام خواجہ عرب ہے یہ دونوں صاحب اپنے وطن سے اسطرف تشریف لائے مدت تک لاہور میں رہے پھر بدایون مین سکونت اختیار کی ۶۳۶ ہجری صفر کے مہینے مین آپ پیدا ہوئے ابھی صغیر سن ہی تھے کہ آپکے والد خواجہ احمد کا انتقال ہوگیا اور بدایون کی نواح مین مدفون ہوئے جسوقت آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب مین کلام اللہ پڑھا پھر کتابین پڑھنی شروع کین ۱۲ برس کے تھے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر کے اوصاف سنکر انکے گرویدہ ہوگئے۔ علم تحصیل کرتے رہے مگر شیخ کا خیال بھی لگا رہا مولانا علاؤالدین علیہ الرحمۃ اصولی بدایونی سے قدوری تمام کی اسکے بعد علم حاصل کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے۔ شمس الملک سے جو صدر ولایت مانے جاتے تھے مقامات حریری یاد کی اور علم حدیث پڑھا طبّاعی اور ذہانت کا کیا ٹھکانا تھا طالب علمون مین آپ کا نام نظام الدین بحاث مشہور تھا رات دن علم کا مشغلہ رہتا شیخ نجیب الدین متوکل سے بچتین رہتین اسکے بعد اجودھن تشریف لے گئے۔ شیخ فریدالدین گنجشکر کی خدمت مین حاضر ہوئے قرآن شریف کے چھ پارون کی تجوید کی عوارف کے چھ باب سنائے اور سندلی تمہید ابی الشکور سالمی وغیرہ پڑھین پھر بیعت ہوگئے فرماتے ہین کہ میننے شیخ کی زبان سے اول یہ سنا کہ ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ ۔۔۔ سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

شیخ نے خلافت عطا فرمائی اور اسکے بعد تین مرتبہ شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے شیخ کے وصال کے وقت آپ وہان موجود نہ تھے اور یہ سلسلہ بھی اوپر ہی سے چلا آتا ہے وہ یہ کہ جیسے آپ اپنے پیر کے وصال کے وقت وہان حاضر نہ تھے اسیطرح شیخ فریدالدین گنجشکر بھی اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے اور وہ اپنے پیر خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے وصال کے وقت موجود نہ تھے پھر پیر و مرشد کے اشارہ سے آپنے غیاث پور مین اسی موقع پر جہان اب آپکا مزار ہے اقامت اختیار کی اسوقت علاؤالدین خلجی کا زمانہ تھا بادشاہ آپکا معتقد ہوگیا مگر کبھی اسکو اپنے ہان نہ آنے دیتے تھے اور آزادانہ کلمات فرماکر دھمکا دیتے تھے لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت کچھ فیض پہونچا ہزارون خلیفہ ہوئے چنانچہ آج تمام اطراف عالم مین آپ کے سلسلہ کے ہزارون باکرامت اشخاص موجود ہین آپکے کرامات خوارق عادات

رجوع محبت
بلحاظ کر
۱۰۱۲/۱۱۷



نقشہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ فیروز شاہ نے چڑھایا ہے یہ گنبد اتنا بڑا ہے کہ اس اطراف میں اسکے برابر دیکھنے میں نہیں آیا۔ جب سلطان محمد تغلق شاہ الملقب بہ عادل شاہ (جو آخرین بادشاہ خونی مشہور ہوا) بادشاہ ہوا تو اسنے اودھر اُدھر دو برج اور بنا دیئے تو اب پانچ برج ہو گئے تمام مسجد سنگ سرخ کی ہے درگاہ کا صحن تمام سنگ مرمر کا ہے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے بنوایا ہے اس صحن میں جنوب کیطرف سنگ مرمر کے تین حجرے میں ایک

حجرہ جہان آرا بیگم

شاہجہان بادشاہ کی دختر کا انکو خواجگان چشت سے اعتقاد تھا اسلیئے بہت سے روپے خادمون کو دیکر یہاں جگہ مول لی اسمین قبر بنائی گئی انکی لوح مزار پر یہ عبارت نسخ کندہ ہے۔

هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا — کہ قبر پوشِ غریبان ہمیں گیاہ بس است

الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا بیگم مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ ۱۰۹۲ھ سنہ اسی حجرے کے پاس

حجرہ محمد شاہ بادشاہ

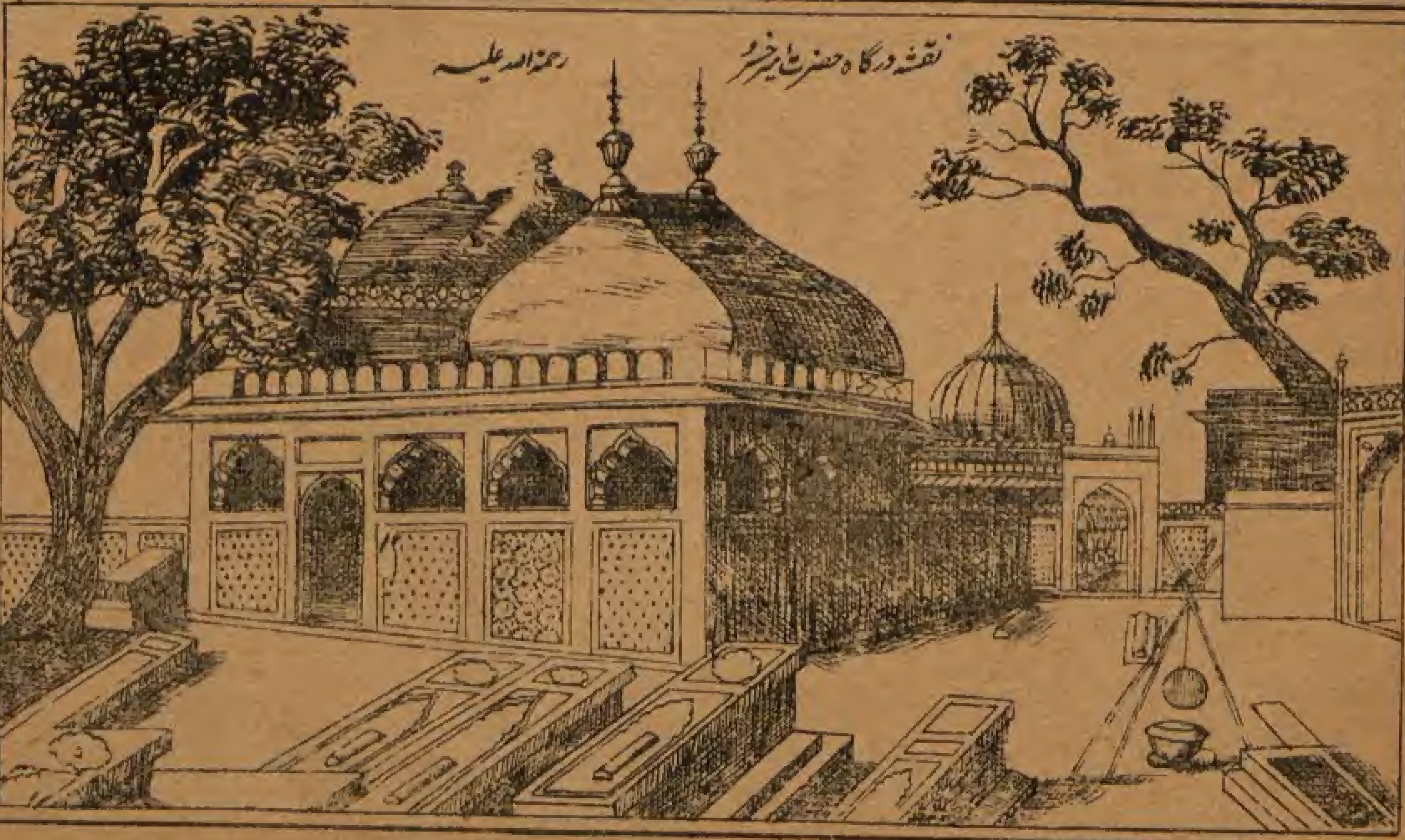
ہے لطافت اور نظافت میں بینظیر ہے اس حجرہ میں سات قبرین ہین۔ ایک محمد شاہ کی دوسری نواب صاحب محل انکی بیوی کی۔ تیسری مرزا جگر محمد شاہ کے پوتے کی۔ چوتھے مرزا عاشوری کی۔ اور تین قبرین اور سلاطینون کی ہین۔ محمد شاہ نے یہ جگہ مول لیکر اپنا حجرہ آپ بنایا تھا۔ اس حجرہ کے قریب

حجرہ مرزا جہانگیر ابن اکبر شاہ ثانی

ہے سنہ ۱۲۴۸ھ میں بنا ہے بعینہ محمد شاہ بادشاہ کے حجرہ کی نقل ہے مگر پھر نقل نقل ہے اصل اصل۔ انکی لاش اکبرآباد سے لاکر یہاں دفن کی گئی ہے اور آگے بڑھکر

درگاہ حضرت امیر خسرو

آپ کا اصلی نام ابوالحسن اور آپکے والد کا نام سیف الدین محمود ہے آپ کے والد اُمرا و نا مدارین سے تھے مدت تک آپ نے بھی امیری کی ہے لکھا ہو کہ آپ کے پڑوس میں امیر اجمین ایک مجذوب رہتا تھا جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد آپکو مجذوب صاحب کے پاس لے گئے مجذوب نے دیکھکر فرمایا کہ یہ لڑکا خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپکو فن شاعری میں غایت درجہ کمال ہوا علم موسیقی آپ ہی کا ایجاد ہے تمام علوم آپ کے سامنے بمنزلہ باندی کے تھے حضرت سلطان المشائخ آپکے تشریف فرمایا کرتے تھے اور آپ اپنے مرشد کے ایسے شیدائی تھے کہ دم بھر کو الگ نہ ہوتے تھے غرضکہ



نقشہ درگاہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

آپکی کرامات آپکی لطائف ظرائف بیان کئے جائیں تو سینکڑوں ورق ہو جائیں جس وقت حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو امیر دولت لٹا فقیر بن قبر پر جو بیٹھے اور چھ مہینے کے بعد اٹھارہویں شوال ۷۲۵ ہجری جمعہ کی رات کو انتقال فرمایا۔ ۱۰۱۴ ہجری آخر عہد اکبر شاہ اور ابتدائی سلطنت نورالدین جہانگیر میں طاہر عماد الدین حسن نے آپکی مزار پر سنگ مرمر کا حجرہ اور برج بنا دیا اور برج کے اندر دیوار کے سروں پر یہ عبارت کندہ ہے ❊ ای خسرو بے نظیر عالم ❊ بار وضۂ تو مرا نیاز ہست ❊ تعمیر نمود طاہر آنرا ❊ فیض ازلی ہمیشہ باز ست ❊ تاریخ بنائیش عقل گفتا ❊ بار وضہ بگو کہ جائے راز ہست ❊ قایل این کلام ربانی ابن طاہر محمد عماد الدین حسن ابن سلطان علی سبزواری فی ۱۰۱۴ غفر ذنوبہ و ستر عیوبہ۔ الکاتب عبد النبی بن ایوب ❊

اور اسکے گرد سنگ برج کی جالیاں آدمی کے گلے گلے تک لگا دیں اور جنوب کی طرف اُن جالیوں پر محرابیں لگا کر چھت پاٹ دی۔ بابر کے عہد میں مہدی خواجہ نے ایک سنگ مرمر کی لوح لگا دی جسپر انتقال کی یہ تاریخ کندہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ❊ ستہ زین ر ازین لوح شد سرفرازی ❊ بدوران بابر شہنشاہ غازی ❊ میر خسرو خسرو ملک سخن ❊ آن محیط فضل و دریائے کمال ❊ نثر او دلکش تر از ماء معین ❊ نظم او صافی تر از آب زلال ❊ بلبل دستان سرائے بے قرین ❊ طوطی شکر مقال بے مثال ❊ از پئے تاریخ سال فوت او ❊ چون نہادم سر بزانوئے خیال ❊ شد عدیم المثل یک تاریخ او ❊ دیگرے شد طوطی شکر مقال ❊
زحرف وصل جانان سادہ آمد لوح خاک من ❊ طریق سادہ لوح بس نشان عشق پاک من ❊ مہدی خواجہ سید باجاہ و جلال ❊ شد بانی این ساس بے شبہ و مثال ❊ گفتم سعی جمیل خواجہ ❊ تاریخ بنا ایں چو گرد دسوال ❊
حررہ شہاب الدین المعمائے الہروی

آپکی قبر کی پائیں مردہ اکرام کی قبر ہے اور مردہ بیاسود بیائے خسرو سے تاریخ نکلتی ہے اور اس احاطہ میں بہت سے حضرات رحمۃ اللہ علیہم آرام کرتے ہیں جیسی خواجہ شمس الدین ماہرو آپکے بھانجے اور خواجہ اقبال صاحب اور خواجہ بشر صاحب اور خواجہ نورالدین مبارک اور خواجہ مبارک گوپا موی اور مولانا ضیاء الدین برنی۔ اور خواجہ عزیز الدین۔ اور خواجہ قاضی۔ اور خواجہ سید ابوبکر مقتلح بردار حضرتؒ۔ اور خواجہ سید عزیز الملۃ والدین زادہ و پیش امام مسجد حضرتؒ اور خواجہ سید عمر اور خواجہ مولانا قاسم۔ اور خواجہ مولانا کمال الدین اور خواجہ عبدالرحیم عرف خواجہ عبدالرحمٰن اور امیر حاجی پسر امیر خسرو۔ اور سید ابراہیم قادری ایرجی حضرت شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری کے مرید وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔

غرضکہ جتنے حضرات یہاں مدفون ہیں اونکو یاران چبوترہ کہتے ہیں نقشہ سے درگاہ کی حُسن خوبی دیکھئے اب اس احاطہ درگاہ کے شرقی دروازے سے باہر تشریف لے چلئے کئی چیزیں دیکھنے اور زیارت کرنیکے قابل ہیں

رفو سے زخم سے مطلب ہر لذت زخم سوزن کی	یہ سمجھو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے
ہر بار ہو کے بلا لو مجھے جانو جب تم	میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی سکوں

جس دماغ سے یہ اشعار نکلے ہیں اوسکی تعریف نہیں ہو سکتی۔

مرزا نوشہ غالب۔ ابراہیم ذوق۔ مومن خان۔ یہ تینوں اپنے وقت میں فرد تھے۔ آپس میں بہت بڑی محبت اور اتحاد رکھتے تھے مگر ہر ایک طرز تحریر و وضع جُدا جُدا تھی۔

مومن خاں ذوق اور غالب سے بڑے تھے اور عجیب و غریب وضع سے رہتے تھے۔ لمبی لمبی زلفیں۔ ہاتھ پیروں میں مہندی لگی ہوئی۔ پھر پور چھلے انگوٹھیاں۔ پیروں میں گھیتلی جوتی سر پر زریں ٹوپی غرض انکی یہ آن بان تھی مگر ابراہیم ذوق کی مولویانہ بالکل سادہ وضع تھی۔ صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ بہت بڑے عالم تھے۔ اکثر انکے ہاں عربی کتب کا درس رہا کرتا تھا۔ اول ہی سے نہایت متقی پرہیز گار۔ رندوں اور آزادوں کی صحبت سے متنفر اسی سبب سے آپکے اشعار بالکل سادے سودے اور رنگ آمیزی سے خالی ہیں۔ اگرچہ کہیں کہیں اشعار میں شراب نوشی اور ہجر اور مصیبت کا ذکر آگیا ہے لیکن اس فکر میں نہ شراب نوشی کی رنگینی پائی جاتی ہے اور نہ فراق یار میں درد ٹپکتا ہے۔ آپ کی تمام عمر نہایت عیش کے ساتھ گزرے۔ بہادر شاہ بادشاہ کے اُستاد تھے۔ مرزا نوشہ کی نرالی وضع رکھتے تھے۔ سر پر چوگوشیا اونچی باڑ کی ٹوپی۔ اور ایک لمبی قبا اور اوپر ایک جامہ اور گھیتلا جوتی پہنتے تھے۔ ضعیفی میں انکی کمر بھی جھک گئی تھی۔

آپکا ۱۸۶۹ء میں انتقال ہوا لوح مزار پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

یا حیُّ یا قیّوم

رشکِ عرفی و فخر طالب مُرد	اسداللہ خانِ غالب مُرد
کل میں غم و اندوہ میں با خاطر محزوں	تھا تربت استاد پر بیٹھا ہوا غمناک
دیکھا جو مجھے فکر میں تاریخ کی مجروح	ہاتف نے کہا گنج معانی ہے تہ خاک

اس سے آگے مشرق کی جانب ایک مسجد میں

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب جھنجھانوی نقشبندی علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے۔ آپکا وطن قصبہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر ہے قصبہ کاندھلہ میں بھی مکان ہے اسلئے آپ کہیں جھنجھانوی مشہور ہیں کہیں کاندھلوی نہایت کامل با شرع بزرگ گذرے ہیں مولانا مظفر حسین صاحب نقشبندی علیہ الرحمۃ کاندھلوی کے خلیفہ تھے مدت سے اس مسجد میں مقیم تھے شاہزادہ مرزا ثریا جاہ صاحب خدمت کرتے تھے اب اُنکے صاحبزادہ مولوی محمد میاں صاحب سلمہ خلیفہ اور جانشین ہیں

جیسی دروازے سے نکلتے ہی بائیں طرف درگاہ کے احاطے کے متصل۔

مقبرہ اتگہ خان

یہ مقبرہ ماہم انگہ (جو کہ اکبر بادشاہ کی انا تھی) اور انکے شوہر شمس الدین محمد خان غزنوی کا ہے جنکا اعظم خان خطاب تھا اکبر کے زمانہ میں انکا بڑا عروج تھا تمام سلطنت کے وکیل مطلق تھے اسی حسد سے ادہم خاں نے ۱۲ رمضان المبارک ۹۶۹ھ ہجری روز دوشنبہ کو انکو مار ڈالا۔ اکبر نے ان کے قصاص میں ادھم خاں کو قلعہ پر سے دو دفعہ گروا کر مروا ڈالا چنانچہ دو خون شد بزیادتی ایک کہ۔ اس واقعہ کی تاریخ ہوئی۔ اور انکی لاش کو آگرہ سے لاکر حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ کے روضہ مبارک کے قریب دفن کیا اور انکے بیٹے کوکلتاش خاں نے ۹۷۴ھ ہجری میں سنگ سرخ اور سنگ مرمر کا یہ مقبرہ بنوا دیا۔ اس مقبرہ کے اندر اور باہر آیات قرآنی کندہ ہیں اور منبت کاری ایسی کی ہوئی ہے کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی۔
جانب جنوب بازار کی مسجد کے حجرہ میں۔

بغدادی صاحب علیہ الرحمہ

کا مزار ہے آپ اولیاء کاملین میں سے تھے بغداد سے یہاں آکر اس مسجد میں مقیم ہو گئے۔ عابد زاہد شخص تھے ہزاروں لوگوں کی حاجتیں آپکی دعا سے بر آتی تھیں جب آپکا انتقال ہوا تو اسی مسجد کے حجرہ میں مدفون ہوئے۔ شروع بازار کے متصل

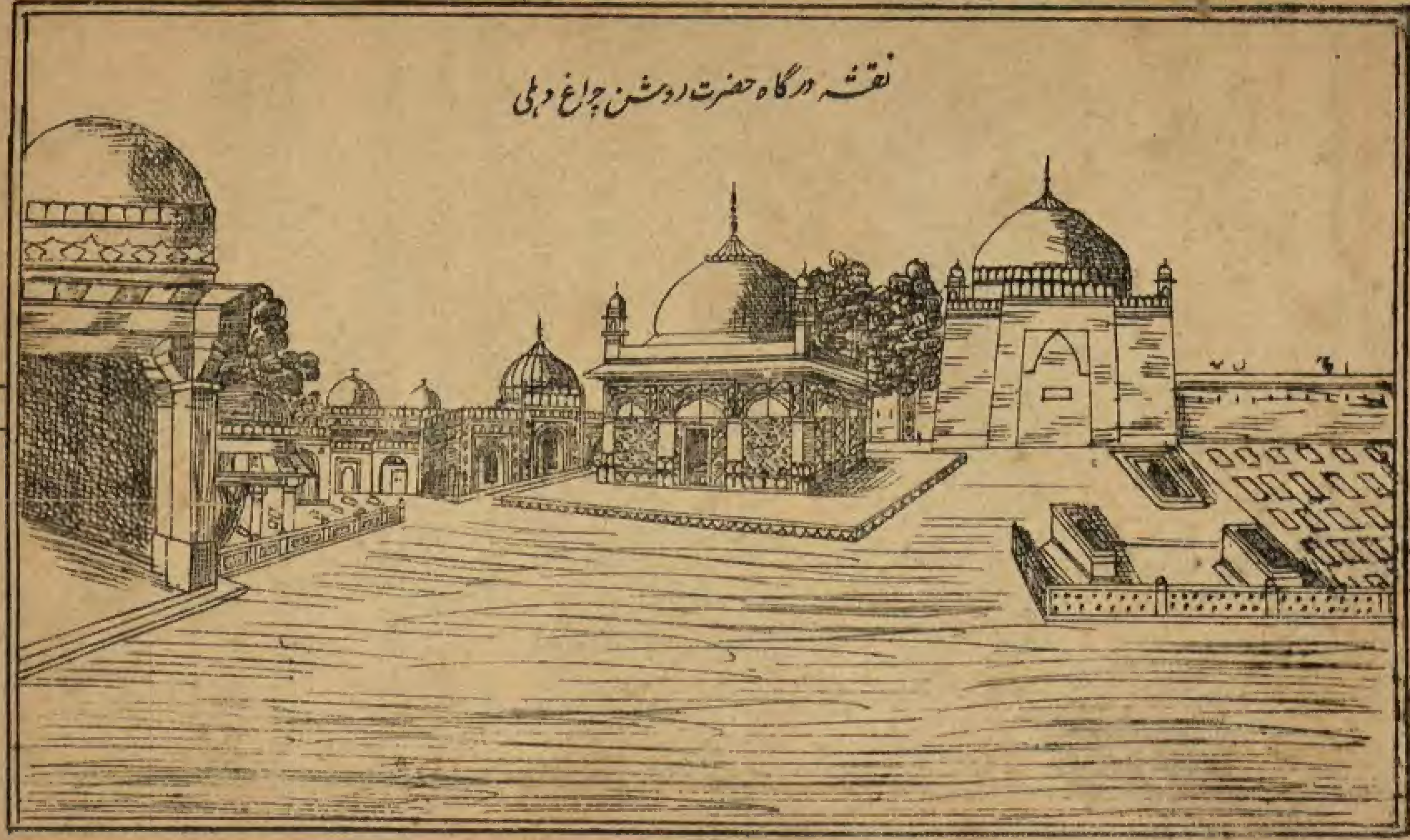
چونسٹھ کھمبہ

سنگ مرمر کی ایک عمارت ہے نہایت عجیب ۱۰۳۲ھ ہجری کے بعد بنی ہے اسمیں سنگ مرمر کے چونسٹھ ستون لگے ہیں اس سبب سے اسکو چونسٹھ کھمبہ کہتے ہیں۔ اسمیں مرزا عزیز الدین کوکلتاش خاں کی قبر ہے جو شمس الدین اتگہ خاں کے بیٹے ہیں ۱۰۳۳ھ ہجری مطابق ۱۹ جلوس جہانگیری موافق ۱۶۲۴ء احمد آباد گجرات میں انتقال کیا اور یہاں لاکر دفن کئے گئے انکو جہانگیر کے دربار سے خان اعظم کا خطاب حاصل تھا۔ یہ نہایت خوش تقریر و تحریر اور نستعلیق کے استاد تھے اور کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے اس عمارت کی شمال کی جانب ایک احاطہ میں۔

مرزا نوشہ غالب دہلوی

کا مزار ہے۔ عجیب پایہ کا شاعر گزرا ہے حق تو یہ ہے کہ دہلی میں شاعری کو ختم کر دیا خدا تعالیٰ نے عجیب و غریب دل و دماغ انکو بنایا تھا جسطرح فردوسی فارسی نظم میں عربی الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا اسی طرح مرزا نوشہ بھی اپنی نظم و نثر میں عربی الفاظ بہت کم استعمال کرتے تھے۔ فارسی تحریر میں تو مسلم الثبوت مانے ہوئے استاد ہیں مگر اردو میں بھی جو انہوں نے ڈھنگ اختیار کیا ہے وہ بھی بالکل ایک نیا رنگ ہے اگر انکے دیوان کے ان اشعار کو چھوڑ کر صرف صاف ستھرے اردو کے اشعار پڑھے جائیں تو آدمی کو متحیر کر دیتے ہیں مثلاً دو ایک شعر ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا   تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو



نقشہ درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی

نہایت متقی پرہیز گار جوان صالح ہیں اپنے والد علیہ الرحمۃ کے قدم بقدم ہیں۔ اب

حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ

کے مزار پر چلیے۔ سلطان المشائخ سے کچھ ہٹ کر جانی ہی۔ آپ حضرت سلطان محبوب الٰہی کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ انکے بعد دلی کی ولایت آپکے سپرد ہوئی۔ علاوہ درویشی کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ شریعت کے نہایت درجہ پابند تھے۔ سماع مزامیر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرتے تھے۔ کبھی کبھی اشعار بھی فرماتے تھے ایک غزل اور مناجات و اوراد نصیریہ یادگار ہیں چنانچہ صرف وہ غزل ہدیۂ ناظرین ہے۔

بے کارم و با کارم چوں موج بحباب اندر | خاموشم و گویانم چوں خط بکتاب اندر

اے زاہد ظاہر بیں از قرب مپرس از من | او در من و من در وے چوں بو بگلاب اندر

دریا رود از چشمم لب تر نشود ہرگز | زیں شعبدہ حیرانم تشنہ است بہ آب اندر

گہ رنجم و گہ شاداں از حالت خود غافل | گہ خندم و گہ گریاں چوں طفل بخواب اندر

در سینہ نصیر الدین جز دوست نمی گنجد | ایں طرفہ تماشہ بیں دریا بحباب اندر

آپکا لقب چراغ دہلی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ یافعی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے پوچھا کہ آج کل دہلی میں کون بزرگ ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے جواب دیا کہ اس زمانے میں شیخ نصیر الدین محمود سے دہلی کا چراغ روشن ہے جب سے آپ چراغ دہلی مشہور ہو گئے۔ ۷۵۷ھ ۱۸ رمضان مطابق ۱۳۵۶ء جمعہ کے روز آپ کا وصال ہوا۔ بندہ نواز حضرت سید محمد گیسو دراز و حضرت محمد متوکل کنتوری و میر سید محمد بن سید جعفر مکی و شیخ دانیال عرف مولانا عود و مولانا احمد تھانیسری و قاضی عبدالمقتدر و شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ آپکے خلفاء میں۔ آپکی درگاہ کا گنبد ۷۷۵ ہجری مطابق ۱۳۷۳ء میں فیروز شاہ بادشاہ نے پتھر سے بنوایا ہے۔ اسکے اندر سترہ کٹورہ لٹکتا ہے۔ درگاہ کا دروازہ بھی فیروز شاہ کی تعمیر کا لگا ہوا ہے۔ اس گنبد کی بارہ دری اکبر کے زمانے میں شاہزادے مرزا غلام حیدر نے ۱۲۳۰ھ میں تیار کرائی تھی اسکے گرجانے کے بعد خواجہ غلام محمد نے تمام درگاہ کی مرمت کرائی۔ پھر مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ نے درگاہ کی چاردیواری اور کنارے کی طرف کا تین درکا دالان اور حجرہ کا کمرہ بنوایا۔ گنبد کے پاس فرخ سیر کے زمانے کی مسجد ہے اور گنبد کے جنوب میں دو گنبد اور ہیں غربی میں حضرت شیخ زین الدین جو حضرت کے بھانجے ہیں اور شرقی میں مخدوم زین الدین علی آپکے بھانجے آرام کرتے ہیں اسکے متصل ایک حجرہ بھی ہے جس میں شیخ کمال الدین علامہ جانشین حضرت

مسجد کھڑکی

مشہور ہے کہ پہلے یہاں ایک گاؤں تھا اوسکا نام کھڑکی تھا جب خانجہاں فیروز شاہی نے ۷۸۹ھ ہجری مطابق ۱۳۸۷ع
میں یہ مسجد بنائی تو یہ مسجد ہی کھڑکی مشہور ہوگئی یہ مسجد چوکھونٹی ہے اور چاروں طرف مربع کے ضلعوں کے بیچ میں
ایک برج بطور تاج کے نکالا ہے۔ جنوب شمال اور شرق کیطرف تین دروازے ہیں اور تمام مسجد میں سینکڑوں
ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے ایک ایک برج تو چاروں تاج کے مربعوں پر ہیں اور نو جگہ ملے ہوئے
نو نو برج بنائے ہیں اور ہر برج کے نیچے چار چار ستون ہیں علاوہ اسکے اور بھی بہت ستون لگے ہوئے ہیں
اور مسجد کے صحن میں چار چوک چھوڑے ہیں بسبب مرور زمانہ کے اکثر جگہ سے شکستہ ہوگئی ہے یہ مسجد اور
ست پلہ ایک ہی زمانے بنی ہوئی ہیں جسکو پانسو چالیس برس کے قریب عرصہ ہوا غرضکہ یہ عمارت بھی عجیب
وغریب صنعت کے بنی ہوئی ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ اس مسجد کے قریب

درگاہ یوسف قتال

ہے اسکو شیخ علاؤالدین حضرت شیخ فرید شکر گنج رح کے نواسے ۸۶۲ھ ہجری سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں
بنوائی ہے برج اور گرد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہیں اور گنبد چونے کا ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا
ہے ایک طرف چونے اور پتھر کی مسجد ہے لیکن اب یہ عمارت بہت خراب خستہ جابجا سے شکستہ ہوگئی ہے۔ زمیندار
اس درگاہ کو بہت مانتے ہیں اور الیسف اولیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ حضرت روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ
سے شمال و مغرب کے گوشہ میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر

مندر کالکا

ہے اور دہلی دروازہ کی جنوب کی طرف سے چھ کوس کا فاصلہ ہے۔ ہندوؤں کے اعتقاد میں کسی زمانہ میں سنبھ
اور نسنبھ دو راکھس تھے اونہوں نے اس زمانہ کی دیوتاؤں کو بہت ستایا جب برہما تک فریاد گئی تو اوس نے کہا
کہ مجھسے تو تمہاری رچھا نہیں ہوتی تم مہامائی یعنی پاربتی کا استوت کرو وہ تمہاری سہایتا کریگی جب اون
دیوتاؤں نے مہامائی کا استوت کیا تو مہامائی کے منھ میں سے ایک دیبی پیدا ہوئی کوشکی اوسکا نام تھا اوس
دیبی نے دونوں راکھسوں کے ایک سردار کو جسکا نام رکت بیج تھا مارا اوسکے لہو کی بوندوں سے بے انتہا
راکھس پیدا ہوگئے تب کوشکی دیبی کی بھنوؤں میں سے کالی دیبی پیدا ہوئی اوسکا ایک ہونٹ پربت پر تھا اور
دوسرا آکاس میں جسکو کوشکی مارتی تھی کالی اوسکا لہو زمین پر گرنے نہیں دیتی تھی اور غٹ سے پی جاتی
تھی اس سبب سے ان راکھسوں کا شر دنیا سے دور ہوا دواپر جگ کے اخیر میں جسکو آجتک پانچ ہزار تیرہ برس
ہوئے کالی دیبی نے اس پہاڑ پر اپنا استھان کیا غرضکہ یہ مقام ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہے ہر ہفتہ

آرام فرماتے ہیں اور فیض طلب خان بنگش اور مفتی صدر الدین صاحب مرحوم دہلوی کی بھی یہیں قبریں ہیں۔ ہر سال رمضان شریف کی سترہویں کو حضرت کا عُرس ہوتا ہے اور اٹھارہویں کو قل ہو جاتا ہے۔ صفحہ ۲۰۹ پر نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔ علاوہ اسکے یہاں کچھ چیزیں قابل دیکھنے اور زیارت کرنے کے ہیں۔

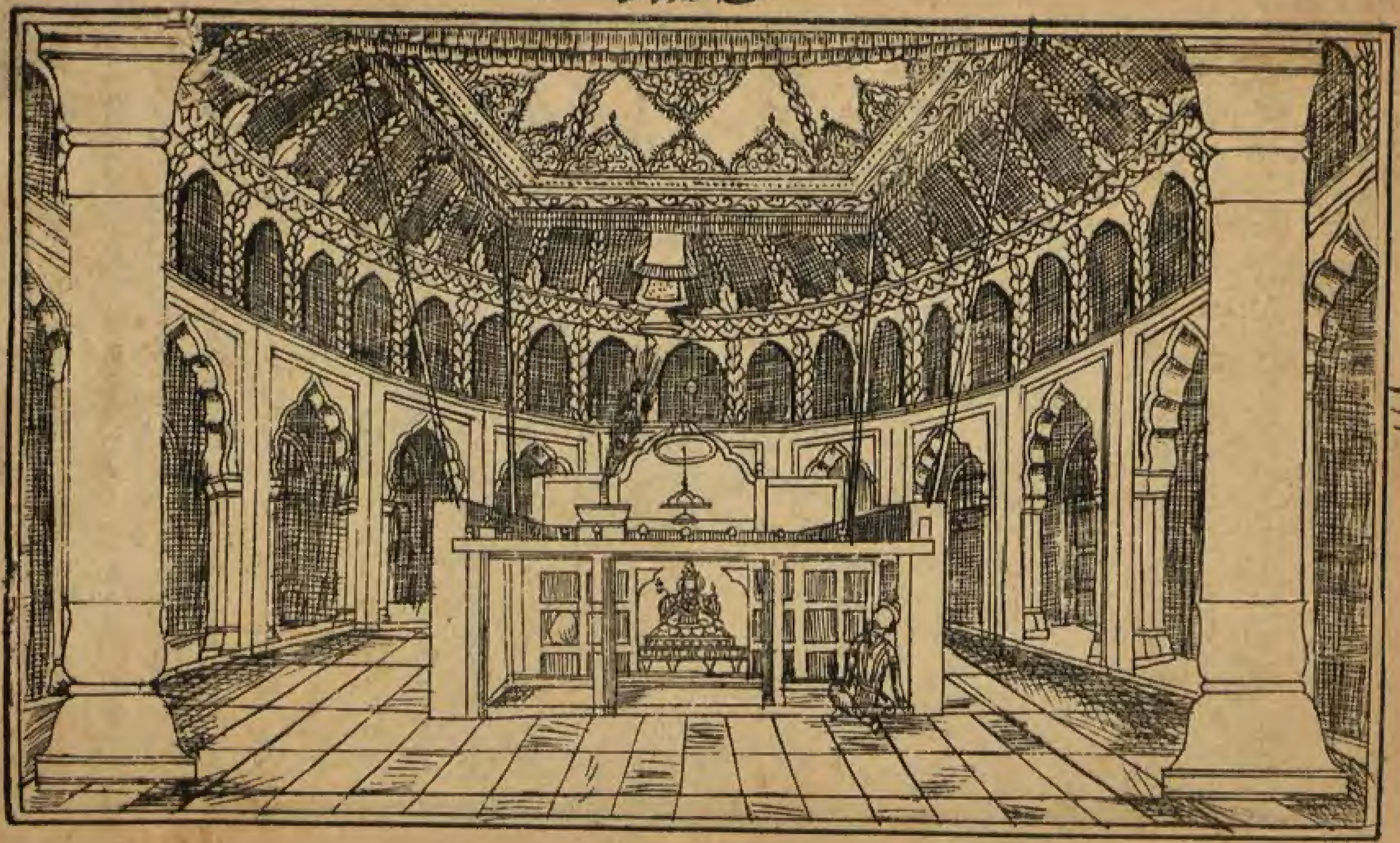
مقبرہ سلطان بہلول لودھی

یہ مقبرہ ۸۹۴ھ ہجری سے بنا ہے جسکو تقریباً چار سو چھبیس برس کا عرصہ گذرا اسکے بارہ دَر ہیں اور اوپر پانچ بُرج ہیں مگر افسوس بے مرمت پڑا ہے اور خادم رہتے ہیں جس سے تمام مقبرے کی رونق جاتی رہی ہے اور دیکھنے کے قابل ہے۔

ست پُلہ

یہ بڑی فرحت کا مقام ہے اصل میں سلطان فیروزشاہ کی شکارگاہ ہے جبکہ شاہزادہ فتح خاں سلطان فیروزشاہ کے بیٹے کا ۷۷۶ھ ہجری میں انتقال ہوا تو سلطان فیروزشاہ کو اسقدر رنج و غم ہوا کہ امورات سلطنت میں فرق آنے لگا تو ارکین سلطنت نے بادشاہ کے دل بہلانے کیواسطے یہ بہت بڑا وسیع دلکش جنگل دیکھکر کئی کوس کے فاصلہ پر دیواریں کھینچیں اور اسمیں طرح طرح کے درخت لگا کر شکارگاہ بنائی۔ اُنہیں کی ایک یہ دیوار ہے۔ اس دیوار کے بیچوں بیچ ایک نالا ہے جسمیں قطب صاحب کی اَمرتیوں اور اَور نالوں کا پانی ملکر اس نالہ میں بہتا تھا اسی سبب اس دیوار کے بیچ میں نالہ کے بہنے کو پُل کے طور پر دَر بنا دیئے ہیں اسواسطے یہ ست پلہ کرکے مشہور ہو گیا ہے۔ دروں کے اوپر کچھ مکان اور دروازے بھی بنائے تھے اکثر لوٹ گئے اور ایک آدھ باقی ہے کسی زمانہ میں یہ جگہ بڑی رونق کی تھی مگر اب بھی موسم برسات میں بہت لطف آتا ہے۔ ست پلے کے نیچے ایک چھوٹے سے گڑھے میں پانی اکٹھا رہتا ہے اکثر قسم کے مریض آکے نہاتے ہیں اور عورتیں اپنے بچوں کو لاکر نہلاتی ہیں اور پانی چھوٹی چھوٹی ٹھلیوں میں بھر کر سرس کے پتے ڈال کر مثل تبرک کے لیجاتے ہیں اور کاتک کے مہینے میں اور دیوالی کے قریب ہفتہ اور اتوار اور منگل کو بیماروں کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ قابل بیان نہیں۔ غرض اس چھوٹے سے گڑھے کو ہندوؤں کیطرح بعض ضعیف الاعتقاد مسلمانوں نے بھی متبرک کر رکھا ہے اور بے ثبوت یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت روشن چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ اس مقام پر تشریف رکھتے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا تھا اور پانی نہیں ملتا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے اس زمین کو کُریدا تو پانی نکل آیا آپ نے اُس سے وضو فرمایا اور یہ دُعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے نہائیگا وہ سب بیماریوں سے اچھا ہو جائے گا چنانچہ بعض جاہل مرد بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں اور ننگے نہاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی نے جادو کیا ہو گا تو وہ بھی اتر جائے گا۔ اس ست پُلے سے آگے مغرب کی طرف

نقشہ مندر کالکا



منگل کے دن اور ہر مہینے کی اشٹمی بہت پاتری جاتے ہیں اور اپنے مذہب کے موافق پوجا پتری کرتے ہیں۔ چیت کی اشٹمی
اور اسوج کی اشٹمی کو یہاں بڑا میلہ ہوتا ہے اور ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور یہ میلہ چھڑیوں کا کہلاتا ہے جو کوئی جاتا
ہے ڈنڈوت کرکے پرکھا دیتا ہے اور نذر بھینٹ چڑھاتا ہے پھر مندر سے اسکو پرشاد ملتا ہے یہاں کے پوجاری
کچھ کھیتی سے کچھ پوجا کے چڑھاوے سے اپنی اوقات بسر کرتے ہیں اور دن رات بارہ مہینے آٹھ پہر اس مندر میں
گھی کا چراغ جلتا رہتا ہے پوجاری کسی وقت بجھنے نہیں دیتے اوسکو دیبی جی کی جوت کہتے ہیں اس مندر میں
کسیکی مورت نہیں ہے۔ ایک گول گول پتھر (جیسے مہادیو کی پنڈی ہوتی ہے) رکھا ہوا ہے اوسکو کالی کا استھان بتاتے
ہیں پہلے اسکا نام کالی کا استھان تھا کثرت استعمال سے کالکا مشہور ہو گئی ہے اس پتھر کو لال لال کپڑے گوٹہ
کناری لگے ہوئے بہت بھاری پہنا رکھے ہیں اور ایک پلنگڑی بہت خوبصورت بنا رکھی ہے رات کو وقت اوس
پلنگڑی کو کس کسا تکیہ لگا کٹہرے کے اندر دیبی جی کے آگے بچھا دیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رات کے
وقت دیبی جی اسپر سکھ فرماتی ہیں اور طرح بطرح کا گہنا پہنا رکھا ہے۔ پہلے اس مقام پر کچہ مندر دیندر تھا۔ کالی
کے استھان ہوئے کئی ہزار برس بعد کسی شخص نے کہ اوسکا نام تحقیق نہیں ہوا اس مقام پر بارہ در کا لداؤ بنایا تھا
سمت ۱۸۱۲ میں کہ اوسکو آجتک ایکسو چالیس برس کے قریب عرصہ گذرا درگا سنگھ نامے نے اسکے گرد سنگ مرمر اور سنگ سرخ
کا کٹہرا بنوایا اور اس کٹہرے کے بائیں طرف فارسی اور شاستری خط میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے (سری درگا سنگھ رسوار
سمت ۱۸۱۶ فصلی) اور لداؤ کے گرد غلام گردش سنگین ستونوں کی بنی ہے جسکے چھتیس در ہیں اور یہ مندر بارہ ضلع کا بنا
ہوا ہے اندر تو ہر ضلع میں ایک دروازہ ہے اور باہر کے ہر ضلع میں تین تین در ہیں۔ اس مندر کا برج راجہ کدار ناتھ نے
جو قوم کے بنئے تھے اور اکبر شاہ کے عہد میں نظارت کی پیشکاری کا عہدہ رکھتے تھے سات آٹھ ہزار روپیہ صرف
کرکے بنوایا ہے جسکو نوے سال کا عرصہ گذرا۔

اس مندر کے جتنے پوجاری ہیں دونوں وقت آکر پوجا کرتے ہیں اور گیارہ بجے ہر روز دیبی جی کو بھوگ لگاتے
ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ دیبی سنگھ پر سوار ہوکر یہاں آتے ہیں اسواسطے مندر کے آگے دو شیر
کی سنگ سرخ سے بنا کر بٹھا رکھے ہیں اور اونکی بھی پوجا ہوتی ہے ان شیروں کے سر پر ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا رکھا
ہے اور پوجا کے وقت اوسکو بجایا کرتے ہیں اور دیبی مائی جی کہکر چلاتے ہیں اور انہیں شیروں کے پاس سنگ سرخ
کا ایک ترسول بنایا ہوا اور سنگ مرمر پر چرنوں کا نشان کھدوا رکھا ہے مصرعہ ہر قوم راست راہے دینی و قبلہ گاہے
ہم اسکا نقشہ دیتے ہیں جسکے دیکھنے سے دیبی جی کی استھان اور کٹہروں کی ساخت اور لداؤ کی طرح
بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت روشن چراغ دہلی کے مغربی او شرقی گوشہ میں تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

قلعہ تغلق آباد

اور مقبرہ میں جانے کو راستہ ہوتا تھا اسواسطے بجز ۷۲۵ھ ہجری میں جسکو پانسو اڑسٹھ برس کے قریب عرصہ گزرا قلعہ کے
دروازے سے مقبرہ کے دروازے تک پل باندھا تھا جس سے اس مقبرہ اور قلعہ کو عجیب رونق ہوگئی تھی اور اس مقبرہ کے گرد
پانی پھرکر بڑا لطف دکھاتا تھا اور مقبرہ کٹورا سا معلوم ہوتا تھا - پانی کا لہریں کھانا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور
پہاڑوں پر سبزے کا دکھائی دینا مُردہ دل کو زندہ کرتا تھا - اَب یہ پُل ٹوٹ کر بالکل خراب ہوگیا ہی اور مٹی اور ریت
میں اسکے در بند ہوگئے ہیں - اس مقبرہ کا بُرج بہت خوبصورت و مضبوط و مستحکم بلند بنا ہوا ہی کہ بیچ کے قد کا آدمی
اسکے اجارہ تک پہونچتا ہے یہ مقبرہ بھی قابل سیر و تماشا ہے مشرق و شمال و جنوب کی طرف محراب دار دروازے میں
اور مغرب کیطرف کی دروازے کا نشان بنا ہوا ہی - مقبرہ کے بُرج کی چاردیواری اندر باہر سے سنگ سُرخ کی بہت خوبصورت
ہے اور جابجا سنگ سُرخ میں سنگ مرمر کی دھاریاں اور گل بوٹے بنے ہوئے ہیں اور تمام بُرج سنگ مرمر کا ہی
اور اوپر ایک کلسی سنگ سُرخ کی لگی ہے مگر تھوڑی سی ٹوٹ گئی ہے - اندر سے یہ بُرج بہت نفیس بنا ہوا ہی جو دیکھنے
سے تعلق رکھتا ہے اسکے اندر تین

قبریں

ہیں پہلی قبر جو گنبد کے بیچوں بیچ میں ہی وہ غیاث الدین تغلق شاہ کی ہی اور دوسری قبر اونکے بیٹے سلطان محمد تغلق شاہ
کی ہی جو دریاے سندھ کے کنارے پر ۷۵۲ھ ہجری میں مرا اور اوسکی لاش کو یہاں لاکر دفن کیا - اور تیسری قبر سلطان
غیاث الدین تغلق شاہ کی بیوی کی ہی جسکا مخدومۂ جہاں خطاب تھا - ان تینوں قبروں کا تعویذ کوئی لیگیا اور
تعویذوں کی جگہ اینٹ اور چونے سے قبریں بنا دی ہیں پہلے اس مقبرہ میں گوجر رہتے تھے اور گاے بیل بندھتے
تھے اَب سرکار عالی لارڈ کرزن صاحب بہادر نائب السلطنت کے حکم سے وہ نکال دی گئی اور ہزارہا روپیہ صرف
کرکے اسکی مرمت اور درستی کیجارہی ہے بلکہ تمام شاہی عمارتیں آپ کی جان و مال و اقبال کو دُعا دی رہی ہیں
اور جو شخص اون درست شدہ عمارتوں کو دیکھتا ہے بلا اختیار زبان سے گورنمنٹ اور آپکے واسطے دعا نکلتی ہے
اَب ہم اس مقبرہ کا نقشہ دیتے ہیں - جس سے اوسکی بلندی اور دروازہ اور فصیل اور بُرج بخوبی معلوم ہوتا ہی -
اس مقبرہ کے تھوڑے فاصلہ سے جانب شمال

عمارت ہزار ستون

ہے جسکو فخرالدین جونا سلطان غیاث الدین تغلق کی بیٹی نے ۷۲۵ھ ہجری میں بنواکر تیار کرائی تھی اور عادل آباد
بھی اسکو کہتے ہیں اس سبب سے کہ ملک فخرالدین جونا نے بادشاہ ہوکر اپنا لقب سلطان محمد عادل تغلق شاہ رکھا تھا
پھر اُسنے ایسا ظلم کرنا شروع کیا کہ ہزاروں بے گناہوں کی گردنیں ماریں تو اوسکے نام سے عادل کا لقب
جاتا رہا اور بجاے اوسکے سلطان خونی کہنے لگے تھے اس بادشاہ کے عہد میں بدرچاچی بہت بڑا شاعر تھا

ہے اسکو غیاث الدین تغلق شاہ۔ بیٹے ملک تغلق نے جو غیاث الدین بلبن کے غلاموں میں سے تھا ۷۲۰ھ ہجری میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنوایا ہی جسکو چھہ سو برس کا عرصہ ہوا اس قلعہ کی دُور سے فصیل نظر آتی ہی اوسکے دیکھنے سے جلال اور رعب وہیبت دل پر اثر کرتی ہی۔ اہل بصیرت کیلئے یہ ایک آئینہ ہی کہ اوس سے عبرت بڑھتی ہی اور نابصیرتوں کو بصیرت ہوتی ہی۔ کسی زمانہ میں یہ قلعہ بہت نفیس و لطیف ہوگا لیکن اب بالکل خراب اور ویران پڑا ہی کہیں کہیں فصیل قلعہ کی قائم ہی مگر اندر کے مکان بالکل ٹوٹ گئے کہ نام و نشان تک نہیں ہا بجز گرچونا اور پتھروں کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کسی وقت قلعہ کے بیچوں بیچ میں ایک بہت بلند مکان بنا ہوا تھا وہ بادشاہ کی بیٹھک تھی اُسکو جہاں نما کہا کرتے تھے بادشاہ نے یہ قلعہ مغرب کیطرف بنایا تھا اور تین طرف یعنی مشرق اور شمال اور جنوب کیطرف تغلق آباد کا شہر آباد کیا تھا اور شہر کی فصیل اور قلعہ کی فصیل اس خوبصورتی سے ملاکر بنائی ہی کہ سارا شہر اور قلعہ ایک قلعہ معلوم ہوتا ہی۔ اس قلعہ کے اندر چند مکان گوجروں کے ہیں جو عرصہ سے آباد چلے آتے ہیں۔ قلعہ کی تمام عمارت سنگ خارا اور چونہ سے بنی ہوئی ہی دروازے بہت چھوٹے چھوٹے اور در بہت پست جیسی اگلی عمارتوں کے ہوتے تھے ویسے ہی ہیں تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ جب ۷۲۵ھ میں قلعہ اور شہر بالکل بنکر تیار ہوگیا تو اس خوشی میں

مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

قلعہ کے مغرب کیطرف واقع ہی۔ یہ عمارت بہت نفیس اور خوبصورت بنی ہوئی ہی اسکو بادشاہ فخر الدین جونا سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی بیٹے نے ۷۲۵ھ ہجری میں جسکو پانسو چھیانوے برس کا عرصہ گزرا بنوایا ہی جسکو سلطان تغلق شاہ نے اپنی بادشاہت میں الغخان خطاب دیکر اپنا ولیعہد کیا تھا اور سلطان کے مرنیکے بعد اوسنے اپنا لقب سلطان محمد تغلق شاہ رکھ لیا تھا باپ بیٹے دونو تغلق شاہ کے لقب سے مشہور تھے اسی سبب سے لوگوں کو شبہ پڑگیا ہی کہ اس مقبرہ کو بھی غیاث الدین تغلق شاہ نے بنوایا ہی لیکن یہ بات غلط ہی اس مقبرہ کی فصیل اور دروازہ نہایت شان دار اور خوبصورت ہے دروازہ تمام سنگ سرخ کا ہی اور اسمیں ایک دالان ہی۔ تئیس سیڑھیاں چڑھکر مقبرہ کے صحن میں پہونچتی ہیں فصیل اسکی ایسی ٹیرھی میڑھی عجیب قسم کی بنی ہی کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی کیوں بنائی گئی شاید یہ عمارت پہاڑ پر بنائی گئی ہوگی جسطرح کا پہاڑ ہوگا اوسی طرح کی فصیل بنادی یا اس قسم کی عمارت بنوانے میں مضبوطی زیادہ مقصود ہوگی اسکی فصیل میں قلعہ کے طور پر برج بنے ہوئے ہیں ایک برج جانب جنوب ہی اور دوسرا برج جانب شرق اور تیسرا اور جو تھا برج جانب شمال اور غرب بنا ہوا ہی۔ تیسرے برج پر ایک اور برج ہے اوسمیں نامعلوم قبریں ہیں اور ضلع غربی میں متقابل برج ضلع شرقی کے ایک پکا کنواں ہی۔ فصیل کے اندر کے رُخ حجرے فقرا اور ساکین کے رہنے کے لئے بنے ہوئے ہیں گرد اس مقبرہ کے سلطان فیروز شاہ بن سالار رجب نے جو سلطان محمد تغلق شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا تھا پانی کا بند بنایا تھا اوسکی وجہ سے تغلق آباد کے قلعہ کے نیچے کوسوں تک پانی بھرا رہتا تھا

اُسنے اس عمارت کے تمام ہونے کی تاریخ فَادْخُلُوهَا نکالی ہے بیان کیا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ عمارت بہت نفیس بنی ہوئی تھی اور ہزار ستون سنگ خارا کے لگے ہوئے تھے اسوجہ سے اسکا نام ہزار ستون ہوگیا تھا۔
لیکن اب یہ عمارت بالکل خراب ہوگئی ہے ٹوٹی پھوٹی چار دیواری اور ایک آدھ دروازہ کا نشان قائم ہے باقی سب ڈھیر پڑا ہے اس عمارت کو دیکھکر نہایت عبرت ہوتی ہے کہ کسی بادشاہ جبار و قہار و خونخوار کے رہنے کا مکان تھا جہیں اب گائیں اور بھینسیں بھیڑ بکریاں چرتی ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔
اب صرف حضرت قطب صاحب کی درگاہ میں حاضر ہونا باقی ہے وہی سڑک جو شاہجہان آباد سے حضرت سلطان المشائخ تک آئی ہے قطب صاحب ہو چلی گئی ہے جو لوگ سلطان المشائخ کی زیارت کے بعد قطب صاحب جانا چاہتے ہیں وہ اسطرف کو تشریف لیجاتے ہیں منصور کے مقبرہ پر پہونچکر یہ سڑک اور وہ سڑک جو شاہجہان آباد کے اجمیری دروازہ سے قطب صاحب کو جاتی ہے دونوں ملجاتی ہیں چونکہ یہاں سے منصور کے مقبرہ تک کوئی مقام دلچسپ نہیں ہے اسلیئے یہاں صرف راستہ بتاکر شاہجہان آباد کے اجمیری دروازہ سے قطب صاحب کا راستہ بیان کرتے ہیں۔

قطب صاحب

جانیوالی سڑک اجمیری دروازہ سے نکلکر پہاڑ گنج پہونچکر بائیں ہاتہ کو سیدھی چلی جاتی ہے بائیں ہاتھ

جنتر منتر

واقع ہے جنتر کے معنی ہندی زبان میں آلہ رصد کے ہیں لیکن عوام میں یہ آلات جنتر منتر کہلاتے ہیں بہرحال یہ عمارت آلات رصد ہیں جنکو راجہ سوائی جی سنگہ والی جیپور نے محمد شاہ بادشاہ کے حکم کے بموجب جاوس مطابق سنہ ۱۱۳۳ ہجری موافق سنہ ۱۷۲۴ عیسوی سنگ خارا اور چونہ سے بنوائی تھی اور بڑے بڑے ریاضی ہندو اور مسلمان اسمیں شریک تھے خوبی ان آلات کی دیکھنے سے علاقہ رکھتی ہے کہ کیسی کیسی قوسیں اور کیسے کیسے دائرے مجسم بنائے ہیں مگر افسوس کہ یہ تمام آلات عالی جنکا ہونا مغتنمات سے تھا نہایت بے مرمت پڑے ہیں اور بالکل شکستہ ہوگئے ہیں بہرحال یہ عمارت رصد خانہ ہے اور اس سے کواکب در گردش ثوابت و سیارا اور خلاف یوم و لیلا و طالع و مطالع بلد معلوم ہوتے تھے اور ہر طرح کی رصد جاتی تھی چونکہ اسوقت اُن آلوں کی صورت اور ہیئت باقی نہیں رہی لہذا ہر آلہ کا تفصیلی حال لکھنا بیکار ہے صرف چار آلہ ٹوٹے پھوٹے باقی رہ گئے ہیں ایک مقیاس معدل النہار۔ دوسرا کرہ مقعر۔ تیسرا جنتر دوائر الظل۔ چوتھا قسی دوائر العظام۔ اس جگہ اور بھی آلات بنی ہوئے تھے مگر اب وہ بالکل نیست و نابود ہوگئے نقشہ ملاحظہ فرمایئے۔
مقبرہ سلطان سکندر بہلول اور ایک مسجد اور مقبرہ سے آگے



نقشهٔ مقبره غیاث الدین تغلق شاه معه دروازه و فصیل و برج

مقبرۂ منصور

ہی منصور علیخان صفدر جنگ وزیر احمد شاہ بادشاہ کا مقبرہ ہی جو ۱۱۶۷ھ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء کے بنا ہی اس مقبرہ کی
خوبصورتی اور عمارت کی باریکی اور نازکی اپنا نظیر نہیں رکھتی سر سے پانوں تک سنگ سرخ کا ہی جا بجا سنگ مرمر کی
دھاریاں اور چٹکے لگے ہوئے ہیں۔ گنبد کے نیچے تہ خانہ ہی اسمیں قبر ہی قبر کا تعویذ بہت نفیس سنگ مرمر کا ہی
گنبد کے گرد چاردیواری بنی ہی مقبرہ کے چاروں طرف چار نہریں بنی ہیں مکانات نیچے ہیں دروازہ کی
متصل سنگ سرخ کی مسجد ہی مگر اسمیں نماز نہیں ہوتی۔ کسی زمانہ میں اسکے اندر کے مکانات بہت درست تھے
جنوبی مکان بادشاہ پسند کے نام سے موسوم تھا ضلع شرقی میں دروازہ ہی جو بہت ہی خوشنما اور بلند ہی اسمیں
طرح طرح کے مکانات بنے ہیں اور بارہ دری بنی ہی چاردیواری کے چاروں کونوں پر چار برج ہیں جو
بہت ہی خوبصورت ہیں غرضکہ مقبرہ عجائبات میں سے ہی گئی گزری حالت پر بھی اپنا جواب نہیں رکھتا نواب
شیدی بلال محمد خان کے اہتمام سے تین لاکھ روپیہ کی لاگت سے بنوایا اس مقبرہ کے اندر تاریخ کندہ ہی

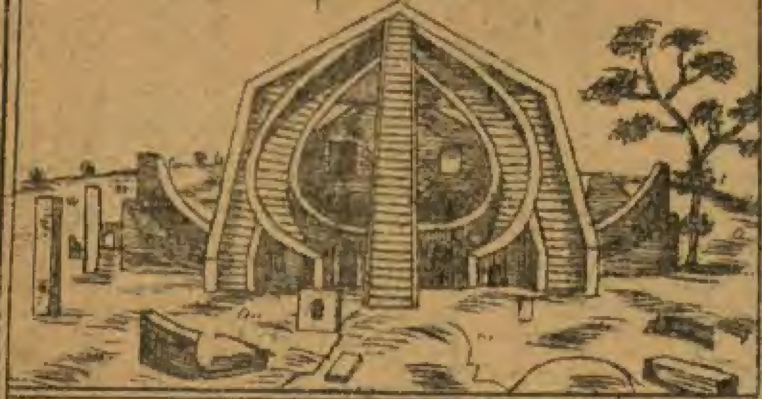
جوان صفدر عرصہ مردمی ٭ زدار فنا گشت رحلت گزیں
چنین سال تاریخ او رشد رقم ٭ کہ بادا مقیم بہشت بریں ۱۱۶۷

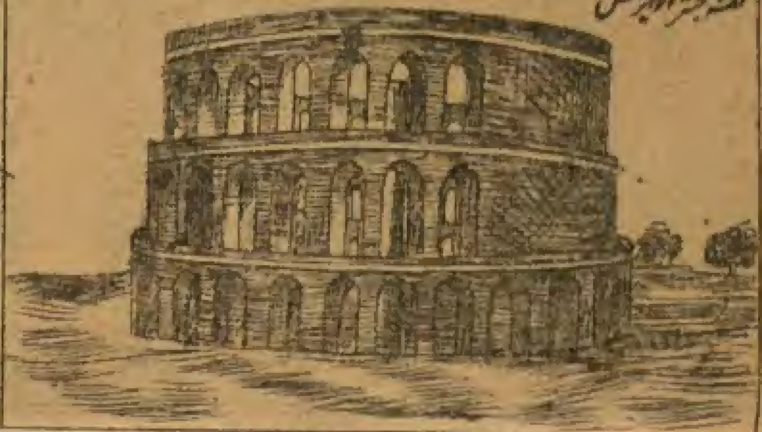
اس مقبرہ کے محاذ میں سلطان المشائخ کو سڑک جاتی ہی یہی صرف ہے جہاں پر دونوں سڑکیں ملی ہیں مقبرہ
منصور سے آگے مقبرہ نجف خان اسکے متصل سڑک کی بائیں طرف تقریباً شہر سے تین میل کے فاصلہ

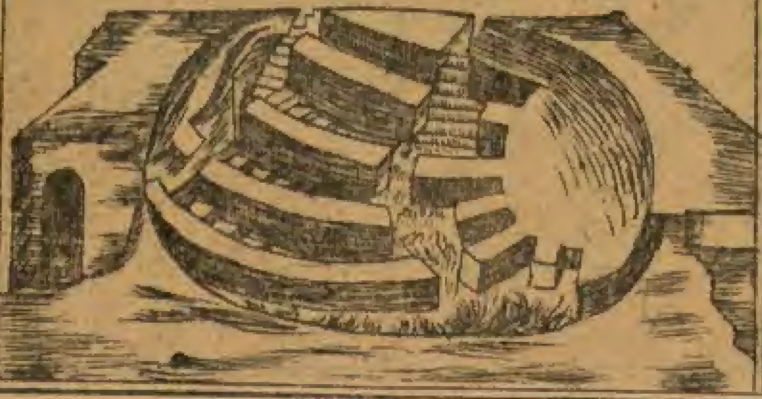
شاہ مرداں

ہی اسکا حال یہ ہے کہ اودہم بائی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جسکو احمد شاہ کی سلطنت میں اول نواب بائی اور پھر نواب
قدسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا شیعہ مذہب کی تھی ۱۱۳۷ ہجری مطابق ۱۷۲۴ء اسکے پاس ایک پتھر آیا جسپر
نقش قدم تھا اور یہ بیان کیا گیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک کا نقش ہی نواب صاحبہ نے اوس
نقش قدم کو اس مقام پر سنگ مرمر کے حوض میں جما دیا اور اوس حوض کے نیچے سنگ مرمر کا فرش کرکے حجرہ
بنایا اور اسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کرا دیا **شعر** بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ٭ سالہا سجدہ صاحب نظران
خواہد بود ٭ جب ہی سے ہمیشہ اس درگاہ کی ترقی ہوتی گئی۔ احمد شاہ کے زمانہ میں نواب قدسیہ نے ۱۱۶۲ھ
مطابق ۱۷۴۹ء کے جاوید خواجہ سرا کے اہتمام سے چاردیواری اور مجلس خانہ اور مسجد اور حوض بنوایا اور
پھر ۱۲۲۴ ہجری مطابق ۱۸۰۹ء کے عشرت علیخان نے مجلس خانہ بنوایا اسمیں مرثیہ خوانی ہوتی ہے
استداد زمانہ کی وجہ سے مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہوا کہ نواب زبر علی صاحب نے
اپنی عالی ہمتی سے اسکی درستی کرا دی چنانچہ اوہوں نے دہلی کشمیری دروازہ کھڑکی ابراہیم علیخان میں جو درگاہ


نقشهٔ جنتر مقياس الزمان


نقشهٔ جنتر قسى دواير العظام


نقشهٔ جنتر دواير الظل


نقشهٔ كرهٔ مقعر

اور امام باڑہ او مسجد سید آغا حیدر صاحب کے بزرگوں کی ہو اسکی مرمت بھی کرائی درگاہ پنجہ شریف میں ہر آٹھویں محرم الحرام کو علم اور نویں کو تابوت اوٹھایا جاتا ہو اور ہر نوچندہ شبنبہ کو مجلس عزا سید الشہداء برپا ہوتی ہو۔

اور ۱۲۳۶ ہجری مطابق ۱۸۲۰ عیسوی میں صادق علیخان نے نقارخانہ بنوایا اور اس احاطہ میں برج کا کاسہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اسمیں حضرت بی بی صاحبہ کا سہ بتاتے ہیں اسی وجہ سے مرد کو اندر نہیں جانے دیتے اور ایک عمارت جہاز ہو جو کسی سوداگر نے منت پوری ہونے پر بنوایا ہو اور چھٹے کی درگاہ ہو اور اشرف بیگمخان کی بنوائی ہوئی چار دیواری ہے جو محرم الحرام میں تمام تعزیئے یہیں دفن کرتے ہیں اور اس چار دیواری کو کربلا کہتے ہیں۔ ہر مہینے کی بیسویں کو یہاں مجلس ہوتی ہو اور رمضان کی بیسویں کو بہت ہجوم ہوتا ہو شاہ مرداں سے آگے مقبرہ مبارک شاہ و برج

موٹھ کی مسجد

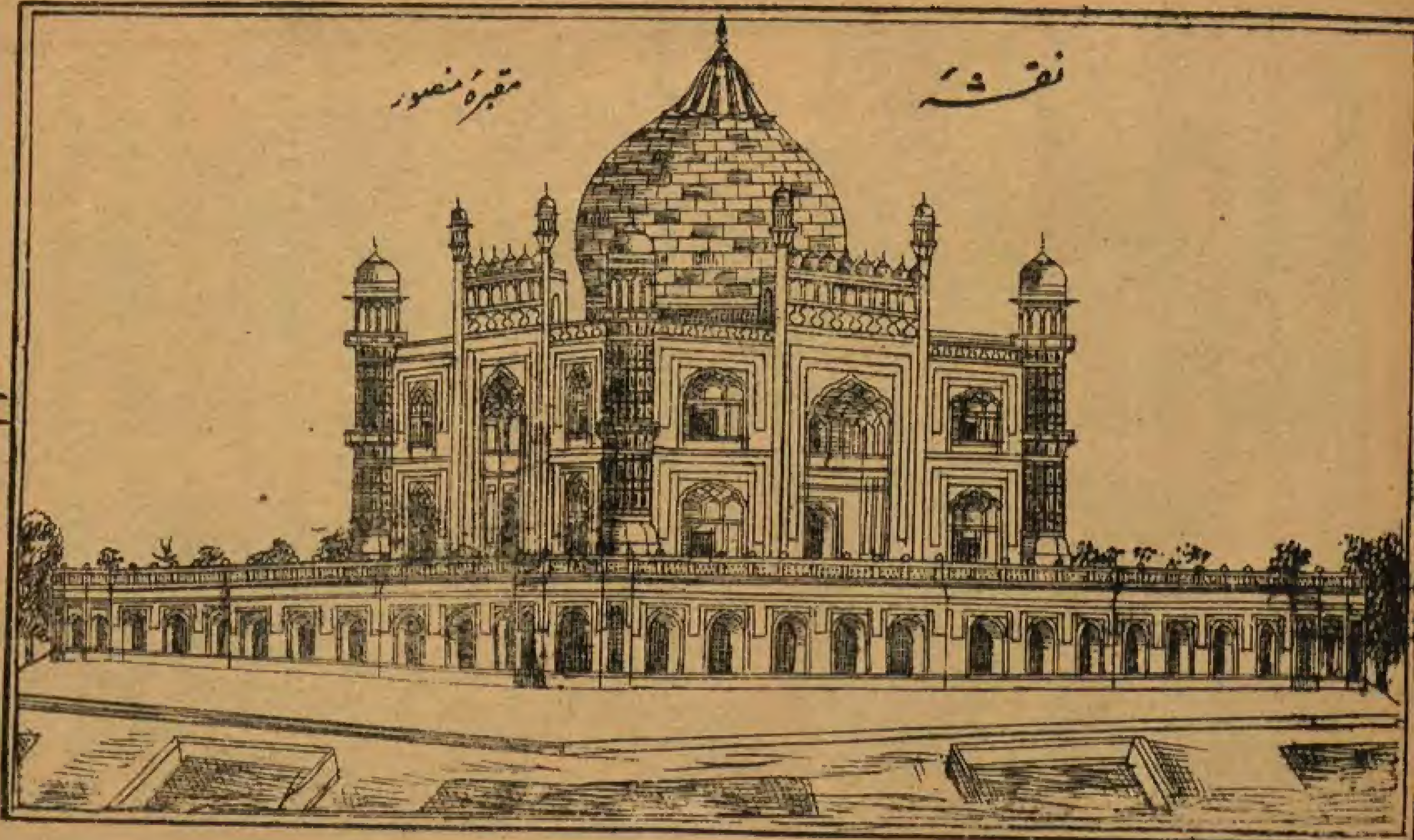
ہو۔ اس مسجد کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ کسی شخص نے راہ چلتے میں زمین پر سے موٹھ کا دانہ اُٹھایا اور اوس دانے کو بویا جو اوس میں خوشے لگے دوسرے برس پھر سب کو بویا یہاں تک کہ چند سال میں بہت روپوں کی موٹھ ہو گئی۔ اُسکی یہ مسجد بنی اور اسی سبب سے موٹھ کی مسجد مشہور ہے سلطان سکندر بن سلطان بہلول کے وقت میں ۹۰۴ ہجری مطابق ۱۴۹۸ عیسوی کے چونہ اور سنگِ خارا سے بنی ہو اب حال میں جابجا سے شکستہ اور خراب ہو گئی تھی تقریباً چھ سات سال کا عرصہ ہوا حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر صدر بازار نے بہت سا روپیہ لگا کر مرمت کرادی ہو اس سے آگے مسجد بیگم پور۔ اس کے آگے

کوشک انجے منڈل یا بدیع منزل

ہو اسکو محمد عادل تغلق شاہ نے بہت خوبصورت دو ضعدا بنایا تھا برج کے اوپر چار دروازوں کا کمرہ اسکی دیواروں میں سے اوپر جا نیکا راستہ ہو اسکے اوپر اگلے زمانہ میں سنگین بہت خوشنما بارہ دری تھی مگر اب بالکل ٹوٹ گئی ہو اس برج پر بیٹھ کر عرض لشکر بجاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ فیروز شاہ بادشاہ نے ایک نقب بنائی تھی کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان میں ہو کر اسی نقب کے راستہ سے سوار حوض خاص کر چلے آتے تھے جسکا تین کوس کا فاصلہ ہو اب بھی اس نقب کے نشانات باقی ہیں اور سلطان سکندر لودھی کے وقت میں

حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ

اسی برج میں رہا کرتے تھے آپ سید راجی حامد شاہ کے مرید تھے آپ کے والد شیخ طاہر رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے تحصیلِ علم کے لئے دہلی میں تشریف لائے تھے مدت تک بہار میں رہے شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ بہار میں پیدا ہوئے جب سنِ تمیز کو پہونچے تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور شیخ اللہ داد شارح ہدایہ وغیرہ آپکے شریک



نقشه — مقبرهٔ منصور

درس و جلیس و انیس تھے پھر اسی اثنا میں شوق فقر کا پیدا ہوا۔ درویشی کو اختیار کیا۔ کامل ہو گئے پہلے آپ
آگرہ میں رہے پھر دہلی میں اُسی برج پر سکونت اختیار کی آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا شیخ عبدالعزیز شکر بار
رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے کامل ہیں جنکا مزار بیرون ترکمان دروازہ عقب جیلخانہ مہندیوں میں واقع ہے۔ کا
شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۴ ماہ ربیع الاول سنہ ۹۰۹ ہجری کو ہوا اور اُسی برج کے پاس آپ کا اور آپکے خاندان
قبرستان ہے اور شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک حجرہ
میں آرام فرماتے ہیں اور ایک طرف مخدوم ہردم جیالی صاحب خلف اکبر حضرت مولانا شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ اور
تھوڑے فاصلہ پر مخدوم سبزوار آسودہ ہیں غرض کہ یہ مقام بڑی زیارت اور قابل سیر ہے۔ اس عمارت
کے سامنے سڑک سے داہنے طرف تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر۔

حوض خاص

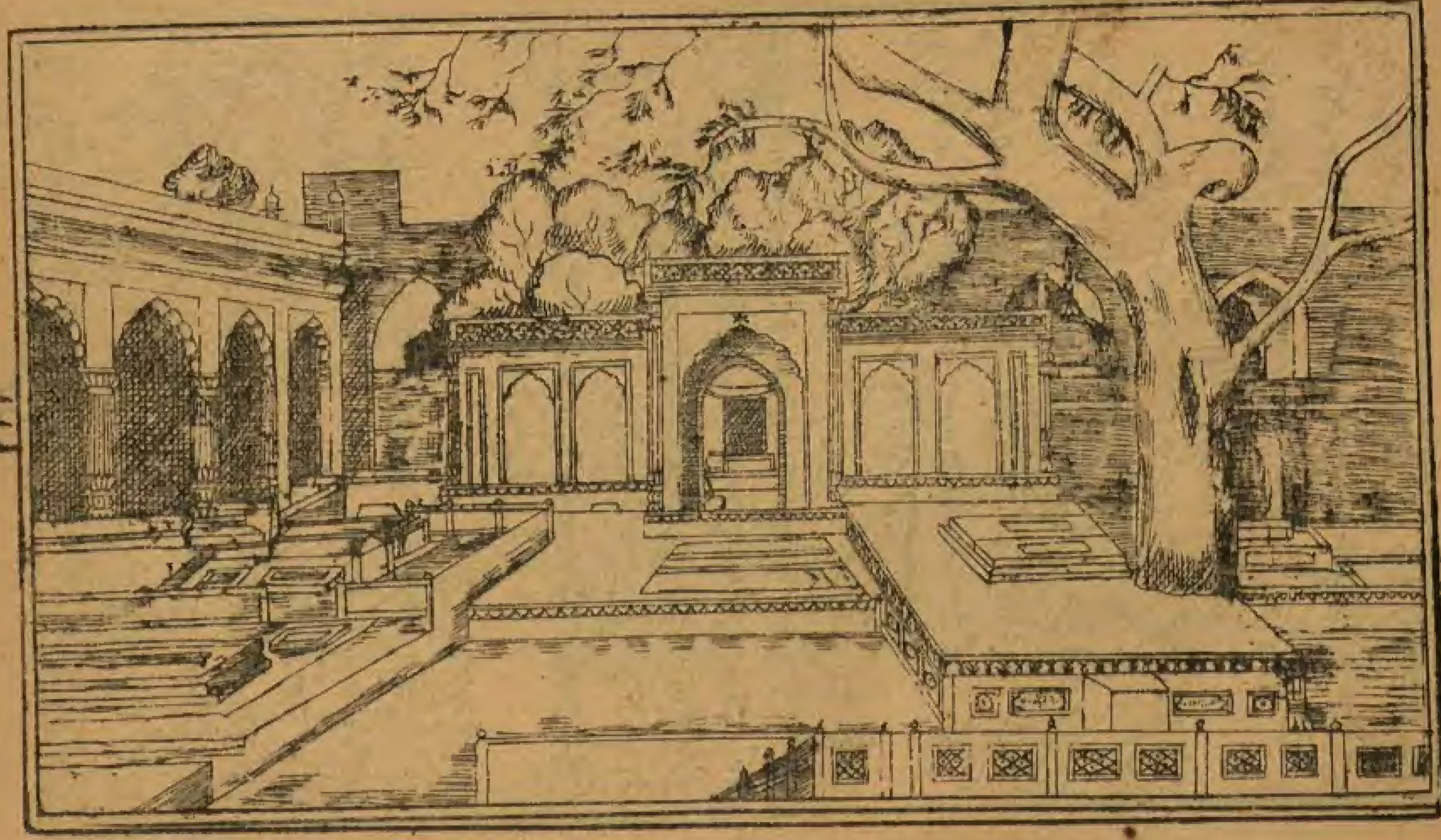
واقع ہے۔ تاریخ فتوحات فیروز شاہی اور اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ یہ حوض سلطان علاؤالدین نے اپنے زمانہ
تخت نشینی کے قریب سنہ ۶۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۲۹۵ عیسوی کی بنایا تھا جو ایک سو کنی بیگہ پختہ میں تھا چاروں
طرف اسکے پختہ دیواریں بنی ہوئی تھیں۔ فیروز شاہ کے وقت میں یہ حوض مٹی سے بالکل اَٹ گیا تھا اور پانی نہیں
رہا تھا اوسنے تخمیناً سنہ ۷۵۵ ہجری مطابق سنہ ۱۳۵۴ عیسوی کے اس حوض کو نئے سرے سے صاف کرایا
اور جس جس جگہ سے ٹوٹ گیا تھا اوسکی مرمت کرائی اور اوسکے جنوبی ضلع میں مکانات بنوائے اور ایک مدرسہ جاری کرایا۔
اور مدرس نوکر رکھے اور طالب علم مقرر کئے جب سے اسکا نام حوض خاص ہو گیا بڑے مدرس اس مدرسہ کے سید
یوسف بن جمال حسینی تھے جنکا انتقال سنہ ۷۹۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۸۸ عیسوی میں ہوا اور اسی مدرسہ کے
صحن میں دفن ہوئے اب تو حوض کی شکل نہیں رہا بالکل بھر بھرا گیا کہ پانی بھی ایسی نہیں ٹھہرتا سوکھا پڑا رہتا ہے
اور زمیندار اسمیں کھیتی کرتے ہیں صرف نام ہی نام باقی ہے مکانات بھی اکثر جگہ سے شکستہ ہو گئے ہیں مگر پھر بھی

قابلِ سیر ہے۔ اس مدرسہ کے قریب ہی ملا ہوا

مقبرہ فیروز شاہ

ہے جبکہ سنہ ۷۹۰ ہجری موافق سنہ ۱۳۸۸ء فیروز شاہ کا انتقال ہوا تو اس مقام پر دفن کیا اور اوسکے بیٹے ناصر الدین
محمد شاہ نے سنہ ۷۹۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۸۹ء کے چونہ اور پتھر سے یہ مقبرہ بنوایا اسکی پیشانی پر چونہ کے
حرفوں سے کتبہ بھی موجود ہے مگر اکثر حرف جھڑ گئے ہیں اس جگہ اور بھی چھوٹے چھوٹے برج بنے ہوئے ہیں
اور ناصر الدین محمد شاہ اور علاؤالدین سکندر شاہ کی بھی یہیں قبریں ہیں اور ایک چھوٹا سا برج شہاب الدین
تاج خان اور سلطان ابو سعید کا ہے اور اوس پر بھی کتبہ لگا ہوا ہے اس حوض کے پاس سے ایک کوس کے فاصلہ پر قبر

نقشہ شاہ مرداں



کی مورتیں کھود نے سے یقین ہوتا ہے کہ یہ مندر بشنوی مذہب کا تھا اگرچہ مسلمانوں کے وقت میں سب کی مورتیں توڑ ڈالی
گئی ہیں اور اون ٹوٹی مورتوں میں بھی غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ فلانی مورت تھی
جبکہ سنہ ۵۸۷ ہجری مطابق ۱۱۹۱ء موافق سمت ۱۲۴۸ بکرماجیت قطب الدین ایبک معز الدین محمد بن سام عرف سلطان
شہاب الدین غوری کے سپہ سالار نے دلی کو فتح کیا تب اس بتخانہ کو مسجد بنا دیا اور مورت مندر میں سے نکال ڈالی
جس جس جگہ دیواروں اور دروازوں اور ستونوں میں مورتیں بنی ہوئی تھیں اون میں سے کسی کو بالکل توڑ ڈالا
اور کسی کا چہرہ مٹا دیا مگر بتخانہ کی عمارت بدستور قائم رکھی اور ستائیس بتخانوں کا اسباب جو پانچ کروڑ چالیس
لاکھ دیلوال کا تھا اس بتخانہ کو مسجد قرار دیکر اوسمیں چڑھا دیا اور شرقی دروازہ پر فتح کی تاریخ اور اپنے نام کا
کتبہ لگا دیا جب سے یہ بتخانہ

مسجد قوۃ الاسلام

کر کے مشہور ہو گئی پھر بموجب حکم سلطان معز الدین کے قطب الدین ایبک نے سنہ ۵۹۲ ہجری مطابق ۱۱۹۵ء
اس بتخانہ کے غربی ضلع کے سامنے پانچ در بطور مسجد کے سنگ سرخ کی بنوائی اور شمالی دروازہ تعمیر کرایا
اور تاریخ کندہ کرا کر لگا دی - دو سال کے عرصہ میں دونوں چیزیں بنکر تیار ہو گئیں چنانچہ بیچ کے در کے
بازو پر تاریخ کندہ ہے - اون پانچوں دروں میں سے بغلی کے دونوں در تو تقریباً اٹھائیس اٹھائیس فٹ
اونچے ہیں اور بیچ کا بڑا در اڑتالیس فٹ کے قریب اونچا ہے اور بائیس فٹ چوڑا ہے ان دروں پر طرح بطرح
کی منبت کاری ہو رہی ہے اور کلام اللہ شریف کی آیتیں اور حدیثیں کھدی ہوئی ہیں جبکہ مسجد تیار ہوئی تو
اسکے درو دیوار پر نہایت تیاری سے سنہری کلس چڑھا دیے گئے تھے ۔
بعد اسکے سلطان شمس الدین التمش نے ۶۲۷ ہجری مطابق ۱۲۲۹ء کے اس مسجد کے دونوں طرف جنوباً و
شمالاً تین تین در سینتیس سینتیس گز اور ایک ایک فٹ لمبے بنائے اور بیچ کا در آٹھ گز چوڑا رکھا - اور
اون دروں پر نسخ اور کوفی خط میں آیات قرآنی کندہ ہیں - اون دروں کی محرابیں ٹوٹ گئی ہیں - بلکہ
شمالی دروں میں کا ایک در سارے کا سارا سڑک میں آگیا ہے - اوسکے صحن میں

لوہے کی لاٹھ

راجہ دھاوا یا میدھاوجی کی بنائی ہوئی ہے جو دلی کا انیسواں راجہ ہوا ہے - سر سے پاؤں تک لوہے کی ڈھلی ہوئی
ہے یہ لاٹھ زمین پر سے بائیس فٹ ۶ انچ بلند ہے اور محیط شمالی جز کی ۵ فٹ ۳ انچ ہے - ایک بات
یہ مشہور ہو رہی ہے کہ راے پتھورا کے وقت میں پنڈتوں نے اس لاٹھ کو باسک کے سر پر گاڑا تھا اس غرض سے
کہ راے پتھورا کے خاندان کی عملداری کبھی نہ ٹلے مگر تاریخ کی کتابوں کے دیکھنے سے یہ بات بالکل غلط ثابت ہوتی

و وزیر خان کا مقبرہ ہے جو کہ اُمراے عہد فیروز شاہ سے تھے چنانچہ موضع میر پور و وزیر پور مشہور ہیں اس سے آگے لب سڑک

حضرت بی بی زلیخا والدہ حضرت سلطان المشائخ رحمہا اللہ تعالی

کا مزار ہے حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری والدہ کی خدا تعالی سے دوستی تھی جو کوئی مشکل کام پیش آتا تھا اوسکو خواب میں دیکھتیں اوسی پر عمل کرتیں اور یہ بھی آپ فرماتے تھے کہ جب کبھی کوئی حاجت اونکو ہوتی پانچسو بار درود پڑھتیں اور دوپٹہ کا آنچل پھیلاتیں جو حاجت ہوتی فوراً برآتی۔ آپکے مزار کی قریب بی بی نور کا مزار ہے یہاں بہت عورتیں جاتی ہیں مگر ہمکو انکا کچھ حال معلوم نہیں ہوا اسی جگہ

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے آپ حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے برادر و خلیفہ ہیں۔ آپکے مقامات بہت ہی بڑے ہیں جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ نہایت متوکل تھے شہر میں ستر برس تک مقیم رہے مگر کہیں سے کچھ بھی مقرر نہیں تھا اپنے بال بچوں کے ساتھ بڑی خوشی اور مزے کے ساتھ اوقات بسر کرتے تھے۔ یہاں تک آپکو خبر نہوتی تھی کہ آج کونسا دن اور مہینہ ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جناب گنجشکر قدس سرہ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہونے سے پہلے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور دو مرتبہ یہ عرض کیا کہ ایکبار سورہ الحمد شریف اور سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھیئے کہ میں کسی جگہ کا قاضی ہوجاؤں آپ نے پہلی دفعہ تو چشم پوشی کی مگر دوسری دفعہ سنکر یہ فرمایا کہ تم قاضی مت ہو اور کچھ بنجاؤ غرض آپکے فضایل اور محامد بیرون از شمار ہیں۔

اب آگے تشریف لے چلیئے اور

بتخانہ راے پتھورا

ملاحظہ کیجیئے۔ یہ بہت بڑا بتخانہ ہلیت نامی تھا چاروں طرف اس بتخانہ کے دوہگے اور سہگے اور چوگھے دالان بنے ہوئے تھے اور بیچ میں بہت بڑا صحن چھوٹا ہوا تھا اور جنوبی اور شمالی اور شرقی ضلعوں میں دروازے تھے اور اونکو پر کھاکے دالان کہتے تھے یہ مندر سمت ۱۲۰۰ بکرماجیت مطابق ۱۱۴۳ء موافق ۵۳۸ ہجری میں بنا تھا۔ ہر ایک پتھر منبت کاری میں ایسی ایسی خوبصورت خوبصورت گلکاری کی ہے اور عجیب غریب بوٹے کھودے ہیں کہ بیان سے باہر ہے ہر ایک جگہ در و دیوار اور ستون پر بتوں کی مورتیں بنی ہوئی تھیں اور زنجیروں میں گھنٹے لٹکتے ہوئے کھدے تھے۔ چنانچہ ابھی تک اس بتخانہ کا ضلع شرقی اور شمالی بدستور موجود ہے اس مندر میں لوہے کی لاٹھ کو جو شنوی نہ سب کیا ہے بدستور قائم رکھنے اور دیواروں پر کر شنا اوتار اور مہادیو اور گنیش اور ہنومان

انہی عالی ہمتی سے سنہ ۱۸۲۹ء مطابق سنہ ۱۲۴۵ ہجری کے اسکی مرمت کرائی اور اسمتھ صاحب گڑھ کپتان مرمت کے
مہتمم ہوئے تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ہر درجہ پر کٹہرا تھا بلکہ کٹہری کی جگہ کنگورے تھے یہ کٹہرا بھی اسمتھ صاحب
ہی نے بنوالیا کیونکہ کنگورے ٹوٹ گئے تھے اس مینار کے سلطان فیروز شاہ کے وقت میں سات درجے تھے
دو درجہ انگریزی حکومت سے پہلے ٹوٹ گئے تھے انگریزی حکام نے بہتیرا روپیہ صرف کیا اور چاہا کہ اسکی بلندی
اوتنی ہی قایم رکھی جائے اسلئے بہت سے سامان کیے اور بلندی بھی بڑھی کی مگر بجلی کو کچھ ایسی دشمنی آپڑی کہ انکی
قائم رہنے دیا لاچار دو درجے اُتار لئے گئے۔ اسکا پہلا کھنڈ ۳۲ بتیس گز کئی انچ اور دوسرا قریبا ۲۰ بیس گز اور تیسرا
بجا اور ۱۳ تیرہ گز اور چوتھا سوا آٹھ ۸ گز اور پانچواں بھی مع اُس تھوڑی سی اونچائی کے جو برجی کٹہرہ کے اندر ہے
سوا آٹھ گز ہے اس حساب سے کل اونچائی اس لاٹھ کی اٹھتّر گز ہوتی ہے اور سنگین برجی کی اونچائی جو سرکار
انگریزی نے چڑھائی تھی اور اب اوتار کر ایک طرف رکھدی چھ گز ہے اور جڑ کی طرف سے یہ لاٹھ پچاس گز
مدور ہے اور پانچویں درجے سے جہاں سنگین برجی لگی تھی دس گز مدور ہے یہ لاٹھ اندر سے بالکل خالی ہے اور
اوس میں چکردار سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں کل سیڑھیاں تین سو اٹھتر ہیں پہلے درجہ میں ایکسو چھپن۔
دوسرے میں اٹھتر۔ تیسرے میں باسٹھ ۶۲۔ چوتھے میں اکتالیس ۴۱ پانچویں میں بھی اکتالیس ۴۱۔ غرضکہ یہ لاٹھ
عجائب روزگار سے ہے باوجود اسقدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوش قطع اور خوبصورت بنی ہوئی ہے کہ
بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے اسکے قریب ایک

عالیشان دروازہ

ہے تمام سنگ سُرخ سے بنا ہے اسکے چاروں طرف چار دروازے ہیں اوپر گول لداؤ کروا دیا ہے مقوس لداؤ کا
ایسا بلند ہے کہ بعینہٖ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کا مقرنس ہے اس دروازہ کی محرابوں پر آیات قرآنی اور حدیثیں کندہ
ہیں اور غربی اور جنوبی اور شرقی دروازے پر تاریخ لکھی ہوئی ہے مگر اس تاریخ کی بہت پتھر گر پڑے ہیں اور بعض
حرفوں کو شور بھی لکھا گیا ہے اس تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان علاؤ الدین محمد شاہ خلجی بادشاہ
نے ۷۱۰ھ ہجری مطابق ۱۳۱۰ عیسوی میں گویا مسجد کا یہ دروازہ بنایا تھا اور اس دروازہ بنانے کے بعد بادشاہ
نے اس مسجد کے اور درجوں کے بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر افسوس کہ بادشاہ کی عمر نے وفا نہ کی ۷۱۵ھ ہجری مطابق
۱۳۱۵ عیسوی میں انتقال کر گیا اور یہ مسجد ناتمام رہ گئی غرضکہ یہ دروازہ بھی پسندیدہ عمارتوں میں سے ہے
ایسا بلند لداؤ کا دروازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس دروازہ کے پاس امام محمد علی مشہدی یا سید حسین پکنسار کی درگاہ

امام ضامن کی درگاہ

کہتے ہیں یہ حضرت مشہد مقدس طوس سے سلطان سکندر کے وقت میں دلی آئے اور اسی مقام پر سکونت اختیار کی

اس لاٹھ پر سنسکرت زبان اور ناگری حرفوں میں تین اشلوک کندہ ہیں جنکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ والی سندہ نے فوج جمع کی تھی راجہ دھاوا سے لڑنے کو جو ڑالی کی راجہ دھاوا نے فتح پائی اور یہ لاٹھ بطور یادگار اپنی فتح کے بنائی جو لوگ سیر کے واسطے آتے ہیں اونمیں سے جوان جوان مرد اور عورتیں اس لاٹھ کو کولی میں پکڑتی ہیں اور آپس میں ہنستے ہیں کہ جسکی گولی میں یہ لاٹھ آجائے وہ حلال کا اور جسکی کولی میں نہ آئے وہ حرام کا ہے - بہرحال یہ لاٹھ ایک عجیب چیز قابل دید ہے اسکے سامنے مینار یا مادنہ جسکو تمام لوگ

قطب صاحب کی لاٹھ

کہتے ہیں وہ اسی مسجد قوۃ الاسلام کا مینار ہے - اتنا بلند ہے کہ دُور دُور کے پھرنے والے دو ایک جگہ کے سوا رُوے زمین پر اتنی اونچی عمارت کا نشان نہیں دیتے اسکے نیچے کھڑے ہوکر اوپر دیکھو تو ٹوپی والے کو ٹوپی اور پگڑی والے کو پگڑی تھام کر دیکھنا پڑتا ہے اس لاٹھ کے اوپر چڑھتے تو نیچے کے آدمی چھوٹے چھوٹے اور ہاتھی گھوڑے بیل کتے ننھے ننھے دکھائی دینے سے عجیب کیفیت معلوم ہوتی ہے اسیطرح نیچے والوں کو اوپر والے آدمی بہت چھوٹے چھوٹے دکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اسمیں بالکل سنگ سُرخ لگا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر درجہ پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں اور جابجا منبت کاری ہوئی ہے کتب تاریخ کے اُلٹ پلٹ کرنے سے اور اس لاٹھ کا پہلا دروازہ شمال رُویہ ہونے کی وجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلا کھنڈ رائے پتھورا نے اپنے قلعہ اور بُت خانہ کے ساتھ یعنی سمت [illegible] بکرماجیت مطابق [illegible]ء موافق [illegible] ہجری کے بنوایا تھا کیونکہ اوسکی بیٹی سُورج مکھی مذہب کی تھی اور ہندو جمنا کو سُورج کی بیٹی اعتقاد کرتے ہیں اسواسطے اس مذہب والے جمنا کا درشن کرنا بھی بڑا دھرم جانتے ہیں اس سبب سے جمنا کے درشن کرنیکو اس لاٹھ کا پہلا کھنڈ بنا -

پھر جب سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کے ادھر اُدھر تین تین در بڑھائے یعنی ۶۲۲ ہجری مطابق ۱۲۲۵ عیسوی اُسی زمانہ میں اس لاٹھ کو بھی بڑھایا اور دوسرے کھنڈ کے دروازہ پر اسکا حال کھُدوایا - اور پھر جو بادشاہ ہوا اسکی مرمت کرتا رہا چنانچہ ایکدفعہ فیروز شاہ کے وقت میں اسپر بجلی گری اور اسمیں نقصان آیا تو ۷۷۰ ہجری مطابق ۱۳۶۸ء میں سلطان فیروز شاہ نے اسکی مرمت کرائی اسنے اپنی کتاب فتوحات فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ مرمت کے وقت جس نے اس لاٹھ کو بجلی جتنی تھی اوس سے اونچا کردیا اور تمام کیفیت مرمت وغیرہ کی پانچویں کھنڈ کے دروازے پر کھُدوادی اسکے بعد فتح خان نے سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودھی کے وقت میں ۹۰۹ ہجری موافق ۱۵۰۳ عیسوی میں مرمت کرائی اسکے بعد کالی آندھی اور بھونچال کے صدمہ سے اوپر کے دو کھنڈ گر پڑے اور جڑ کے پاس سے بھی کچھ پتھر گر پڑے تو حکام والا مقام انگریزی نے

اور مقبرہ اپنے سامنے آپ بنوایا جبکہ ۶۳۳ھ ہجری میں انتقال ہوا تو بموجب وصیت کے اسی مقبرے میں دفن ہوئے
وضع اس مقبرہ کی بہت اچھی ہے اسکا برج بھی خوبصورت بنا ہوا ہے اندر سنگ مرمر کا فرش ہے اور دروازہ پر کتبہ لگا ہوا
اب ہم صفحہ ۲۰۹ پر لاٹھ کا نقشہ دکھاتے ہیں جس میں وہ عالیشان دروازہ اور ایک آدھ مسجد کی محراب اور لوہے کی لاٹھ
وغیرہ معلوم ہوتی ہے۔ لاٹھ کے پاس مسجد قوۃ الاسلام کے پیچھے جنوبی ضلع میں نہایت ٹوٹا پھوٹا ایک
کھنڈر پڑا ہوا ہے اوس میں

مقبرہ سلطان علاؤالدین خلجی

کا ہو اگرچہ یہ بادشاہ ۷۱۵ھ ہجری مطابق ۱۳۱۵ء کو فوت ہوا لیکن اسکا مقبرہ ۷۱۶ھ ہجری مطابق ۱۳۱۶ء
کو قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں بنا اسکے پاس ایک مسجد بھی اور ایک مدرسہ وہ بھی بالکل نیست و نابود ہو گیا۔
کچھ کچھ نشان پائے جاتے ہیں
تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہو کہ فیروز شاہ نے اپنے زمانہ میں اس مقبرہ اور مدرسہ اور مسجد کی بھی مرمت کی تھی اور صندل
کا چھپر کھٹ چڑھایا تھا مگر اب یہ مقبرہ بالکل چونہ کا ڈھیر ہے سب پتھر اوکھڑ گئے ہیں اور قبر تک بھی ٹوٹ گئی
ہے لوگ قبر کا تعویذ بھی اوکھاڑ لے گئے افسوس ایسے اولوالعزم بادشاہ کی قبر کی یہ حالت ہے مسجد قوۃ الاسلام کی جنوبی

ادھ بنی لاٹھ

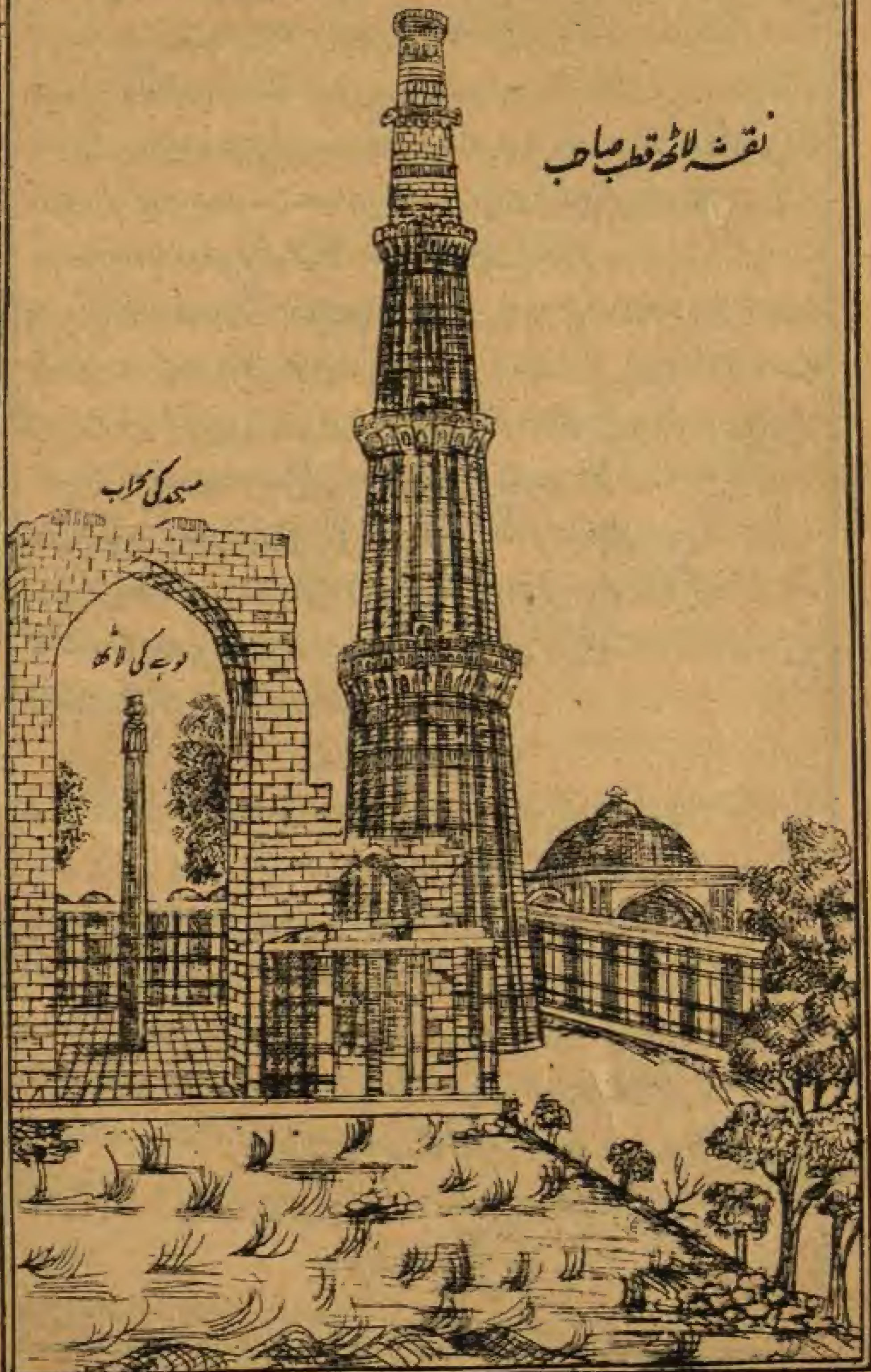
اسکا حال تاریخ علائی میں یہ لکھا ہو جبکہ علاؤالدین خلجی نے مسجد قوۃ الاسلام بڑھانے کا حکم دیا یعنی ۷۱۱ھ
مطابق ۱۳۱۱ء میں تو اوسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اس مسجد کے صحن میں ایک مینار بھی بنے کہ پہلے منارے دوگنا
چنانچہ سو گز کے محیط سے مینار بننا شروع ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ دو سو گز اونچا پائدار بنایا جاوے مگر عمر کی کچھ
مضبوطی نہ ہو سکی کہ ہنوز ایک درجہ بھی پورا نہونے پایا تھا کہ بادشاہ کی عمر پوری ہو گئی اور یہ عجیب عمارت ادھوری
رہ گئی۔ اس لاٹھ کا بھی پتھر بالکل اوکھڑ گیا ہے صرف ایک چونہ کا ڈھیر باقی ہے۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ اس
منارے کی تعریف قران السعدین میں لکھتے ہیں صرف انہیں کے دو اشعار لکھے جاتے ہیں ؎

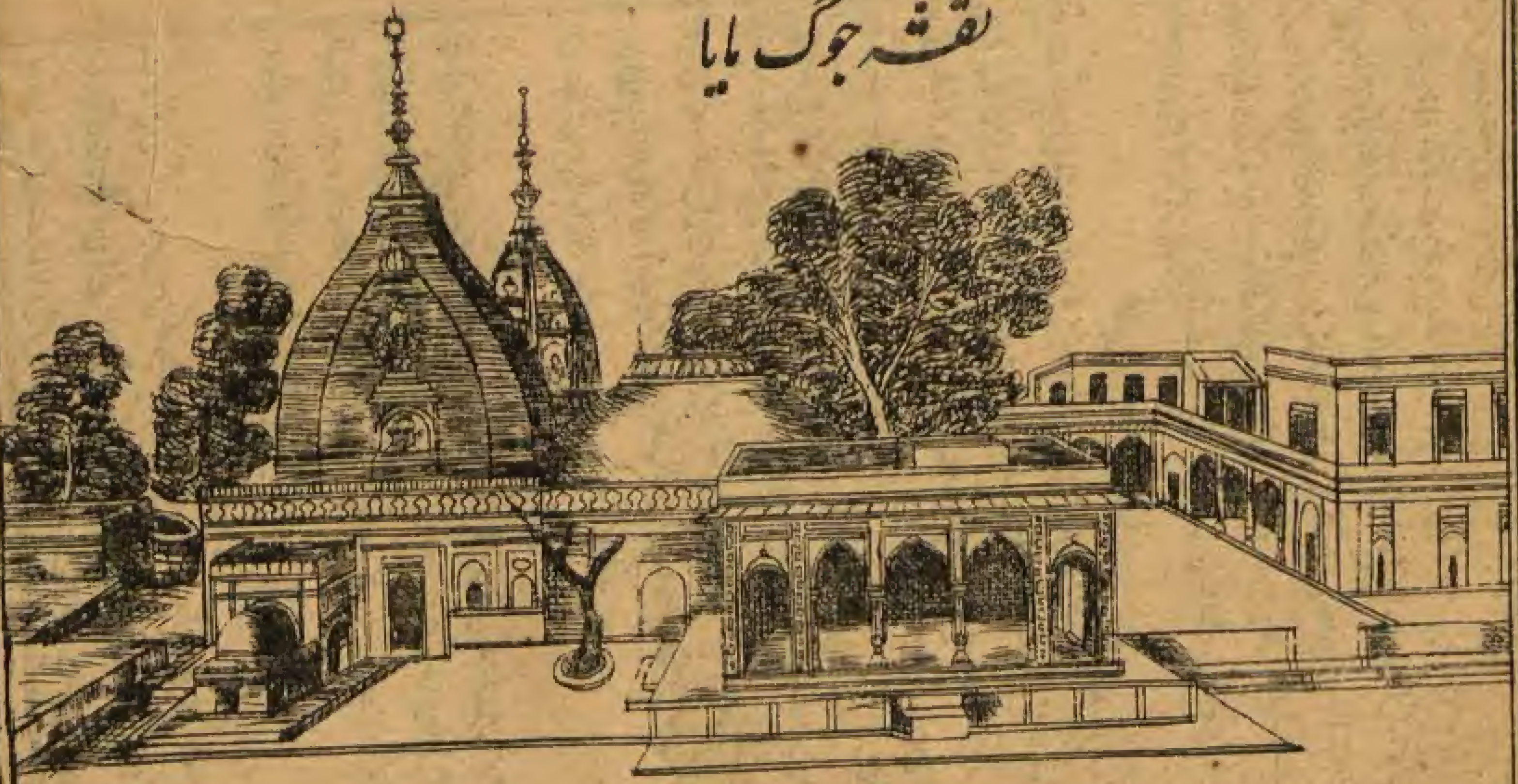
شکل منارہ چو ستونے ز سنگ — از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
سقفِ سما گر کہنگی شد نگو — در تہ او داشتہ سنگیں ستون

مسجد قوۃ الاسلام کی محرابوں کے متصل

مقبرہ سلطان شمس الدین التمش رح

کا ہے ۶۳۳ھ ہجری مطابق ۱۲۳۵ عیسوی میں انتقال ہوا اور اس جگہ دفن کئے گئے انکی بیٹی سلطانہ رضیہ بیگم نے
یہ مقبرہ بنوایا۔ اس مقبرہ کی تمام عمارت باہر سے سنگ خارا کی ہے اور اندر سنگ سرخ اور کہیں کہیں سنگ مرمر بھی لگا ہے


نقشہ لاٹھ قطب صاحب
مسجد کی محراب
لوہے کی لاٹھ


نقشہ جوگ مایا

تمام دیواروں پر آیاتِ قرآنی کندہ ہیں اور بہت اچھی منبت کاری کی ہوئی ہی معلوم ہوتا ہی کہ پہلے اس مقبرہ پر ستون دار گنبد بھی تھا مگر اب عرصہ سے گر گیا ہی صرف چار دیواری باقی ہی فیروزشاہ اپنی فتوحات فیروزشاہی میں لکھتا ہے کہ میں نے اس مقبرہ کی بھی مرمت کی اور صندل کا چھپر کھٹ چڑھایا اور اوسکے گنبد میں پتھر کی سیرھی تراش کر لگائی مگر اب اون چیزوں کا پتہ نہیں سلطان شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت کے وصال کے بعد اپنے ہاتھ سے غسل دیا جب نماز پڑھنے کا وقت آیا تو حضرت کے خلیفہ ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت کی یہ وصیت ہے کہ میرے جنازہ کا امام وہ شخص ہو جسنے کبھی ازاربند کو حرام کے واسطے نہ کھولا ہو اور سنت عصر اور تکبیر اولے جماعت کی کبھی فوت نہ کی ہو۔ اس کلمہ کو سنکر ایک ساعت تک تمام لوگ خاموش رہے کوئی بظاہر ظاہر نہیں ہوا سلطان شمس الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ مین چاہتا تھا کہ میرے حال پر کوئی مطلع نہو مگر خواجہ علیہ الرحمۃ نے افشا فرمادیا۔ پھر بادشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بادشاہ کبھی بے وضو نہیں رہتا تھا دستکاری کرکے خورد و نوش کرتا شریعت کا غایت درجہ پابند تھا اس سے آگے بہت پرانا مندر

جوگ مایا

کا ہی۔ بھاگوت میں لکھا ہی کہ جب کنس راکھشس نے بہت ظلم کرنا شروع کیا تو برہما نے کرشن اوتار ہونے کی خبر دی اخیر دواپر جگ مین جسکو ہندی حساب سے چار ہزار نوسو تین برس ہوئے بلدیو کے ہاں دیوکی رانی کے پیٹ سے کرشن اوتار نے جنم لیا کنس کے ڈر کے مارے کرشن جی گوکل مین تندجا عرف جسودھا کے پاس ڈال آئی اور جسودھا کی بیٹی کو متھرا مین اوٹھا لائی کنس نے اوس بیٹی کو اٹھا کر زمین پر دے مارنا چاہا کہ وہ بجلی ہوکر اوڑ گئی اور یہ اوسکا استھان ہے۔ مگر یہ مندر سنہ [illegible] ہجری مطابق سنہ [illegible] عیسوی میں راجہ سیدھ مل نے جو اکبر شاہ ثانی کے نوکر تھے بنوایا ہے۔ چونے پتھر اینٹ سے بنا ہوا ہے زمین سے چوٹی تک اکتالیس فٹ اونچا ہے اور کلس پر آئینہ لگا ہی۔ اس مندر میں کوئی مورت نہیں ہے بن گھڑا پتھر ہے اور اُسکے گرد سنگ مرمر کا تھانولہ بنا ہوا ہے اوسی پتھر کو پوجتے ہیں۔ ہر ہفتہ یہاں میلہ ہوتا ہے بنیے اس مندر کو بہت مانتے ہین کیونکہ چڑھاوے میں یہاں جو نہیں چڑھتا اس مندر کی چار دیواری بھی ہے جو اکبر شاہ کے زمانہ میں بنی ہے ساون بھادوں کے مہینے میں پھولوں کا پنکھا بھی یہاں چڑھتا ہی

پھول بھلیاں یعنی مقبرہ ادھم خان

واقع ہی یہ اکبر شاہ کا دودھ بھائی تھا اس نے شمس الدین محمد خان اتگہ کو مار ڈالا تھا۔ اسکی قصاص مین اکبر شاہ نے ادھم خان کو قلعہ پر سے دو دفعہ گراکے مروا ڈالا تھا باہم اتگہ بھی جو اکبر بادشاہ کی انا اور ادھم خاں کی

اور ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ رائے پتھورا کی بیٹی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہوئی چنانچہ آپ کے مزار کے پاس جو
ایک عورت کی قبر ہے وہ اسی کی قبر بتاتے ہیں جب تک آپ زندہ رہے ہزاروں ہندوؤں نے آپ کے فیض سے
اسلام قبول کیا۔ روز بروز شوکت اسلام زیادہ ہونے لگی اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ آخر کو آپ نے انتقال فرمایا
اور اسی مقام پر جہاں آپ آن کر بیٹھے تھے آپ کو دفن کیا۔ اسی قلعہ کے متصل

شیخ شہاب الدین حق گو

کا مزار ہے۔ آپ شیخ فخر الدین زاہدی کے صاحبزادہ ہیں آپ کا لقب حق گو اس وجہ سے ہے کہ سلطان
محمد تغلق نے آپ کو حکم کیا کہ مجھکو محمد عادل کہو سب نے اقرار کر لیا مگر شیخ نے منہ پر انکار کیا اور فرمایا کہ ہم ظالموں
کو عادل نہ کہیں گے سلطان نے آپ کو قلعہ سے نیچے گرا دیا آپ شہید ہو گئے اور یہاں قبر بنی اور
حق گو مشہور ہو گئے۔ اس طرف سات بادشاہوں کی قبریں ہیں نہ معلوم کون کون سے بادشاہ ہیں
اور یہیں

عاشق اللہ کا مزار

ہے عوام لوگ عاشقان اللہ کہتے ہیں یہ بھی مشہور ہیں کہ آپ کو بو علی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمۃ سے
فیض ملا ہے۔ اسطرف ایک بہت بڑا پہاڑ کا پتھر ہے اسکو لوگ ہلاتے ہیں اور وہ بجتا ہے اسلئے اسکو
جھنجھنی کہتے ہیں۔ اس قلعہ سے آگے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر

سلطان غاری علیہ الرحمۃ کا مزار

ہے اصل انکا نام سلطان ناصر الدین محمود ہے سلطان شمس الدین التمش کے بڑے بیٹے تھے۔ اپنے
باپ کے سامنے ۱۲۲۹ء میں انتقال فرمایا اور یہاں دفن ہوئے ۶۲۹ ہجری مطابق ۱۲۳۱ء
میں سلطان شمس الدین التمش نے یہ مقبرہ بنوایا۔ اسکے اندر چاروں طرف مکان ہیں اور جانب غرب
سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور بیچ میں ایک غار ہے کہ چند سیڑھیاں اوتر کر اوس میں
جاتے ہیں اور اوس میں یہ قبر ہے اور اس غار میں ستون کھڑے کرکے چھت پاٹ دی ہے اور چھت پر
صحن چبوترہ چار فٹ ساڑھے سات انچ کا اونچا بنا ہے دروازہ بھی اس مقبرہ کا سنگ مرمر کا ہے
اور اوپر آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی اور کتبہ کھدا ہوا ہے اور چار دیواری سنگ خارا کی بہت مضبوط
بنائی ہے چاروں کونوں پر چار برج ہیں اور دروازہ بہت کرسی دیکر بنایا ہے۔ بائیس سیڑھیاں
چڑھ کر جاتے ہیں۔

پھر واپس قطب کے اندر تشریف لیجائیے اسکو مہرولی کہتے ہیں یہ قصبہ بھی پرانی دلی کا یادگار رہ گیا ہے جو کسی
وقت میں بھی جگہ عروج تھا سلطان قطب الدین کا ڈنکا یہیں بجا۔ برسوں یہی مقام دار السلطنت رہا۔ اسمیں

تھی اس صدمہ سے مرگئی دونو لاشیں اکبرآباد سے یہاں لاکر سنہ ۹۹۹ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۱ عیسوی میں دفن
کیں اور اکبر بادشاہ کے حکم سے یہ مقبرہ چونے پتھر سے بنایا گیا - اسکی ایک دیوار میں زینہ بنا ہی اور برج کی دیوار
سطح پر بنائی ہو کہ اسکے گرد پھر سکتے ہیں اور ایک مقام پر ایسا موکا رکھا ہی کہ آدمی یہ خیال کرتا ہی کہ میں اس راستے
کو میں جاتا ہوں اسی رستہ سے نیچے اتروں گا حالانکہ برخلاف اپنے قیاس کے اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب
نیچے اترنیکا ارادہ کرتا ہو تو بسبب اسکے کہ نیچے اترنے کا راستہ ایک کونے میں نظر سے پوشیدہ ہے اوسی
راستے پر آن پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی سبب سے بھول بھلیاں اسکا نام مشہور ہو گیا ہی اس مقبرہ کے پیچھے

قلعہ راے پتھورا

واقع ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں یہ قلعہ بالکل منہدم ہو گیا ہی لیکن کہیں کہیں ٹوٹی پھوٹی فصیل باقی رہ گئی ہے
اسکی ٹوٹی پھوٹی دیواروں کو دیکھکر اوسکی عظمت و شان خیال میں آتی ہے کہ یہ قلعہ کتنا بڑا اور کتنا مضبوط تھا
اس قلعہ کے آثار دو دو تین تین کوس تک معلوم ہوتی ہیں اور تمام پتھورا کے محل اور بت خانہ جہاں اب قطب
کی لاٹھ ہے سب اسکے اندر تھی یہ قلعہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر سنہ ۵۳۸ھ مطابق سنہ ۱۱۴۳ عیسوی میں بنا تھا۔
اسکی فصیل کا کنارہ بہت چوڑا تھا اسکے گرد پہاڑوں میں خندق بنائی تھی اور اوس خندق میں تمام جنگلوں کا پانی
گھیر کر ڈالا تھا کہ بارہ مہینے اوس میں پانی بہتا تھا دیوار غربی اس قلعہ کی کچھ کچھ باقی ہے اور اسی طرف کی خندق
بھی باقی ہے - خندق کی زمین سے فصیل کی چوٹی تک ساٹھ فٹ بلندی ہے - یہ قلعہ ایک مدت تک دار الخلافہ
سلطان بادشاہوں کا بھی رہا ہے چنانچہ سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان شمس الدین التمش بھی اسی قلعہ
میں رہتے تھے اس قلعہ کی جانب غرب ایک بہت بڑا دروازہ تھا جسکو

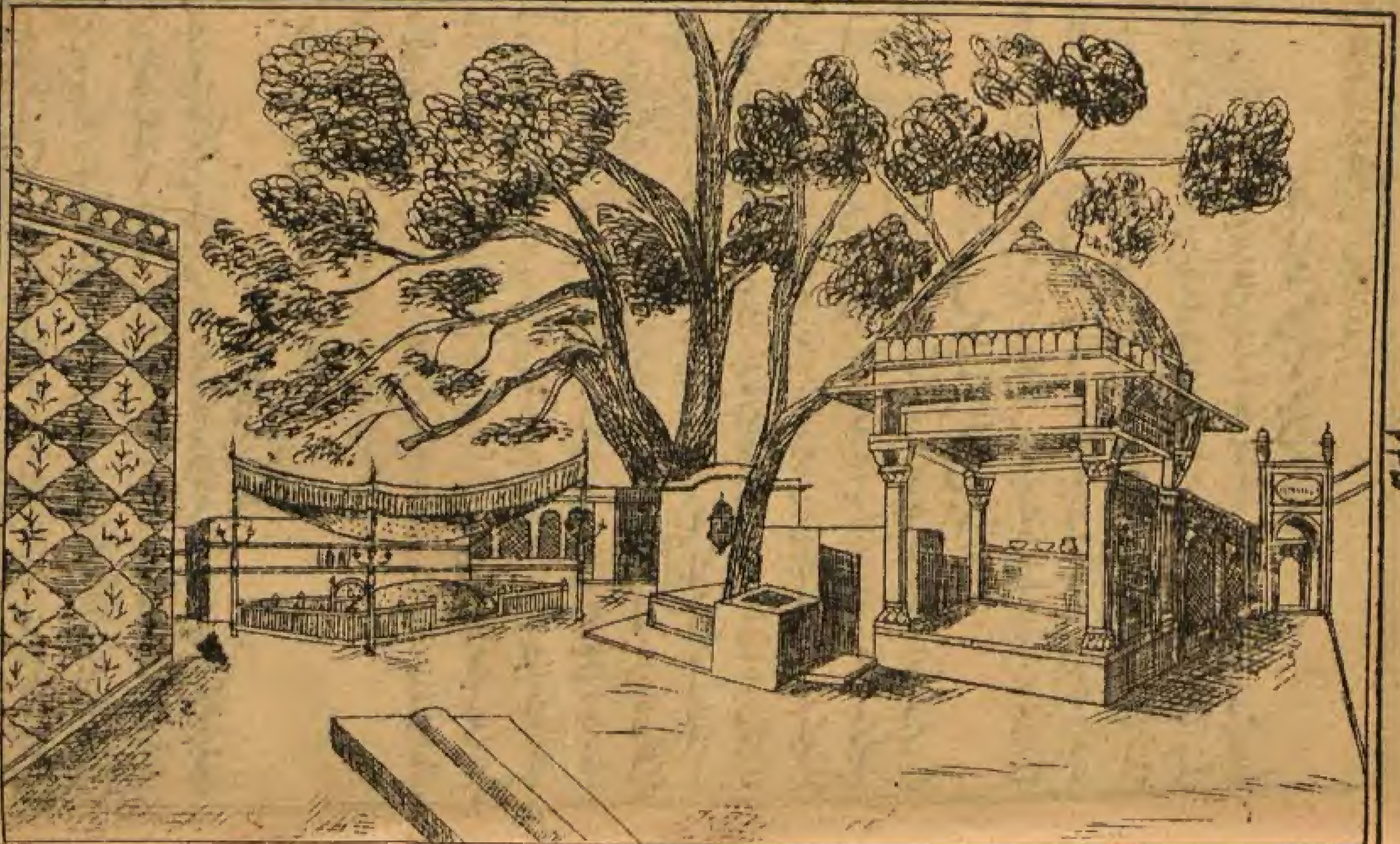
غزنی دروازہ

کہتے تھے - معلوم نہیں راجہ پتھورا کے وقت میں اسکا کیا نام تھا مگر مسلمانوں کے وقت میں اسکو غزنی دروازہ کہتے تھے
تاریخ فیروز شاہی میں اسکی یہ وجہ لکھی ہے کہ غزنی کی فوج اسی دروازہ سے اس قلعہ میں داخل ہوئی تھی جب سے
اسکو غزنی دروازہ کہنے لگے - تزک تیموری میں لکھا ہے کہ اس قلعہ کے غزنی دروازہ کے علاوہ نو دروازے
اور تھے - اس قلعہ کی خندق میں نیم کے درخت کے نیچے

حاجی روزبہ کا مزار

ہے کہ اولیاء اللہ میں سے تھے [illegible] کے رہنے والے تھے - راے پتھورا کے وقت میں یہاں آئے اور اس خندق میں
جہاں آپکا مزار ہے آن بیٹھے - راے پتھورا کے وقت میں جو منجم تھے اونہوں نے اونکے آنے کو فال بد تصور
کرکے راے پتھورا سے کہا کہ اس شخص کے آنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب مسلمانوں کی عملداری ہوا چاہتی ہی

نقشہ درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ



حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے۔ سبحان اللہ کیسا بابرکت مقام ہے۔ حاضر ہوتے ہی انوار و برکات نمایاں ہوتے ہیں۔ نسبت اس قدر
زبردست اور متعدی ہے کہ پہونچتے ہی لطف آنے لگتا ہے بلا تامل یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شیخ کی خدمت میں
حاضر ہیں آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے خلیفہ ہیں مدتوں صحبتیں رہی
ہیں۔ آپ اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں۔ آپکے کرامات خوارق بے شمار ہیں۔ آپکے مناقب میں اتنا
ہی کافی ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر جیسے کامل ولی آپ کے خلیفہ ہیں۔ ایک روز آپ کی خانقاہ میں
مجلس سماع تھی جب قوال صلاح الدین و نصیر الدین نے یہ شعر پڑھا **شعر** کشتگانِ خنجرِ تسلیم را * ہر زماں
از غیب جانے دیگر است * آپکو حالت طاری ہوئی کہ اُس وجد میں دس دس ہاتھ اوپر اوچھل جاتے اور
پھر زمیں پر آتے مگر نماز کے وقت حالت محو ہو جاتی اور نماز باجماعت ادا فرماتے اور پھر وہی کیفیت ہو جاتی
تین رات دن یہی کیفیت رہی بعد تیسرے دن کے ہر رونگٹے سے صدا اسم اللہ کی شروع ہوئی اور ہر رونگٹے
سے فوارہ خون کا جاری ہوا اور جو قطرہ زمین پر گرتا نقش اللہ منقش ہوتا ایک رات تک یہی کیفیت رہی
پھر رونگٹوں سے صدا سبحان اللہ کی شروع ہوئی اور ہر قطرۂ خون سے نقش سبحان اللہ والحمد للہ تحریر ہو جاتی
جب یہ مصرع پڑھا جاتا۔ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را * تو آپ پر سکتہ کا عالم ہو جاتا۔ اور جب یہ مصرع پڑھا جاتا
ہر زماں از غیب جانے دیگر است * تو اسوقت آپ زندہ ہو جاتے۔ پانچ رات دن تک اسی حالت تحیر میں
رہے آخر پانچویں روز شب دوشنبہ چودھویں ربیع الاول ۶۳۳ھ ہجری مطابق ۱۲۳۶ء کو آپ کا وصال ہوا
سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی ایک پایہ جنازہ کا سلطان نے پکڑا
اور باقی تین پایوں کو دوسرے اولیاء اللہ پکڑ کر مدفن مقدس میں لیگئے اور دفن فرمایا آپ کا مزار بالکل
کچا ہے گنبد وغیرہ کچھ نہیں ہے سبحان اللہ کیا خاکساری ہے۔ پہلے اس مقام پر کچھ عمارت نہ تھی۔
۹۴۲ ہجری مطابق ۱۵۴۱ عیسوی کے شیر شاہ کے وقت میں خلیل اللہ خان نے ایک چار دیواری بنوائی تھی
جسکا اب پتہ نہیں ۹۵۸ ہجری ۱۵۵۱ عیسوی میں اسلام شاہ کے وقت میں یوسف خان نے بھی
ایک دروازہ اس درگاہ میں بنایا کہ اوسکی تاریخ بنا۔ درگاہ خواجہ قطب ہے بعد اسکے ۱۱۹۱ ہجری مطابق
۱۷۷۷ء کو شاکر خان نے شاہ عالم بہادر کے وقت میں ایک دروازہ جانب غرب بنایا کہ اب تک موجود ہے
۱۱۳۰ ہجری مطابق ۱۷۱۷ء فرخ سیر نے آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کی بہت نفیس جالیاں بنوادیں اور
سنگ مرمر کے دروازے بہت لطیف بنوادئے اور اون دروازوں پر کتبے کندہ ہیں آپکے برابر آپکے جانشین
آرام کرتے ہیں آپکے سرہانے شیخ عبدالعزیز بسطامی کا مزار ہے آپکی پائیں حضرت شیخ حمید الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

باولی حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ

ہے اس باولی کو ندیم الدولہ خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں بہادر مستقیم جنگ نے چودہ ہزار روپئے سے علاوہ قیمت پتھر کے سنہ ۱۲۶۰ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۴ عیسوی میں بنانی شروع کی اور سنہ ۱۲۶۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۶ عیسوی کے یہ باولی بنکر تیار ہوئی چونے اور سنگ خارا سے بہت خوبصورت باولی بنی ہے مگر عرصہ سے اسکی سوتیں بند ہوگئی ہیں بالکل خشک پڑی رہتی ہے افسوس کسی صاحب کو اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ اس چشمہ کو درست کرادے۔

درگاہ سے صرف ایک دیوار بیچ

موتی مسجد

ہے تمام فرش کے سنگ مرمر کی بنی ہے اور اسمیں سنگ موسیٰ کی دھاریاں دی ہیں مسجد کے تین در اور تین گنبد ہیں شاہ عالم بہادر شاہ نے سنہ ۱۱۲۱ ہجری مطابق سنہ ۱۷۰۹ء میں بنوائی ہے۔ پھر شاہ عالم کے وقت میں اس مسجد کا بیچ کا گنبد بھونچال سے گر پڑا تھا مگر اسی وقت درست ہو گئی تھی اسکے میناروں پر دو برجیاں تھیں سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۷ عیسوی میں ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ نے پرانی ہو جانے کی وجہ سے اتروادیں اس مسجد کے پاس بلکہ مسجد ہی میں کٹہرہ

محجر شاہ عالم بہادر شاہ

کا ہے۔ یہ محجر سنہ ۱۱۲۴ ہجری مطابق سنہ ۱۷۱۲ عیسوی میں شاہ عالم بہادر شاہ کی بیٹے نے سنگ مرمر سے بنوایا تھا چنانچہ یہ بادشاہ اسمیں دفن ہیں۔ بعد اسکے جبکہ سلطان عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ کا سنہ ۱۲۲۱ مطابق سنہ ۱۸۰۶ عیسوی کے انتقال ہوا تو وہ بھی اس محجر میں رکھے گئے بعد اسکے جبکہ محمد اکبر بادشاہ ثانی کا سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۳۷ عیسوی میں انتقال ہوا تو وہ بھی اسی محجر میں دفن ہوئے۔ ایک سرداب جو بہادر شاہ بادشاہ نے اپنے واسطے تجویز کیا تھا وہ خالی ہے۔

اب درگاہ شریف سے نکلکر پرانے چند مقامات کی اور سیر فرمائیے۔ اول

مولانا جمالی کی درگاہ

ہے آپ مولانا سماء الدین علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ اور مولانا جلال الدین محمد دوانی سے ملے ہیں۔ شاعری میں کمال رکھتے تھے۔ مثنوی۔ غزلیں۔ قصیدہ سب کچھ کہتے تھے مگر آپ کے قصائد بہت زبردست ہوتے تھے اول جلالی تخلص کرتے تھے پھر مرشد کے اشارہ سے جمالی تخلص کرنے لگے سلطان سکندر اور بابر اور ہمایون کے زمانہ کے اولیائے کاملین میں سے تھے۔ اصلی نام آپکا

آپ کے خلیفہ آرام کرتے ہیں اس جگہ بلندی پر

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

کا مزار ہے - آپ کا نام محمد اور والد کا نام عطا ہے - بزرگ آپ کے بخارا کے رہنے والے تھے آپ بہت بڑے عالم تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ ہیں آپ کو سماع کا بہت شوق تھا آپ کی تصانیف بہت ہیں - حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی دوستی تھی وصال آپ کا سنہ ۶۳۷ھ بعض کہتے ہیں سنہ ۶۴۳ھ ہجری میں ہے - غرضکہ یہ مقام بھی نہایت بابرکت اور پُرتاثیر ہے - حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے متصل باہر کیجانب درگاہ میں جاتے ہوئے دائیں ہاتھ اور آتے ہوئے بائیں ہاتھ

حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ

کا مزار ہے - آپ حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور خلیفہ ہیں آپکا سلسلۂ نسب شیخ شہاب الدین سہروردی رح تک پہونچتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں سے ہیں - آپ اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور پھر دلی میں رہنے لگے - تحصیل علوم کے بعد یاد الٰہی میں قدم بڑھایا - سرگروہِ کاملین ہوئے - قبلۂ عالم خواجہ نور محمد مہاروی - مولانا ضیاء الدین جےپوری مولانا غلام فرید - شاہ محمد اعظم - شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے لوگ آپ کے خلیفہ ہوئے تہتر سال کی عمر میں سنہ ۱۱۹۹ھ ہجری میں وصال ہوا - خورشید دو جہانی سے سال وفات نکلتا ہے آپ کے مزار پر یہ اشعار کندہ ہیں - **اشعار** بگذشت فخر دین چون جہان سرائے فانی ÷ برآستانہ جا داد آن قطبِ جاودانی ÷ سالِ وصالِ آن ماہ از غیب چون بجستم ÷ تاریخ گفت ہاتف خورشید جاودانی ÷ من کلام سید الشعراء فخر الدین مقبول الٰہی - اس احاطہ میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی درگاہ کے احاطہ میں بہت سے اولیائے کاملین اور روساے عظام اور عقیدتمندوں کی قبریں ہیں جو خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خادموں سے واقفیت ہو سکتی ہے -

مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کے مزار کے متصل

مسجد درگاہ

ہے - اس مسجد کے تین درجے ہیں - پہلا درجہ دو محراب کا کچا صرف مٹی کا ہے - اس درجہ کو خود حضرت قطب الاقطاب نے مع اپنے یاروں کے بنایا ہے سنہ ۶۰۹ ہجری مطابق سنہ ۱۲۱۲ء کے جلیم شاہ کے وقت میں اوس کچے درجے کے آگے ایک اور درجہ تھا پھر فرخ سیر نے اوسکے آگے ایک اور تیسرا درجہ سنہ ۱۱۲۰ھ مطابق سنہ ۱۷۱۲ء میں بنایا اور اوسکی پیشانی پر تاریخ لگائی جسکا مادۂ تاریخ بیت ربی مستجاب ہے یا مسجد مستجاب

آنکہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم بستہ نزدیک باوان بلوغ بستہ اکثر علوم وغیرہ تحصیل کرد و در سن بست و دو سالگی از ہمہ آن فارغ شدہ و کلام مجید از بر گرفتہ بر مسند نشست و ہم در عنفوان جوانی جاذبہ الٰہی در رسید یکبارہ دل از یار و دیار بر کندہ متوجہ حرمین محترمین گشت مدت مدید بآن مقامات آقا در زیدہ باقطاب زمان و اولیاے کبار صحبتہا داشتہ بود۔ بدولت ارجمند و رخصت ارشاد طالبان اختصاص یافت و علاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ برکات فراوان بوطن مالوف مراجعت فرمود و مدت پنجاہ و دو سال بجمعیت ظاہر و باطن تمکن یافت تکمیل فرزندان و طالبان بجا آوردہ بیشتر علو سیما علم شریف حدیث پرداختہ ہیچگہ در دیار عجم احدے از علماء متقدمین و متاخرین دست ندادہ است ممتاز و مستثنےٰ گردیدہ و در فنون علمیہ خاصۃً فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد چنانکہ علماے زمان اختیار بدان ورزیدہ دستور العمل خود وارند۔ و اہل درس در خواص و عوام بجان خریداری مینمایند تصانیف این فیاض والا از صغیر و کبیر بصد جلد و بحسب شمار ابیات بپانصد ہزار رسیدہ است در محرم سنہ ۹۵۸ھ این نوباتم پرتو ظہور بعالم عنصری دادہ۔ و در سنہ ۱۰۵۲ھ بتمام آگہی و کشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید تاریخ ولادت شیخ اولیا۔ و تاریخ وفات۔ فخر العالم۔ است انتخاب عزیز سے ہوا

حوض شمسی یا قطب صاحب کا تالاب

ہے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش نے قریب سنہ ۶۲۷ ہجری مطابق سنہ ۱۲۲۹ عیسوی کے یہ حوض بنایا تھا۔ سنا جاتا ہے اور بعض تاریخ کی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ یہ حوض سنگ سرخ کا بنا ہوا تھا مگر اب دیواروں اور پتھروں کا پتہ تک نہیں۔ دو سو چہتر بیگہ پختہ میں یہ حوض بنا تھا۔ خیال کرنا چاہیے کہ کتنا بڑا ہوگا۔ تاریخ علائی میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۳۱۱ عیسوی مطابق سنہ ۷۱۱ ہجری کے سلطان علاؤ الدین نے جبکہ مٹی سے یہ اٹ گیا تھا صاف کرایا اور اسکے بیچوں بیچ میں ایک لداؤ کا چبوترہ نیچے سے خالی بنا کر اوپر برجی نہایت خوبصورت بنائی جو اب تک موجود ہے۔ تاریخ فیروز شاہی میں لکھا ہے کہ سلطان فیروز شاہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس حوض کی مرمت کرائی اور پانی آنے کے راستے صاف کئے اب حال میں تقریباً چھ سال ہوئے ڈپٹی کمشنر ڈیوس صاحب نے اس حوض کو کسی قدر صاف کرایا ان کچھ پانی جمع ہونے لگا تھا مگر اب یہ تالاب پھر بہت اٹ گیا ہے کیا خوب ہو کہ اس حوض کی بھی شاہی عمارتوں کے ذیل میں گورنمنٹ مرمت کرا دے اور پانی کے راستے صاف کرا دے تاکہ پھر بھی ایک معقول سیر گاہ ہو جائے اور اسکی وجہ سے جھرنے میں بھی وہی بھلا جیسا لطف آنے لگے۔ اس تالاب کے کنارے پر مشرق کی طرف ایک چبوترہ ہے اسکو

شیخ فضل اللہ معروف جلال خان تھا۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے جیتے جی ۹۳۵ھ ہجری مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی کے یہ کوٹھری بنائی اور آزادوں کی طرح اسمیں رہتے تھے جب ۹۴۲ھ ہجری مطابق ۱۵۳۵ء کے انتقال ہوا تو اسی کوٹھری میں دفن ہوئے یہ حجرہ بہت خوبصورت چونے کا بنا ہوا ہے اور تھوڑی تھوڑی چینی کاری کی ہوئی ہے حجرے کے اندر چونے کی منبت کاری میں دو غزلیں انہی کی کہی ہوئی کھدی ہوئی ہیں۔ اس درگاہ کے پاس

مسجد درگاہ مولانا جمالیؒ

ہے۔ بہت بڑی شاندار چونے اور پتھر سے بنی ہوئی ہے مولانا جمالی علیہ الرحمۃ نے اپنے سامنے ۹۳۵ھ ہجری مطابق ۱۵۲۸ء عیسوی کے بنائی تھی۔ پہلے آبادی قطب صاحب کی اسی جگہ تھی چنانچہ اب بھی اس جگہ پرانی بستی کے کھنڈر پڑے ہوئے ہیں اور بلکہ جب راجہ پتھورا نے یہاں قلعہ بنایا تھا اُس زمانہ میں بھی آبادی اسی مقام پر تھی یا اسکے قریب ہے

مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن

ہے جبکہ اس بادشاہ نے ۶۸۶ھ ہجری مطابق ۱۲۸۷ء عیسوی کے انتقال کیا تو یہاں دفن کیا گیا۔ مقبرہ بالکل ٹوٹ گیا ہے اور پتھر سارے اکھڑ گئے ہیں۔ چونے کا ڈھیر معلوم ہوتا ہے۔ اسی مقبرہ کی بغل میں ایک اور قبر خان شہید کے بیٹے کی ہے جو ۶۸۴ھ ہجری مطابق ۱۲۸۵ء عیسوی کے لاہور کی طرف مارا گیا اور یہاں دفن کیا گیا۔

اب درگاہ شریف سے آگے اوسی پختہ سڑک پر چلئے تھوڑی دور آگے دائیں طرف حوض شمسی کے کنارے

مقبرہ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

کا ہے۔ آپ بہت بڑے محدث مفسر اکبر اور جہانگیر کے عہد میں گذرے ہیں ہندوستان میں حدیث شریف اول آپ لائے آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول کو ہندوستان میں شہرت ہوئی آپکے والد ماجد کا نام شیخ سیف الدین ہے۔ بخارا کے رہنے والے تھے۔ پھر ہندوستان میں آکر دہلی میں مقیم ہوئے۔ اور یہیں رہ پڑے چنانچہ اب تک آپکی اولاد باقی ہے ۱۰۵۲ھ ہجری مطابق ۱۶۴۲ء عیسوی میں آپ کا انتقال ہوا۔ اسکے بعد یہ مقبرہ بنا۔ اندر قبر کے سرہانے ایک دیوار پر چونے کے حرفوں سے آپ کا سارا حال لکھا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اوسکو بعینہٖ نقل کردیتے ہیں۔ یہ مقبرہ نرے چونے پتھر کا ہے گو تالاب کے کنارے واقع ہونے سے البتہ ایک سیر کی جگہ معقول ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مجملے از احوال کرامت منقبت مقتدائے وقت صاحب المفاخر ابو المجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مشرق کیطرف محمد شاہ بادشاہ نے ایک پھسلنا پتھر اٹھارہ فٹ تین انچہ لمبا اور سات فٹ سات انچہ
چوڑا بنایا تھا کہ اوسپر لوگ چڑھتے تھے اور پھر بیٹھکر پھسلتے تھے جواب بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا کچھ کچھ نشان
باقی ہیں - ساون بھادوں کے مہینے میں ہر سال بڑی دھوم دھام سے میلہ ہوتا ہے آٹھہ آٹھہ روز
لوگ جمع رہتے ہیں بدھ سے جمعہ تک تین روز تک تو بہت ہجوم رہتا ہے اور عین میلہ کا دن جمعرات
ہوتا ہے لاکھہ ڈیڑہ لاکھہ آدمی سے کم اس میلہ میں نہیں ہوتے اور شوقین ہزاروں روپے اس میلہ
میں خرچ کر دیتے ہیں پھول والے اور دیگر اہل حرفہ شمالی دالان میں پنکھا بناتے ہیں اور حضرت
خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ کی درگاہ میں لیجا کر چڑھاتے ہیں اسی سبب سے اس میلے کو پھول
والوں کی سیر کہتے ہیں میلے کے دنوں میں اس مقام پر طرح طرح کے تماشے ہوتے ہیں آموں کے
درختوں میں جو امریاں کہلاتی ہیں رسہ ڈالکر جھولتے ہیں اور بڑی بڑی پینگیں لیتے ہیں سرکار
کیطرف سے اس میلے کیواسطے پھول والوں وغیرہ کو دو سو روپے ملتے ہیں مگر تعجب یہہ ہے کہ
اس میلے کی بابت عدالتوں میں تعطیل نہیں ہوتی -

بس اب ہم اس کتاب کو یہیں ختم کرتے ہیں - اور مختصر طور پر

دربار دھلی

کا حال لکھتے ہیں - جبکہ ۹ اگست ۱۹۰۲ء کو حضور قیصر ہند کے تاجپوشی کی رسم ولایت میں ادا
ہو چکی اور جو جو رئیس اس تاجپوشی کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے اُنکی خلوص اور وفاداری کے اظہار
کیلئے یکم جنوری ۱۹۰۳ء روز پنجشنبہ ۱۲ بجے دن کے بغرض اعلان تاجپوشی حضور قیصر ہند جناب
والیسرائے گورنر جنرل کشور ہند نے خاص دہلی میں دربار منعقد فرمایا اور دربار اُسی مقام پر کیا کہ
جہاں ۱۸۷۷ء کو دربار شاہی ہوا تھا یعنی زیر باؤنڈ یہاڑی میدان چھاؤنی میں ایک بہت وسیع
چبوترہ جسمیں سولہ ہزار آدمی اچھی طرح بیٹھہ جائیں دہلی اور آگرہ کی نقل پر بنایا تھا اور اوسپر روغنی
سنہری و روپہلی کام بنوایا گیا تھا - ۱۸۷۷ء میں جو درباری چبوترہ بنا تھا اوس سے یہہ بالکل شکل و
صورت و وسعت و طرز میں مختلف تھا - چھاؤنی کے چوطرف اور باؤنڈ کے نیچے تقریباً چالیس
مربع میل میں کیمپ ڈیرہ خیمے رنگ برنگ کے اپنی اپنی وضع کے علیحدہ علیحدہ استادہ تھے اور دربار
میں ہز رائل ہائنس ڈیوک آف کیناٹ و ڈچس صاحبہ جو اس غرض سے ولایت سے تشریف لائے تھے اور
حضور گورنر جنرل صاحبان مدراس و بمبئی اور جناب کمانڈر انچیف افواج ہند اور حضور لفٹنٹ گورنر صاحبان
صوبہ بنگال و صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ و پنجاب و صوبہ برما مع اپنے افسران ہمراہی و چیف کمشنر صاحبان

اولیا مسجد

کہتے ہیں۔ سُنا جاتا ہے کہ اس جگہ خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ اور اَور بزرگوں نے چلّے کھینچے ہیں اور اپنے ہاتھ سے
لکڑیاں ڈال کر یہ مسجد بنائی تھی اسی وجہ سے اولیا مسجد مشہور ہے۔ اس کچی مسجد کو لوگوں نے پکی بنا دیا ہے اور چونے
کا فرش کرا دیا ہے۔ اس میں ایک بڑ کا بہت بڑا درخت ہے جس سے تمام مسجد پر سایہ رہتا ہے مغرب کیطرف
شمسی تالاب کا پانی عجب عالم دکھاتا ہے۔ بے اختیار دل کو لبھاتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا
اب حال میں مسجد کے جنوب میں شرق رویہ دالان منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب نے بنا دیا ہے جس سے
لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ اس حوض کے کنارے بہت سے مکانات اور باغات اور مزارات تھے بعض کا
پتہ نہیں اور بعض کیقدر اپنے آثار دکھا رہے ہیں جیسے۔ نجی شاہزادہ کا باغ۔ زین الدین زردین کا مزار
شیخ وجیہ الدین خلیفہ سلطان المشائخ کا مزار۔ شیخ احمد دہلوی کا مزار۔ شیخ احسن دہلوی کا مزار۔ مولانا
شعیب کا مزار۔ سید نور الدین مبارک غزنوی کا مزار۔ مولانا سمار الدین پیر مولانا جمالی کا مزار۔ چاندنی
چبوترہ تعمیر محمد شاہ جو اسوقت ٹوٹ گیا ہے۔ انڈھیریا باغ۔ پیپل والی کنوئیں۔ سوہن برس۔ یارانی
چبوترہ۔ چہل تن چہل من۔ جہاز عجیب قسم کی عمارت ہے جسکو لال محل کہتے ہیں۔

حوض شمسی کے مقابلہ میں شرق کی طرف قطب صاحب کا

جھرنہ

ہے۔ ملاحظہ فرمایئے جو تمام جگہ مشہور ہے۔ پہلے کسی وقت میں عجیب سیرگاہ تھی مگر اب بھی گئی گزرے وقت میں
لطف کا مقام ہے۔ اس مقام پر مغرب کی طرف ایک دیوار ہے جو سلطان فیروز شاہ نے بطور بند کے بنائی
تھی اور حوض شمسی سے پانی زور کرکے اس دیوار میں سے چادر چھوٹتی تھی اور پانی نکلتے نالے میں ہو کر تغلق آباد
اور عادل آباد کے نیچے بہ جاتا تھا۔ ۱۱۱۲ہجری مطابق ۱۷۰۰ عیسوی میں نواب غازی الدین خان فیروز
جنگ نے اوس دیوار کے آگے دالان اور حوض اور نہر بنائے اور دالان اور چھت میں فوارے بنوائے جو پانی کے زور
میں چھوٹتے تھے اور حوض میں پانی بھر کر آگے کی نہر میں ہو کر بہتا تھا اور لوگ دالان کی چھت پر سے طرح طرح
کی کودائی کودتے تھے اور کودنے کے وقت بڑا تماشا ہوتا تھا اب وہ چادر اور فوارے بند ہو گئے ہیں الا کبھی
کبھی دیوار میں سے پانی رسنے لگتا ہے اور حوض میں جمع ہو جاتا ہے۔ اسکی شمال میں محمد اکبر شاہ بادشاہ نے
دوہرا دالان سنگین بہت خوشنما بنایا ہے جو اَب بھی موجود ہے جسکو تقریباً نوّے سال کا عرصہ ہوا اور جنوب میں
شاہ جی کے بھائی نے جن کا نام سید محمد تھا شاہ عالم کے زمانہ میں دالان پنج درہ بنایا تھا جسکا اب نشان تک
نہیں۔ اور بیچ میں بہادر شاہ بادشاہ نے سنگین بارہ دری بنوائی جو اَب بھی موجود ہے۔ اس کے آگے

دہلی میں جمع ہوگئی تھی - ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء روز دوشنبہ کو گیارہ بجے دن کے (ریلوے ٹائم سے) حضور ویسرائے
گورنر جنرل دہلی کے اسٹیشن پر پہونچے - گاڑی میں سے اُترنے کے وقت فوجی باجا بجایا گیا اور اُسیوقت
شاہی سلامی کی اکتیس ۳۱ توپیں قلعہ کے دہلی دروازہ پر سے چھوڑی گئیں اور حضور ویسرائے نے اون
اعلیٰ افسران گورنمنٹ اور والیان ملک اور جلیل القدر حکام جو استقبال کے واسطے اسٹیشن پر حاضر تھے
اُنکی مزاج پرسی فرما کر شاہزادہ ڈیوک آف کناٹ و شاہزادی ڈچز صاحبہ کا استقبال کیا جو بالا بالا بمبئی
سے اسپیشل گاڑی میں کسیقدر پہلے سے تشریف لائے ہوئے تھے اور بڑے بڑے والیان ملک عہدہ
داران کو دونو صاحبوں کے سامنے پیش کیا - پھر وہ والیان ملک جو ہاتھیوں کے جلوس میں شریک تھے
اسٹیشن پر سے باہر تشریف لاکر اپنے اپنے ہاتھیوں پر سوار ہوئے اور باقی عہدہ داران و والیان ملک جو ہاتھیوں
کے جلوس میں شریک نہیں تھے وہ چاندنی چوک میں تشریف لیگئے اور اپنی نشست گاہوں پر قیام پذیر ہوئے
جو خاص اُنکے واسطے ٹون ہال کے جنوبی حصہ میں مع نشستوں کا انتظام جلوس دیکھنے کے واسطے کیا گیا تھا
انگریزی فوج کا ایک گارڈ آف آنر مع بینڈ کے اوس دروازہ میں کھڑا تھا جو اسٹیشن کے باہر اُسی موقع کیواسطے
بنایا گیا تھا - حضور ویسرائے و ڈیوک آف کناٹ کے سواری کے ہاتھی اسٹیشن کے باہر مشرقی جانب صف بستہ
کھڑے تھے جب حضور ویسرائے اور ڈیوک آف کناٹ و ڈچز صاحبہ نے اسٹیشن سے باہر قدم رکھا تو
فوجی طریقہ سے سلام کیا گیا اور بینڈ بجایا گیا - پھر حضور ویسرائے و لیڈی کرزن صاحب ایک ہاتھی پر
اور ڈیوک آف کناٹ اور حضور ڈچز صاحبہ دوسرے ہاتھی پر سوار ہوئے - یہ دونوں ہاتھی نہایت
عالیشان قیمتی طلائی جھولوں سے آراستہ تھے - ان دونوں ہاتھیوں کے آگے ویسرائے اور شاہزادہ
صاحب کے ہاتھی نشین مصاحب اور پھر کیڈٹ کور اور ویسرائے کا باڈی گارڈ - ان کے بعد ان دونوں
صاحبوں کا خاص اسٹاف اور سکرٹری فارن ڈپارٹمنٹ و پرائیوٹ سکرٹری حضور ویسرائے و ملٹری سکرٹری
حضور ویسرائے و ایڈیکانگ حضور ویسرائے - اور حضور ڈیوک آف کناٹ کے ہاتھیوں کے بعد اکیاون
والیان ملک کے ہاتھی دو دو ایک قطار میں یکے بعد دیگرے تھے ہاتھیوں کے پیچھے ڈیوک آف ہیسی مہمان
ویسرائے و گورنروں و لفٹنٹ گورنروں و چیف کمشنران صوبہ جات ہندوستان اور کمانڈر انچیف معہ
مصاحبان و ممبران کونسل ویسرائے و لفٹنٹ جنرل بنگال و بلوچستان اور شمال غربی سرحد ہندوستان کے
رئیس بعض گاڑیوں پر بعض گھوڑوں پر سوار تھے - جلوس کے رستہ پر شروع سے اخیر تک فوج دو طرفہ
صف بندی سے آراستہ کھڑی کی گئی تھی یعنی سڑک پر دورویہ گوروں اور کالوں کا اسٹیشن سے
لیکر چھاؤنی تک جہاں حضور ویسرائے کے رہنے کا مقام بنا تھا پہرا تھا کوئی شخص سڑک کو عبور نہیں

صاحبان حیدرآباد و میسور و ایجنٹ گورنر جنرل صاحبان راجپوتانہ و سنٹرل انڈیا بلوچستان و صوبہ نارتھ ویسٹ فرنٹیر
اور تمام والیان ملک جنکو گورنمنٹ ہند و لوکل گورنمنٹوں نے مدعو کیا تھا مع اپنے ہمراہیوں کے و نیز افسران سرکاری
(دیسی و یوروپین) جنکو کہ حکام متذکرہ بالا نے بلایا تھا شریک ہوئے تھے۔ تمام انگریز صاحبان اپنے اپنے
صوبوں کے گورنروں کے مہمان تھے۔ اور انہیں ہیڈکوارٹروں یا صوبہ کے وسطی کیمپ میں قیام کی جگہ
دی گئی تھی۔ رؤسا کو مع پولیٹکل افسروں کے علیحدہ علیحدہ کیمپ میں جگہ دی گئی تھی جو تقسیم ملکی کے
لحاظ سے قائم کئے گئے تھے اور ہندوستانی معزز شرفاء با وقعت اشخاص کو اکثر صوبہ وار کیمپوں میں ٹھہرایا گیا
تھا اور بعض شہر و صدر اسٹیشنوں میں ٹھہرے تھے۔ اس دربار کے موقعہ پر تقریباً ایک لاکھ بہتر ہزار
آدمی دہلی میں آئے اور ۱۸۷۷ء میں دربار قیصری کے وقت کل اڑسٹھ ہزار آدمی دہلی میں آئے تھے۔ ہزاروں
خیمے جابجا جمع کئے گئے تھے۔ کیمپوں کی زمین ہموار کی گئی تھی اور چالیس میل جدید سڑک بنائی گئی تھی
۲½ فٹ پٹری کی لائٹ ریلوے سات میل تک جو کشمیری دروازہ سے سنٹرل کیمپ اور دربار کے چبوترے
تک بنائی گئی تھی شروع ہونے کی تاریخ سے اختتام تک ایک لاکھ دو ہزار اٹھاون مسافر اس میں بیٹھے۔
اور آٹھ سو پچاس سیزن ٹکٹ والے اس تعداد کے علاوہ تھے بڑی لین بھی بھاری بھاری اسباب کیمپ میں
پہنچانے کی غرض سے پھیلا دی گئی تھی۔ ہر کیمپ وغیرہ میں پانی پہنچانے کے ذرائع بہت پیدا کر دیئے
تھے۔ بہتر حوض۔ بیالیس کنوئیں جدید تعمیر کئے گئے تھے اور اڑتیس میل نل کی جدید شاخیں زمین میں بچھائی
گئی تھیں اور دو ہزار چار سو پچہتر آدمی محکمہ حفظان صحت میں نوکر رکھے گئے تھے۔ دربار کے لئے سوا خاص
ڈاکخانہ اور بیشمار لیٹر بکس قائم کئے گئے تھے محکمہ تار میں بھی گیارہ تار گھر اور کھلے تھے بڑے بڑے کیمپوں
میں ٹیلیفون لگائے گئے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں بجلی کی روشنی کی گئی تھی اور جابجا کیمپوں
میں آٹھ ہزار ہنڈے برقی روشنی کے لگائے گئے تھے جسکی وجہ سے رات دن معلوم ہوتی تھی۔ انتظام یہ کیا گیا
تھا کہ مہینہ بھر تک روشنی میں کسی قسم کا حرج واقع نہ ہو۔ پودوں کے گملے اور چھوٹے چھوٹے چمن ہر کیمپوں میں
بنائے گئے تھے۔ رسد رسانی کا سامان کچھ ترویج کے طور پر ہوا تھا اور کچھ محکمہ رسد رسانی کے ذریعہ سے کیا گیا تھا
دربار کے وقت امن و انتظام قائم رکھنے کے لئے پنجاب کے قانونی کونسل نے ایک چھوٹا سا قانون موسوم بہ
دہلی دربار پولیس ایکٹ ۱۹۱۱ء میں تیار کیا تھا۔ والیان ملک با اختیار ۱۰۲ کو بلاوے بھیجے گئے تھے جن میں سے
ایک سو شریک دربار ہوئے اور چھوٹے چھوٹے رئیس حسب دستور بلائے نہیں گئے اور جو رئیس دربار کے اندر
نہیں آئے اونکی حاضری معاف فرما دی گئی تھی کیونکہ اکثر رؤسا قحط سالی کی وجہ سے بہت زیر بار ہوگئے تھے
۲۷ دسمبر تک بڑے بڑے والیان ریاست اور گورنمنٹ کے جلیل القدر افسر اور تمام مہمان اور چھتیس ہزار فوج

باڈیگارڈ پر فوراً وایسرائی جھنڈا بلند کیا گیا پھر ساتھ خیر و خوبی کے اپنی اپنی قیامگاہوں
میں داخل ہوئے۔

۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء روز شنبہ کو حضور وایسرائے گورنر جنرل ہند نے ہندوستانی چیزوں کی نمائش کا
افتتاح فرمایا اور وہ چیزیں ایک عارضی نہایت خوبصورت مکان میں رکھی گئی تھیں جو قدسیہ باغ میں
کشمیری دروازہ کے باہر بنایا گیا تھا۔ اس نمائش میں صرف ہندوستانی صنعت و حرفت کی چیزیں اور بیش قیمت
جواہر جو بطور نمونے کے فراہم کئے گئے تھے دکھلائے گئے تھے اور سوائے اُن چیزوں کے جو عاریتاً نمائش میں لائی
گئی تھیں وہ تمام فروخت کی غرض سے رکھی گئی تھیں۔ افتتاح نمائش سے پہلے حضور وایسرائے گورنر جنرل نے یہ

اسپیچ

فرمائی۔ ہمارے وزیٹروں میں بہت لوگ یقین کرینگے کہ سوائے دو درختوں کے تمام اشیا جو ہم یہاں دیکھ رہے ہیں یہ صرف
گزشتہ آٹھ مہینوں میں تیار ہوئی ہیں۔ اپریل گزشتہ میں جب نمائشگاہ کی تیاری کا حکم دینے میں یہاں آیا
ہوا تھا تو اشیاء موجودہ یعنی اس عمارت وغیرہ کا یہاں نام و نشان بھی نہ تھا اور اب ہرچند کہ یہ مکانات وغیرہ
بہت جلد یہاں سے محو ہو جائینگے مگر اس نمائش سے جو اثر پیدا ہوگا یقین ہے کہ وہ جلد فراموش نہیں ہوگا
میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس نمائش کو فنون لطیفہ کے قائم کرنیکی کیوں ضرورت پیش آئی میں نے اس ملک میں
پہنچکر شروع ہی سے اس ملک کی صنعت و حرفت پر غور کرنا شروع کیا اور جب دربار دہلی کا فیصلہ ہو چکا کہ جس میں
شہنشاہ معظم کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آنیوالی تھی اور جس میں تمام ہندوستان کے والیان ریاست اور رؤسا عظام اور
ہر درجہ کے شرفا شامل ہونیوالے تھے۔ تو مجھے خیال ہوا کہ اب وقت ہے کہ ہندوستان کی حرفتوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے
یا اُنکے زوال کے روکنے کی تدبیر کیجائے۔ میں نے ڈاکٹر واٹس کو مدد کیلئے طلب کیا اور آپ لوگ اس مکان کے اندر جو کچھ دیکھو گے
وہ سب ڈاکٹر واٹس اور اُنکے نائب مسٹر پرسی براؤن کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ جنہوں نے ہزارہا میل
ہندوستان کے ہر حصہ میں سفر کر کے یہ دستکاری کے نمونہ منتخب کئے یا اپنے نمونے کاریگروں
کو دیکر اونکی نقلیں بنوائیں۔ اور جہاں جہاں روپیہ کے ضرورت تھی خرچ کر کے بہترین نمونے
دستکاری کے فراہم کئے۔ میں نے اس نمائش کے لئے تین شرائط قائم کردی تھیں۔

اول یہ کہ صرف آرائش کی نمائش ہوگی اس میں معمولی پیداوار کو دخل نہیں دیا جائیگا کیونکہ اس قسم کی ایک
بڑی نمائش کلکتہ میں ہے جو (عجائب گاہ کلکتہ کی طرف اشارہ تھا)

دوسری شرط یہ تھی کہ اس میں یورپین یا نیم یورپین طریقہ کی کوئی چیز نہو جیسے کہ شیشہ اور ٹین اور چکیدار کاغذ کا
کے کھلونے وغیرہ ہندوستان کے اپنی آرٹس بہت عمدہ ہیں۔

کرسکتا تھا۔ فوج کے عقب میں شہر کی اور ہندوستان کے بڑے بڑے اور دُور دُور کے شہروں کے تماشائی کھڑے تھے۔ اس طریقہ پر یہ جلوس کنوئیں روڈ ڈلاہنیس روڈ جامع مسجد و بازار چاندنی چوک و فتحپوری و احمد بائی کی سڑک سے ہوتا ہوا نکلا۔ جامع مسجد مشرقی رخ کی دالانوں میں ویسرائے کے (دلایتی مہمان) و دیگر انگریز مہمان بٹھائے گئے تھے اور جامع مسجد کے تینوں دروازوں کی سیڑھیوں پر اور بیرونی گوشوں پر پاڑ باندھکر منتظمانِ کمیٹی جامع مسجد نے مسجد کے فائدہ کی غرض سے تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا تھا جس سے مسجد کو بعد منہائی خرچ بارہ ہزار روپے کا فائدہ ہوا اور اس رقم میں سے جنوبی گوشوں پر چوبی دو کانیں بنائی گئیں جس سے ہمیشہ کو مسجد کی آمدنی میں ترقی ہو گئی۔ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں نے اس جلوس کے نظارہ کیلئے سینکڑوں روپے خرچ کر کے بالاخانے کرایہ پر لئے تھے۔ چاندنی چوک کی درمیانی پٹڑی پر تماشائیوں کیواسطے معقول نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا جس سے ٹھیکہ دار کو معقول فائدہ ہوا تجارتی کاروبار فجر سے بند تھے اور تقریباً چار میل تک بازار و مسجدیں و مندر و عارضی بلند مقامات جو اس غرض کیلئے بنائے گئے تھے اور چھتیں و برآمدے آدمیوں سے پٹے ہوئے تھے شہنشاہ و شہنشاہ بیگم کی تصویریں اور دعائیہ فقرے جابجا آویزاں تھے اور ہر طرف سے مبارکبادیوں کی بھرمار تھی جب حضور ویسرائے کی سواری اس شان و شوکت سے جامع مسجد کے سامنے قلعہ سے گزری فوراً ویسرائے کا جھنڈا قلعہ پر بلند کیا گیا اور قلعہ کے توپخانے سے اکتیس[۳۱] فیر سلامی کی دا ہوئی اور جب حضور ویسرائے اور ڈیوک آف کناٹ صاحبان کی ہاتھی موریز فائر سے آگے راجپور روڈ کے گوشہ پر پہنچی تو دونوں ہاتھی ٹھہرائے گئے اور دونوں صاحبان نے والیان ملک کو جو اون کے پیچھے ہاتھیوں پر سوار تھے وداعی سلام کر کے رخصت فرمایا تب والیان ملک دہنے ہاتھ بائیں طرف پل وار بلو روڈ سے ہو کر اپنی اپنی قیامگاہوں پر تشریف لے گئے پھر حضور ویسرائے اپنے ہاتھی سے اتر کر گاڑی پر سوار ہوئے جو وہاں موجود تھے اور جلوس اسی ترتیب سے پہاڑی کے نیچے باؤڈہ تک چلا گیا وہاں سے فوج ہمراہی کا وہ حصہ جو حضور ویسرائے کے آگے تھا شاہی باڈی گارڈ وغیرہ براہ راست علی پور کی سڑک سے اپنے اپنے خیموں میں چلا گیا۔ پھر حضور ویسرائے و ڈیوک آف کناٹ و ڈچز صاحبہ کی گاڑیاں راجپورہ سڑک سے پھرتے وقت باؤڈہ اور سنٹرل کیمپ کیطرف جانیکے بیلو گرین اور باقی جلوس کا حصہ اور بقیہ فوج ہمراہی اُنکے سامنے سے ہو کر علی پور کی سڑک پر سے اپنی اپنی قیامگاہوں کیطرف منتشر ہو گئیں پھر حضور ویسرائے ہزرائل ہائینس ڈیوک آف کناٹ و ڈچز صاحبہ اپنے باڈی گارڈ و کیڈٹ کورڈ کے ہمراہ باؤڈہ کی سڑک سے ہو کر جب گول گھر کے سامنے جو دربار کے موقعہ پر بنایا گیا تھا پہنچی تو اکتیس[۳۱] توپوں سے سلامی ادا کی گئی اور پہلے توپ سَر ہونے سے

حضور قیصر ہند اوس چبوترہ پر جو گھوڑے کے نعل کی شکل کا بنا ہوا تھا منعقد فرمایا چبوترہ کے باہر کے رُخ چھبیس زینے بارہ فٹ بلند اور بیچ میں دروازہ اور اوس پر بیس قطارین بلاک کے ساتھ بنائی گئی تھیں اور اٹھارہ فٹ چوڑی خالی جگہ چھوڑی گئی چبوترے کے قطعات (لٹے ودیکس) میں والیان وقائم مقام والیان ممالک غیر وافسران سرکار جو حضور وائسرائے کے مہمان تھے و ممبر صاحبان گورنمنٹ ہند و ممبر صاحبان سفارت خارجیہ بٹھائے گئے تھے اور جو حصے مختلف صوبوں کے لئے تھے اون میں اول بین میں ہر لوکل گورنمنٹ کے افسران اعلیٰ اور والیان ممالک ہند بٹھائے گئے تھے (صرف ان حضرات کیواسطے کرسیوں کی نشستیں تھیں باقی سبکو بنچ تھے) اور قطعات (ایچ تا الیس) میں درباری لوگ جو مدعو کیے گئے تھے بٹھائے گئے تھے۔ اخبار کے قائم مقام لوگوں کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کی گئی تھی اور ہر ایک شخص اپنے داخلہ کے کارڈ کے ذریعہ سے مطابق رنگین حرفوں کے جو کارڈ پر چھپے ہوئے تھے اپنی نشستگاہوں پر بیٹھنے کے رستہ سے پہونچ جاتا تھا۔

تقریباً چالیس ہزار فوج سرکاری جو دہلی میں اُسوقت موجود تھی حسب الحکم حضور کمانڈر انچیف صاحب افواج ہند اُس میدان میں جو درباری چبوترے کے داخل ہونے والے دروازے کے مقابل تھا آراستہ کی گئی تھی اور وائسرائی کیمپ سے چبوترہ دربار تک سڑک کے دو طرفہ فوج کھڑی تھی چبوترہ دربار میں شاہی جھنڈے کی جگہ کو بینڈ والے احاطہ کے کھڑی تھی - افواج انگریزی کا ایک اعزازی گارڈ احاطہ کے اندر چبوترے کے سامنے صف بندی سے کھڑا کیا گیا تھا - تمام آدمی ساڑھے دس بجے تک اور والیان ملک و افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ گیارہ بجے تک اور پنشن یافتہ یوروپین اور دیسی افسر جو غدر میں موجود تھے اور ڈیوک آف کیناٹ و ڈچز صاحبہ سوا گیارہ بجے تک اپنی اپنی نشستگاہوں پر تشریف لے آئے تھے والیان ملک اور افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ جب سواری سے اوترتے تھے تو افسران فارن ڈپارٹمنٹ و فوجی افسران متعینہ اونکا استقبال کرتے تھے اور اونکو اونکی جگہ تک پہونچا دیتے تھے اور جو والیانِ ملک و افسران اعلیٰ سلامی کے مستحق تھے پہرے دار جو اون کی نشستگاہ کے قطع کے دروازہ پر مقرر تھے اون کو فوجی سلام کرتے تھے۔ ساڑھے دس بجے سے بارہ بجے تک بینڈ احاطہ کے اندر حاضرین کی تفریح کے لئے منتخب چیزیں بجاتا رہا غدر کے سُورماؤں کے چھوٹے سے بینڈ سے جو سماں بندھا تھا اوسکی کیفیت مفصلاً اخبارات میں شایع ہوچکی ہے وہ منظر بھی عجیب غریب قابل دید تھا جس طرف نظر اوٹھا کر دیکھو مختلف صورتیں نظر آتی تھی - کہیں تو عدن کے ریاستوں کے شیخ وعرب تکلف لباس پہنے ہوئے اور کسی طرف ہندوستانی سرحد کے بلوچ درمیس نرین لباس میں نظر آتے تھے

گھوڑی کی دوران سے بعض [illegible] گھوڑے پر سوار تماشہ دیکھا

تیسری شرط یہ تھی کہ صرف سب سے اچھی چیزوں کو اس نمایش میں جگہ دیجائے جو خوبصورت عجیب اور نرالی ہوں
ہندوستانی وضع کی ایسی چیزیں نہوں جو برمنگھم سے ملسکتی ہیں یا شادیوں میں بنائی جاتی ہیں۔
لکڑی۔ ہاتھی دانت۔ ریشم۔ قالین اور دھاتوں کی قسم کی ایسی حرفت کاری ہو جیسکہ آپ یہاں دیکھیں گے
یاد رکھئے کہ یہ نمایش ہے بازار نہیں ہے جہاں ہر قسم کی سستی چیزیں ملسکیں۔ چونکہ آج کل ہندوستان میں ذاق
خراب ہو رہا ہے ہمنے زمانہ گذشتہ کے بہترین نمونے جمع کئے ہیں جو مستعار کالکشن (مجموعہ) میں پائے جاینگے
یہ ہندوستان کے والیان ریاست کی فیاضی سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔ بعض ان میں سے ہندوستان
کے عجائب خانوں سے اکٹھے ہوئے ہیں اور بعض کنگسٹن (انگلستان) کے ہندوستانی عجائب خانہ سے منگوائے
گئے ہیں۔ ہندوستان کا آرٹ غیر ممالک کے خیالات مستعار لینے سے ترقی نہیں کریگا بلکہ یہاں کے کاریگروں
کے اپنے اصلی خیالات سے۔
اس زمانہ میں سستی چیزیں عمدہ چیزوں سے بہتر سمجھتے ہیں اور خوبصورت کو مضبوط سے۔ اسی وجہ سے پرانی حرفتیں اور
دستکاریاں ہمیشہ کے لئے معدوم ہو رہی ہیں کوئی قومی آرٹ قائم نہیں رہ سکتا جبتک کہ قومی ضرورت کو پورا
نکرے یقین ہے یہ نمایش ایک آبجکٹ لیسن (سبق آشیاء) کا کام دیگی اسکے کھولنے سے مقصود یہ دکھانا ہے
کہ ہندوستان ابھی کچھ کر سکتا ہے۔ ابھی یہاں کی دستکار کیا کچھ عجائبات تیار کر سکتے ہیں۔ ہمیں کلکتہ یا
بمبئی کی یوروپین دوکانوں کی طرف بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہندوستان کی بہت سی دوکانوں
اور گھروں میں ایسی آرٹسٹک اور کاریگری کی چیزیں ملسکتی ہیں جو اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ میں نے اسی غرض
سے یہ نمایش کھولی ہے اور امید ہے کہ یہ پٹریاٹک (محب وطن) مقصد کو پورا کریگی کہ جسکے لئے اسکو قائم
کیا ہے اور میں اس وقت اسکے افتتاح کر دینے کا اعلان کرتا ہوں۔
اسکے بعد حضور وائسرائے اور والیان ریاستہائے ہند مع اپنے روسا اور اہلکاروں کے نمایش کے اندر چلے گئے
اور چیزوں کو دیکھنے اور تعریف کرتے رہے ساڑھے بارہ بجے حضور وائسرائے تشریف لیگئے اوسوقت علاوہ
اونکے ہزارہا تماشائی کہ جن کے پاس ٹکٹ معائنہ رسم افتتاح تھے اندر داخل ہو کر نمایش دیکھنے لگے اور یہ
سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ عام لوگوں نے بھی اول اول ایکروپیہ پھر آٹھ آنہ پھر چار آنے دیکر نمایش کی
خوب سیر کی اور دربار کے تمام رسومات ختم ہونے کے بعد دو مہینے تک نمایش قائم رہی کل اڑتالیس ہزار
آدمیوں نے نمایش کو اندر سے دیکھا اور تین لاکھ باسٹھ ہزار تین سو تیس ۳۶۲۳۳۰ روپے کی چیزیں فروخت ہوئیں
۳۱ دسمبر ۱۹۰۲ء روز چہارشنبہ کو پولو کے میدان میں ۴ بجے سہپر کے بینڈ باجا بجایا گیا **یکم جنوری**
۱۹۰۳ء روز پنجشنبہ کو بارہ بجے دن کے حضور وائسرائے گورنر جنرل ہند نے دربار بغرض اعلان تاجپوشی

دجانفشانی بالا کلام بجالاتے ہیں خواہ انگریزی اور ہندوستانی افواج - جو اس قدر نمایان بہادری کیساتھ
حضور عالی کی حدود ممالک کی حفاظت و نگہبانی کرتی اور حضور ممدوح کی طرف سے میدان جنگ میں
جان فدا کرتے ہیں - خواہ ہندوستان کی تمام اقوام کے وفادار باشندوں کی ایک جماعت بیشمار
جو باوجود ہزاروں قسم کے اختلافات حالات و خیالات و عادات کے بطیب خاطر سلطنت عظمیٰ کی
اطاعت میں متحد و متفق ہیں سب کے سب بیکجا مجتمع ہیں اپنی تاجپوشی کی تقریب کو اس طور پر
ہندوستان میں انجام دینے کی غرض خاص سے حضور ملک معظم نے مجھے بحیثیت نائب السلطنت ہونیکے
اس دربار عالیشان کے انعقاد کا حکم دیا ہے اور خاص کر کے اس جشن کی عظمت و وقعت کے اظہار کی غرض
سے اعلیحضرت نے اپنے برادر حقیقی شاہزادہ والاتبار عالیجناب ڈیوک آف کناٹ کو اس تقریب میں
شریک ہونے کا ارشاد فرماکر ہم لوگوں کی عزت افزائی فرمائی ہے -

اب سے پچیس برس پیشتر اسی مہینے کے اسی دن میں اسی قدیم شہر میں جو یادگار شاہان نامآوری کا
قابل الذکر ہے اور عین اسی مقام پر حضور ملکہ معظمہ وکٹوریہ اول قیصرۂ ہند کے خطاب کے ساتھ مشتہر
کی گئی تھیں - یہ کام حضور ممدوحہ کی اُنکی ہندوستانی رعایا کے ساتھ نہایت ہمدردی کی دلیل میں
اور ان کے ممالک متصرفہ ہند کے دولت برطانیہ کے زیر اطاعت و انقیاد متفق ہونیکے ثبوت میں کیا گیا
اُس سے ربع صدی (یعنی پچیس برس) بعد آجکے روز اُس سلطنت وسیع کے اتحاد میں کچھ کمی نہیں بلکہ زیادتی
ہو گئی ہے - وہ بادشاہ جسکی اطاعت کے اظہار کے واسطے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں اپنی رعایائے ہند کے
درمیان کچھ کم ہر دلعزیز نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اسکی شکل اپنی آنکھوں دیکھی اور اُسکی آواز اپنی کانوں سنی
ہے وہ اپنی نوبت پر ایک ایسے تخت کا مالک ہوا ہے جو دنیا میں نہ صرف سب سے زیادہ نامی و گرامی ہے بلکہ
سب سے زیادہ محکم و پائدار بھی ہے اور وہ نکتہ چین جنہیں ثبات کی تصدیق سے انکار ہو کہ سلطنت ہند کے
قبضہ اور حضور ملک معظم کی رعایائے ہند کا وفادارانہ تعلق اور خدمت اُس تخت کے استحکام کے لیے
ادنیٰ بنیادوں میں سے نہیں ہے غلط خبریں سُنے ہوئے ہوں گے بلکہ میری دانست میں یہ باتیں اُسکے
استحکام شروط لازمی میں سے ہیں جسطرح ہندوستان اپنے ذاتی اور موروثی فخر سے متعہد ہے اسی طرح
اُس وفاداری و نمک حلالی کی روشنی سے منور ہے جسکی از سر نو جانب غرب سے افزائش کی گئی ہے پہلے
اولوالعزم طالبوں کی بڑی جماعت میں سے جو قرناً بعد قرن زر کی طلب و تلاش میں آتے گئے اس نے
صرف اُنہی سے اپنی رضامندی ظاہر کی بلکہ اُنکے نزدیک اپنا اعتبار بھی پیدا کیا
دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں ممکن نہیں ہے کہ ایک ایسا منظر جسکا ہم آج مشاہدہ کرتے ہیں دیکھنے میں آئے

کہیں نیپال و سکم و مسقط کے وبعیدیا قائم مقام بیٹھے تھے غرضکہ ملکوں ملکوں کے رئیس اپنی اپنی قطع وضع کے زرق برق خوشنما پوشاکوں میں دکھائی دیتے تھے۔ یہ کیفیت دیکھکر اللہ کی قدرت اور انگریزی حکومت کی شان نظر آتی تھی۔ مسلمانوں کی عید الفطر بھی اتفاق سے اسی دن اگر واقع ہوئی اسی وجہ سے انکو دربار میں شرکت کا موقع دینے کی غرض سے دربار کا وقت دوپہر قرار پایا تھا۔ وقت مقررہ پر یعنی ساڑھے گیارہ بجے حضور ویسرائے اپنے باڈی گارڈ اور شاہی کیڈٹ کور کے جلو کے ساتھ اپنی فرودگاہ سے گاڑی میں سوار ہو کر درباری چبوترے کیطرف روانہ ہوئے جسوقت آپ احاطہ دربار کے اندر داخل ہوئے تمام حاضرین دربار کھڑے ہو گئے اور اسوقت تک کھڑے رہے جبتک حضور والیسرائے نے اپنی جگہ پر تشریف نہیں رکھی جب حضور موصوف چبوترے کے پاس پہونچ گئے تو اسوقت چبوترے کے سامنے جو اعزازی گارد کھڑا تھا اوسنے فوجی سلام کیا اور بینڈ سے سلامتی بادشاہ کی بجائی گئی اور اکتیس ضرب توپ سلامتی ادا کی گئی اور ویسرائی جھنڈا بلند کیا گیا پھر حضور موصوف زینے پر سے چبوترے پر جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ حضور والیسرائے کے تشریف رکھنے کے بعد نقیب مع اپنے نفیریوں کے گھوڑے پر سوار آگے بڑھا اور بحکم حضور والیسرائے باواز بلند اعلان پڑھا جسمیں حضور شہنشاہ ہند بالقابہ کی تاجپوشی کا ذکر تھا۔ اعلان کے ختم ہونے پر قومی راگ کے ساتھ شاہی جھنڈا کھولا اور ایکسو ایک ضرب شاہی سلامی کی چھوٹیں جسطرح پر یکم جنوری اور شاہی سالگرہ میں قواعد کے وقت چھوڑی جاتی ہیں اسکے بعد حضور والیسرائے نے اس مجمع کے سامنے کھڑے ہو کر سب حاضرین کو مخاطب کر کے اپنی بے نظیر فصاحت و بلاغت سے اسپیچ اور شاہ ہند کا ایک پیغام سنایا جو ذیل میں حرف بحرف درج ہے۔

اسپیچ

اب سے چھ مہینے پیشتر اعلیحضرت ملک ایڈورڈ ہفتم ملک معظم انگلستان و قیصر ہند کو شاہان انگلشیہ کا تاج وعصا عطا کیا گیا۔ سلطنت ہند کے صرف معدودے چند رعایاؤں کو اس تقریب میں شریک ہونیکا فخر حاصل ہوا آجکے دن حضور ملک معظم نے اپنی عنایات خسروانہ سے اپنی تمام رعایائے ہند کو اسی قسم خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع دیا ہے اور یہاں اور تمام مقامات ہندوستان میں۔ اس مبارک جشن کے موقع پر خواہ راجگان و نوابان و رئیسان و سرداران ہند۔ جو حضور ممدوح کے تخت کے ستون ہیں۔ خواہ یوروپین اور ہندوستانی حکام۔ جو حضور عالی کی سلطنت کا انتظام بحسن و خوبی بتمام

سب سے بڑی دلیل فیروزی ہوگی بلکہ ہے۔
اس تاجپوشی کے دربار کے انعقاد کے بھی اغراض و مقاصد ہیں۔ اب میرا یہ فرض ہے کہ حضور ملک معظم کے اُس شفقت آمیز فرمان کو جو حضور ممدوح نے اپنی رعایاے ہند تک پہونچائے جانے کی فرمایش کی ہے آپ لوگوں کے سامنے پڑھ کر سناؤں۔

حضور ملکِ معظم قیصرِ ہند کا پیغام مبارک فرجام

مجھے بابت خوشی ہے کہ اس پُرشوکت موقع پر جبکہ میری ہندوستانی رعایا میری تاجپوشی کی خوشیاں کر رہی ہے میں انہیں خوشنودی و مبارکبادی کا پیغام بھیجتا ہوں۔ اُس تقریب میں جو اُن دنوں میں انجام پائی صرف معدودے چند والیان ریاست و وکلاے ہند شریک ہو سکے اسلئے میں نے اپنے نائب السلطنة گورنر جنرل بہادر کو ہدایت کی کہ وہ دہلی میں ایک بڑا دربار منعقد کریں تاکہ تمام والیانِ ریاست و باشندگان ہند اور سرکاری حکام اس مبارک موقع پر خوشیاں منا سکیں جب میں ۱۸۷۵ء میں ہندوستان کی سیر کو گیا تھا تب سے اُس ملک اور اُس کے باشندوں کی محبت میری تہ نشین ہوگئی ہے اور میرے خاندان اور تخت کی نسبت جو دلی اور وفادارانہ خیرخواہی ہے اُس سے میں پوری طرح باخبر ہوں۔ گذشتہ چند برسوں میں انکی محبت و وفاداری کی بہت سی دلیلیں ظہور میں آچکی ہیں اور میری سلطنت وسیع کے محاربات و فتوحات میں میری ہندوستانی افواج نے نمایاں خدمتیں کی ہیں۔
مجھے امید قوی ہے کہ میرے فرزند دلبند پرنس آف ویلز بہمراہی پرنسیس آف ویلز صاحبہ عنقریب اس ملک ہندوستان سے شخصی طور پر واقفیت حاصل کر سکیں گے جنکی نسبت ہمیشہ سے میری یہ خواہش رہی ہے کہ وہ دیکھتے اور وہ خود بھی اسکی سیر کے اُسی درجہ مشتاق ہیں اگر ممکن ہوتا تو میں اس مہتم بالشان موقع پر بخوشی خود بنفس نفیس ہندوستان آتا بہرکیف میں نے اپنے برادر عزیز ڈیوک آف کناٹ بہادر کو جو ہندوستان میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے ہیں بھیجا ہے تاکہ اس جشن میں جو میری تاجپوشی کی خوشیاں منانے کے لئے انجام دیا جاتا ہے میرے خاندان سے کوئی شخص موجود رہے۔
جب سے میں اپنی والدہ مکرمہ عالیجناب ملکہ معظمہ وکٹوریا رحمہا اللہ اول قیصرہ ہند کے تخت کا مالک ہوا ہوں میری یہی خواہش رہی کہ رحیمانہ و منصفانہ انتظام سلطنت کے وہ اصول جنہوں نے ایک تعجب خیز طور پر رعایاے ہند کے دلوں میں جناب ممدوحہ کی عظمت و محبت پیدا کر دی تھی بے کم و کاست برقرار رہیں تمام باشندگان ہند کو خواہ وہ رئیس معاون ہوں یا رعیت مطیع میں از سر نو یقین دلاتا ہوں کہ میں اُن کی

میں اس بڑے اور باوقعت مجمع کا ذکر نہیں کرتا ہر چند کہ اسکے لاثانی ہونے کا مجھے یقین ہے میں اس حقیقت
کی طرف جس کا یہ مجمع گویا مجاز ہے اور اُن لوگوں کیطرف جنکی کیفیات قلبی کا یہ مجمع اظہار کرتا ہے اشارہ کرتا
ہوں مختلف ریاستوں کے سو سے زیادہ والی جنکی مجموعہ آبادی چھ کروڑ آدمیوں کی ہے اور جنکی ممالک
۵۵ درجہ طول تک پھیلے ہوئے ہیں اپنے مشترک حکمراں کی اطاعت کا اظہار کرنے کے لئے یہاں آئے
ہیں ہم اُن کے اس جوش وفاداری کی نہایت قدر کرتے ہیں جو انہیں اس قدر فاصلوں سے دہلی تک کھینچ
لایا ہے اور جسکے لئے اکثر کو بہت کچھ تکلیف اور اخراجات بھی برداشت کرنا پڑا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں مجھے
اُنکی خاص باتوں سے حضور ملک معظم تک اُنکی طرف سے مبارکباد پہونچانے کا پیغام سننے کی
عزت حاصل ہوگی ۔ وہ عہدہ دار اور سپاہی جو یہاں موجود ہیں ہندوستان کے قریب قریب
.... ۲۲ جوانوں میں سے منتخب کرکے بلائے گئے ہیں اور انہیں خاصکر اس بات پر فخر ہے کہ وہ
ملک معظم کی سپاہ ہیں سر برآوردگان جماعت ہند عہدہ دار اور غیر عہدہ دار جو یہاں موجود ہیں
۲۲ کروڑ سے زیادہ آدمیوں کی جماعت کی وکالت کرنیوالے ہیں اسلئے حقیقت میں اس بات کا دعویٰ
کیا جاسکتا ہے کہ اس تماشاگاہ میں روحانی طور پر بلکہ حکمرانوں اور نائبوں کے اعتبار سے جسمانی طور پر بھی
تمام انسانی آبادی کا قریب قریب ایک خمس یہاں موجود ہے سب کے سب میں ایک ہی جوش دل کی روح
پھونکی گئی ہے اور سبکے سب ایک ہی تخت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ
یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہی دلی جوش نے ان کثیر التعداد اور منتشر جماعتوں کو ایک جگہ کھینچ بلایا
اور انہیں متحد کردیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور اس کے عدل
اور کریمانہ حکومت پر اعتماد دونوں مترادف الفاظ ہیں یہ صرف ایک دلی جوش کا اظہار ہے بلکہ
ایک تجربے کی گویا لوح منقش اور ایک اعتقاد کا اقرار ہے اسلئے کہ ان کروڑوں آدمیوں سے اکثر
کو حضور ملک معظم کی گورنمنٹ نے باہر کے حملے اور اندر کی بدعملی سے آزادی بخشی ہے بعضوں کو اُنکے
حقوق واختیارات کی حفاظت کی کفالت عطا کی ہے بعضوں کے لئے باعزت مشغولیوں کی راہیں
فراخ وکشادہ کردی ہیں ۔ عامۂ خلایق کے حال پر مصیبت کے وقت نظر ترحم مبذول کرتی ہے
اور سبکے ساتھ عادلانہ انصاف برتتی ۔ انہیں ظلم وستم سے نجات دیکے اور تربیت وتعلیم اور
امن وامان کے فیوضات عطا کرنے کے لیے کوشش کرتی ہے ایکدیسے ملک پر فتح حاصل کرنا
ایک بڑی کامیابی ہے عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ سے اُس ملک پر قبضہ قائم رکھنا اُس سے بھی بڑھ کر
کامیابی ہے عاقلانہ تدابیر ملکی سے اُس کے اجزائے منتشرہ کو ایک مجموعہ مستحکم بناکر برقرار رکھنا

مالی حالت کی ترقی کا زمانہ ہاتھ آیا جسکی ہاتھ آنے کی ہمیں بہمہ وجوہ اُمید ہی تو میں اُمید قوی کرتا ہوں کہ
حضور ملکِ معظم کے عہدِ حکومت کے سالہاسال بھی گذرنے نہ پائینگے کہ گورنمنٹ ہند کچہ مالی امداد کے ذریعے
سے اُنکے ساتھ اپنی ہمدردی اور توجہ کا اظہار کر سکیگی اُن کا وفادارانہ صبر سالہاسال کے تکلیف و عسرت میں
اسقدر نمایاں ہوا ہی کہ میں نہایت ہی خوشی کے ساتھ اُس امداد کو پیشِ نظر رکھتا ہوں اب میں عنایت
اور مہربانی کی اُن دوسری کارروائیوں کا ذکر کرنا جنہیں ہم نے موجودہ تقریب کے ساتھ وابستہ کیا ہے
ضروری نہیں سمجھتا اسلئے کہ وہ باتیں اور جگہ مندرج ہیں لیکن مجھے عہدہ داران فوج کے حق میں کہا
امر کی اعلان کا اختیار مفوض ہوا ہی کہ آیندہ سے "انڈین اسٹاف کور" کا لقب منسوخ ہو جائیگا اور
وہ حضور ملکِ معظم کی افواجِ متحدہ ہند کے ایک ہی طبقے میں شمار کئے جائینگے۔

حضرات والیان ریاست و باشندگان ہند! اگر ہم ایک لمحے کیلئے زمانہ مستقبل کی طرف نظر اُٹھا کر
دیکھیں تو بلاشبہ اس ملک کے واسطے ایک بہت بڑی ترقی کے آثار ظاہر ہونگے ہندوستان کے
متعلق کوئی مسئلہ ایسا نہیں خواہ وہ آبادی - تعلیم - اسباب روزگار یا معیشت کے خصوص میں ہو جسکا
حل تدبیر ملکی کی طاقت سے باہر ہو - اُن میں سے بیشتروں کا حل ان دنوں ہماری نگاہوں کے سامنے
کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان دونوں کی مجموعہ قوت سے ہماری سرحدوں پر امن و امان
برقرار رہے اگر اُن کے درمیان رئیسوں اور رعایا کے درمیان فرنگیوں اور ہندوستانیوں کے درمیان
اور حاکم و محکوم کے درمیان رشتہ یگانگی و اتحاد مضبوط و محکم رہے اور اگر فصل و موسم بھی اپنی فیاضیوں
میں کوتاہی نہ کریں تو ترقی کی تیز رفتاری کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اگر خداوند تعالیٰ نے چاہا ہو تو
ہندوستان آیندہ زمانہ میں وہ ہندوستان نہو گا جسکی زرخیزی روبہ تنزل ہو جس کی آیندہ اُمیدیں
مفقود ہوں یا جس میں بجا شکایت یا نارضی کی بو پائی جائے بلکہ وہ ہندوستان ہو گا جس میں جلد و جلد
کو وسعت ہوگی - قابلیتیں عالمِ خواب سے بیداری کی حالت میں ہونگی بہبودی و مرفہ الحالی روبہ ترقی
ہوگی اور آسایش و دولت زیادہ تر پھیل جائیگی مجھے اپنے ملک کی ایمانداری اور خلوصِ نیت پر اعتماد کلی
ہے اور اس ملک کی نامحدود قابلیتوں پر بھروسا رکھتا ہوں لیکن اُن آیندہ صورتوں کے ظہور میں آنیکے
واسطے ایک شرط لازم ہے یعنی کہ دولت عظمیٰ کے اختیار و تسلط میں کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے
اور یہ صورت بجز سوائے دولتِ فخیمہ برطانیہ کے اور کسی کی سرداری میں پائدار اور برقرار نہیں رہ سکتی
اب میں ان بیانات کو ختم کرنا چاہتا ہوں میری دلی خواہش ہے کہ باشندگانِ ہند اس بڑے اجتماع کو
مدتوں یاد رکھیں گے کہ اسی کے ذریعہ ایک نہایت پُرشوکت موقع پر انہیں شاہنشاہ عالیجاہ کے شخصی ذاتی

آزادیوں کا خیال رکھوں گا اُنکے مدارج اور حقوق کا لحاظ رکھونگا۔ اُنکی ترقی مدِنظر رکھونگا اور اُنکی فلاح وبہبودی میں کوشاں رہونگا اور میری حکومت کے یہی اعلیٰ اغراض و مقاصد ہیں اور یہی منشا ہے انشاء اللہ تعالیٰ میری ہندوستان کی سلطنتِ وسیع کی روز افزوں مرفہ الحالی اور اُس کے باشندوں کی مزید شادمانی وکامرانی کا باعث ہوں گے۔

حضرات والیان ریاست و باشندگان ہند! یہ اُس شہنشاہ عالیجاہ کے الفاظ ہیں جسکی تاجپوشی کی خوشیاں منانے کے لئے ہم لوگ جمع ہیں۔ یہ اُن افسروں کے دلوں میں جو اُسکی خدمت بجالاتے ہیں تحریک پیدا کرتے اور اُن کے لئے آوازِ غیب کا کام دیتے ہیں اور عامہ رعایا کے روبرو اولوالعزمی اور شفقتِ خسروانہ کی مثال پیش کرتے ہیں ہم میں سے اُن لوگوں کے دلوں میں جو میری اور میرے ہم منصبوں کی طرح حضور ملکِ معظم کی سلطنت کے مدار سیاست ہیں ایسی نیت پیدا کرتے ہیں جسکو ہماری حرکات و سکنات کا راہنما اور ہماری سیاستِ ملکی کا دستور العمل ہونا چاہیئے۔ ایسا زمانہ کبھی نہیں گذرا کہ ہمیں اس بات کی زیادہ خواہش ہوئی ہو کہ فیاضی اور نرم دلی کو اِس سیاستِ ملکی کے ارکانِ ضروریہ میں سے ہونا چاہیئے جنہوں نے زیادہ تکلیفیں سہی ہیں وہی عنایت و کرم کے بھی زیادہ مستحق ہیں جنہوں نے پوری طرح سے خدمت گزاری کی ہے وہی انعام و صلہ کے بھی پوری طرح سے سزاوار ہیں۔ اِس سلطنتِ وسیع کی پچھلی لڑائیوں میں والیان ریاستہائے نے اپنی سپاہ اور اپنی تلواریں ہماری تائید و تقویت کے لئے پیش کی ہیں اور ہماری دوسری مشکلات میں بھی مثلاً جو خشک سالی و قحط کے مقابلہ میں اُٹھانی پڑی اُنہوں نے اپنی کارروائیوں میں اسی قسم کی شجاعت و عالی ہمتی کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ جو آرام و بہبودیں اُنہیں اِسوقت حاصل ہیں ان میں اضافہ کرنا مشکل ہے۔ اور اُس ملائمی میں جسکے استحکام میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا زیادتی کرنی ایک غیر ممکن امر ہے! اینہمہ ہم اس بات کے بیان کرنے سے خوش ہیں کہ گزشتہ قحط کے متعلق گورنمنٹ ہند نے جو جو قرضے دیسی ریاستوں کو دیئے ہیں یا اُنکی ذمہ داری کی ہے سرکار دولتمدار تین برس کی میعاد تک اُن کا سُود لینے سے باز رہیگی اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ریاستیں جنپر یہ عنایت کیجاتی ہے اس سے بخوشی تمام استفادہ کرینگی اس بڑے ملک میں اور بھی زیادہ کثیر التعداد جماعتیں ہیں جنکے حق میں امداد کو وسعت دینے سے ہمیں خوشی حاصل ہوگی اور ہمیں امید ہے کہ عنقریب ہم اُنکی عافیت و بہبودی میں کچھ اضافے کا اعلان کرینگے سال حسابی کے درمیان امداد دن کا اظہار قرین مصلحت اور حساب کی گفتگو کا تیار کرنا آسان نہیں ہوتا بہرکیف اگر موجودہ صورتِ حال قائم رہی اور اگر ہمیں ہندوستان کی

دیکھ سکتے تھے اُنھوں نے تماشائیوں سے بہت روپیہ کمایا۔ آتشبازی کی خوبی بیان سے باہر ہے ایسی آتشبازی نہ کبھی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سُنی جسنے دیکھا وہی خوب جانتا ہے۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء ہفتہ کو رات کیوقت لال قلعہ کے دیوانِ عام میں جلسہ تقسیم خطابات ہوا - دیوانِ عام سے ملی ہوئی ایک عالیشان عمارت چوبی بنائی گئی تھی جو موجودہ عمارت سے پورے دو حصہ زائد تھی اور اوسپر روغنی ایسا عمدہ کام کیا گیا تھا کہ اجنبی آدمی بجلی کی روشنی میں بھی رات کیوقت نئی اور پُرانی عمارت میں تمیز نہ کر سکتا تھا - علاوہ دیوانِ عام کی عمارت عارضی کے دو حصے مقرر کئے گئے تھے ایک حصہ کا نام روبنگ روم اور دوسرے حصہ کا نام اسمبلنگ روم تھا جو صاحبان اس جلسہ میں مدعو کئے گئے تھے وہ ساڑھے آٹھ بجے تک اپنی نشستگاہوں پر بیٹھ گئے تھے ہر ایک شخص کو ایک افسر اوس کی جگہ بتلا دیتا تھا جو اسوقت اس کام کیلئے موجود تھا جو اصحاب پہلے سے کوئی خطاب نہیں رکھتے تھے اور اسوقت خطاب پانیوالے تھے وہ پونے آٹھ بجے سے پہونچ گئے تھے علیحدہ مقام پر بٹھا دیئے گئے تھے اور خطاب پانے کے بعد جس جگہ کے وہ مستحق تھے بٹھائے گئے تھے وہ جگہ اون کے لئے خالی رکھی گئی تھی۔

والیانِ ملک یا اعلیٰ درجہ اسٹار آف انڈیا کے خطاب یافتہ اصحاب پونے آٹھ بجے تک تشریف لے آئے تھے فارن ڈپارٹمنٹ کے اسپیشل ایلچی اُن حضرات کا استقبال کر کے روبنگ روم میں پہونچا دیتے تھے ان اصحاب میں سے جو سلامی کے مستحق تھے ایک اعزازی گارڈ جو وہاں موجود تھا اون کو فوجی سلام کرتا تھا اور جو حضرات انڈین امپائر کے قسم کے خطاب یافتہ تھے اونکو وہ افسر اسمبلنگ روم میں اونکی نشستگاہ تک پہونچا دیتا تھا - سب سے آخر میں حضور وائسرائے و ہز رائل ہائنس ڈیوک آف کناٹ گاڑی میں تشریف لائے جب گاڑی سے اُترنے لگے اوسوقت سکرٹری خطابات و انڈر سکرٹری ڈپارٹمنٹ استقبال کر کے روبنگ روم میں لیگئے اور اعزازی گارڈ نے فوراً فوجی سلام کیا پھر حضور وائسرائے (جی سی - آئی - ای) و (جی - سی - ایس - آئی) خطاب یافتہ اصحاب و سکرٹری خطابات روبنگ روم میں اسی موقع کا لباس پہنکر اسمبلنگ روم میں تشریف لیگئے وہاں ایک جلوس ترتیب دیکر خطابات کے کمرہ میں تشریف لیچلے چلتے وقت جو نئے خطاب یافتہ اپنی سینئر کے آگے ہو گئے چنانچہ ترتیب جلوس اسطرح تھی سب سے آگے انڈر سکرٹری فارن ڈپارٹمنٹ انکے پیچھے سکرٹری خطابات اوسوقت لباس نشان ستارہ ہند پہنے ہوئے تھے سکرٹری خطابات کے پیچھے (سی آئی ای) کے خطاب رکھنے والے انکے پیچھے (سی ایس آئی) کے خطاب رکھنے والے اصحاب انکے پیچھے (کے - سی - ایس - آئی) کے خطاب والے انکے پیچھے (کے - سی - ایس - آئی) خطاب یافتہ لوگ انکے عقب میں - (جی - سی - آئی - ای) کے خطاب پانے ہوئے اُنکے پیچھے (جی سی ایس آئی) کے

دریافت کرنے اور اُن کے نیک خیالات کے سُننے کی عزت حاصل ہوگی - میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کی یاد خوشی اور مسرت کا باعث ہوگی اور مَلِکِ مُعظّم ایڈورڈ ہفتم کا عہدِ حکومت جو ایسے سعید و مبارک طور پر شروع ہُوا ہے ہندوستان کے صفحات تاریخ اور اُسکے باشندوں کے صفحات دل پر تا ابد باقی اور منقش رہیگا - ہم دعا کرتے ہیں کہ اُس قادر مطلق مالک رحمٰن و رحیم کے فضل و کرم سے شاہنشاہ معظم کی سلطنت و حکومت سالہا سال قائم رہے آپ کی رعایا کو روز افزوں بہبودی اور ترقی خیالات ہو آپکے عہدہ داروں کے نظم و نسق ملکی پر عقلمندی اور نیکی کی مُہر ثبت ہے اور آپ کی سلطنت کی سلامتی اور برکتیں تا ابد قائم رہیں - حضور مَلِکِ معظم و قیصر ہند کی عمر دراز ہو - +

ایڈریس ختم ہونے پر حاضرین جلسہ و فوج اور تماشائیوں نے تین چیرز بادشاہ کی تاجپوشی کی مسرت میں دیں بعدہ رؤسائے با اختیار والسرائے اور ڈیوک اوف کیناٹ کے سامنے باری باری پیش ہوئے بعض کے ساتھ اونکے صاحبزادے یا وزرا بھی تھے سبھوں نے نہایت خشوع اور خضوع کیساتھ تخت نشینی کے مختصر الفاظ میں مبارکباد بادشاہ کو دی - پیشی ختم ہونے پر دربار برخواست ہوا اور حضور والسرائے اُسی طور پر اور انھیں رسومات کے ساتھ تشریف لیگئے جسطرح تشریف لائے تھے اونکے بعد حضور ڈیوک آف کیناٹ اور ڈچز صاحبہ ویسی ہی اعزاز کیساتھ جیسے تشریف لائے تھے رخصت ہوئے اُن کے بعد والیان ممالک غیر و افسران اعلیٰ لوکل گورنمنٹ و والیانِ مُلکِ ہند و ممبر صاحبان کونسل گورنر جنرل اسی طور پر جس طور پر وہ آئے تھے اُسی رستوں و زینوں سے ہو کر تشریف لیگئے اسکے بعد تمام تماشائی رخصت ہوئے اُسی شب کو حضور والسرائے نے اپنے کیمپ میں بڑے بڑے سرکاری مہمانوں کو دعوت دی اور بادشاہ اور شاہزادہ ڈیوک آف کیناٹ کی جام صحت کی تجویز پیش کی جو نہایت جوش کے ساتھ سب نے قبول کی والسرائے نے اس موقع پر اسپیچ دی اور ڈیوک آف کیناٹ نے اُسکا جواب دیا -

۲ جنوری ۱۹۰۳ء جمعہ کے دن پُرانی چھاؤنی کے ایک میدان میں فوجی کھیل تماشہ ہوا اور شب کو تمام شہر میں روشنی ہوئی رات کے دس بجے جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے سامنے شاہ سرمد اور حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے درمیانی پریٹ کے میدان میں بیس پچیس ہزار روپے کی ولایت کی بنی ہوئی آتشبازی چھوٹی اور آتشبازی کی تماشے کیواسطے جامع مسجد کے شرقی دروازہ کے سامنے والی سڑک اور شفاخانہ کی چھت پر نشستوں کا سرکاری مہمانوں کے واسطے انتظام کیا اور جامع مسجد کا شرقی اور شمالی دروازہ اور پاڑیں اور دیگر مکانات کے کوٹھے سڑکیں آدمیوں سے پٹی پڑی تھیں جن آدمیوں کے مکان اور برآمدے ایسے موقعوں پر تھے کہ آتشبازی کا تماشا اچھی طرح

اور سکرٹری خطابات نے نشانات (جی-سی-ایس-آئی) لیکر ہز ہائنس کو مزین کردیا اور جنیر (کے-سی-ایس-آئی) (ستارۂ ہند) لیکر مناسب جگہ پر لگا دیا بعد اسکے ہر دو صاحب (کے-سی-ایس-آئی) نے ہز ہائنس ایس-آئی اپہنایا بعد ازان سکرٹری خطابات ہز ہائنس کو چبوترہ کے پاس لیگئے ہز ہائنس حضور ویسرائے کی طرف آئے اور وہ دونوں جونیر (کے-سی-ایس-آئی) اپنی اپنی جگہ پر جاکر کھڑے ہو گئے پہلا نڈ سکرٹری نے (جی-سی-ایس-آئی) کا کارڈ اٹھا کر نہایت ادب کے ساتھ حضور ویسرائے کو دیا حضور ویسرائے نے ہوئے ہز ہائنس کو کارڈ مذکور کو دیکر ان سے یہ تقریر فرمائی -

معظم قیصر ہند و حسب الارشاد حضور موصوف میں آپکو اسوقت اسٹار آف انڈیا (ستارۂ ہند) کا معزز نشان نائٹ گرانڈ کمانڈر - آپکو حضور ملک معظم قیصر ہند نے ازراہ کرم بنایا ہے "

ی تو اُسوقت ہز ہائنس حضور ویسرائے کی تعظیم بجا لائے اور بعد اسکے سکرٹری خطابات انکو اسجگہ لیگئے لیگئی تھی - ہز ہائنس اُسجگہ کے سامنے کھڑے رہے اعزازی گارد نے فوجی سلام ادا کیا اور سکرٹری نب انکا سب کو سُنایا - جب اسی ترکیب سے کُل صاحب نشان و خطاب (جی-سی-ایس-آئی) س آئی) اور (سی-ایس-آئی) اسٹار آف انڈیا سے مزین ہو چکے تو سکرٹری خطابات نے عرض کی سلسلہ میں تقسیم خطابات کے متعلق اور کوئی اَب کوئی باقی نہیں ہے اسوقت تمام حاضرین جلسہ اپنی لئے اور حضور ویسرائے مع افسران ہمراہی کمرہ تقسیم خطابات سے نکلکر ڈرائنگ روم میں بہ ترتیب کورٹ فتہ تشریف لیگئے حضور ویسرائے کے تشریف لیجانیکے وقت اعزازی گارد نے فوجی سلام کیا اور جنیڈ یا وہاں جاکر لباس و نشان اسٹار آف انڈیا بدن سے بدلا اور لباس و نشان انڈین امپائر پہنکر پھر بات میں تشریف بہ ترتیب کورٹ لے آئے اور ترکیب کورٹ بالا جب (جی-سی-آئی-ای) اور (کے اور (سی-آئی-ای) کے خطابات تقسیم ہو چکے تو سکرٹری خطابات نے عرض کیا کہ انڈین امپائر کے طابات کے متعلق اور کوئی کارروائی باقی نہیں رہی تب حضور ویسرائے نے اپنی جگہ سے اُٹھکر فرمایا ویسرائے کیساتھ تمام حاضرین جلسہ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر ٹھہرے رہے بعد ازان حضور ویسرائے انڈین امپائر کے خطاب یافتہ صاحب حال اُس ترتیب کے ساتھ جیسے پہلے تقسیم خطابات کے کمرہ میں ویسلنگ روم میں تشریف لیگئے اور اس کمرہ میں سے حضور ویسرائے اور (کے-سی-ایس-آئی -ای) کے خطاب یافتہ اصحاب بینگ روم میں تشریف لیجاکر لباس خطابات بدلکر حضور ویسرائے ٹ وغیرہ وہاں سے اسی طور پر اور اسی ہمراہی کے ساتھ جیسے آئے تھے اپنی اپنی قیامگاہ کو تشریف لے گئے جلسہ خطابات کی نظیر اس سے پہلے ہندوستان میں کسی تاریخ میں دیکھی اور نہ سُنی - اس جلسے

خطابات یافتہ حضرات - انکے پیچھے ہز رائل ہائنس ڈیوک اوف کیناٹ کے جی - کے ٹی - کے پی - جی سی
جی سی ایس آئی - جی سی ایم جی - جی سی ای آئی - جی سی وی او آپ لباس و نشان ستارۂ ہند زیب بدن
فرمائے ہوئے تھے - انکے پیچھے پرائوٹ سکرٹری - انکے پیچھے حضور وایسرائے گورنر جنرل - آپ بھی اسوقت
لباس نشان ستارۂ ہند سے ملبوس تھے - جناب کے بعد آپ کے ایڈیکانگ و سرجن وغیرہ تھے -

جب اس ترتیب بشان و شوکت کے ساتھ جلوس امپلنگ روم سے نکلا فوجی بینڈ گرینڈ مارچ بجانے لگا
اور جلسہ خطابات کے کمرہ کے دروازہ پر دونوں طرف جو اعزازی گارد کھڑے تھے اونہوں نے حضور
ڈیوک آف کیناٹ و وایسرائے کو فوجی سلام کیا جب جلوس جلسہ خطابات کے کمرہ میں داخل ہوا تمام
حاضرین جلسہ کھڑے ہوگئے اور اوسوقت تک کھڑے رہے جب تک حضور وایسرائے نے اپنی کرسی شاہانہ
پر تشریف نہیں رکھی خطاب یافتہ اصحاب اپنی اپنی جگہوں پر پہونچکر داہنے اور بائیں جانب صف دار کھڑے
ہوگئے اور جسوقت حضور وایسرائے جن صاحب کے پاس سے گذرتے تھے وہ تعظیم بجالاتے تھے جب حضور
وایسرائے اپنی نشستگاہ پر رونق افروز ہوئے اوسوقت گرینڈ مارچ بجنا موقوف ہوا اور بینڈ نے سلامی
بادشاہ بجائی - چبوترہ پر حضور وایسرائے کی داہنی طرف ڈیوک آف کیناٹ رونق افروز تھے - تمام
خطابات یافتہ اصحاب جلسہ خطابات کے کمرہ میں داہنے اور بائیں جانب صف دار موافق ترتیب
ترجیح خطابات بٹھائے گئے اسٹار آف انڈیا و انڈین امپائر کے اعلی خطاب یافتہ اصحاب اول صف
میں تشریف رکھتے تھے جو حضور وایسرائے کے چبوترہ کے بالکل قریب تھے اور اونکی ہمراہیوں کو واسطے
انکی کرسی کے پیچھے جگہ دی گئی تھی بعدہ سکرٹری خطابات نے عرض کی اس جگہ میں حسب الحکم حضور
ملک معظم قیصر ہند اصحاب فلاں فلاں کو خطابات ستارہ ہند - جی - سی - ایس - آئی مرحمت ہوگا -

پھر سکرٹری خطابات مع انڈر سکرٹری فارن ڈیپارٹمنٹ اور دو جونیر کی سی ایس - آئی جوان سے کم درجہ
خطاب رکھنے والے تھے روبنگ روم میں جاکر ہز ہائنس کو مع ہمراہیان کے جو پہلے سے ایک علحدہ
جگہ پر تشریف رکھتے تھے ایک جلوس قائم کرکے حضور وایسرائے کے پاس لائے جسوقت ہز ہائنس اپنی
جگہ سے تشریف لیچلے تو اعزازی گارد نے سلام کیا اور تمام خطاب یافتہ اصحاب کھڑے ہوگئے اور
جب تک فرمان شاہی پڑھا نہ گیا کھڑے رہے ہز ہائنس مع دو (کی - سی ایس آئی) خطاب یافتہ اصحاب
وہاں تک تشریف لے گئے جہاں سے چبوترہ چند قدم پر تھا وہاں ایک میز پر انڈر سکرٹری نے نشان
جی - سی - ایس - آئی) رکھدیا پھر حضور وایسرائے نے سکرٹری خطابات کو فرمان شاہی دیا سکرٹری
مذکور نے اوسکو ہز ہائنس کو سنا کر اونکو میز کے پاس لیگئے دونوں کی - سی ایس آئی کے خطاب یافتہ اصحاب

ریو بے نظیر جناب خواجہ **محمد ناصر نذیر** صاحب فراق دہلوی نبیرۂ حضرت خواجہ **میر درد** رحمۃ اللہ علیہ

اضل مولانا **سید محمد حسین** مرحوم صاحب آزاد دہلوی پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور ۔ ✦ ✦

کوئی عالم میں نہیں شہر بسانِ دہلی   ہے مٹے پر بھی سوا عرش سے شانِ دہلی

سید احمد خان مرحوم نے شہر دہلی اور اہل دہلی کے حالات میں آثار الصنادید ایسی کتاب لکھی جسکو ہندوستان نے
کیا مگر قابل غور اور اسکی تعریف کے قابل یہ بات ہے کہ دانایان فرنگ نے اُسے قدردانی کی نظر سے دیکھا
ترتیب کے بعد سے آجتک جب کسی یورپین مورخ نے دہلی کی تاریخ یا جغرافیہ لکھا اُسمیں آثار الصنادید کا حوالہ
اُس کتاب کی خوبی اور پسندیدگی کا اندازہ ہمکو اچھی طرح ہوتا ہے مگر آج اُسکی ترتیب کو تیس برس ہوگئے
ت میں دہلی اور اہل دہلی کا پلٹا ہو گئی۔ گریٹ برٹن کی حکیمانہ اور شاہانہ طرز تمدن اور طرز معاشرت نے
کو ایسا لباس پہنا دیا جس سے دہلی یورپ اور اہل دہلی یورپین بنگئے۔ قصروایوان کے بجلے ہال اور کمرے
ور پائین باغ کی عوض پارک اور آفس تیار ہوگئے رتھ۔ بہلی۔ پالکی۔ ناگی۔ ہوادار کی جگہ بروہم لینڈو
وگنٹ۔ بائیسکل۔ ٹرائیسکل۔ ٹرام وے۔ موٹر کار دوڑنے لگے۔ مردوں کے لباس میں انگرکھے
قمیص۔ پائجامہ اور شلوار کے بدلے پتلون پہنے جانے لگے زنانہ لباس بھی تغیر ہوا جہاں بیگمی گرتی
نے اپنا عمل دخل بٹھا رکھا تھا وہاں سایہ اور گون نے رنگ جما لیا شاہدان فرنگ کو بھول حسن اد
ی کے رہنے والوں گلعذاروں نے بھی تکلف چھوڑ دیا آنکھوں میں سرمہ کاجل اور دانتوں میں مسی
کانوں میں صرف بُندے اور ہاتھوں میں ڈایا منڈ کٹ چوڑیاں رہ گئیں۔ عربی علوم و فنون کی جگہ
نے اپنی روشنی ڈالی اسکول اور کالجوں سے حکمت و فلسفۂ جدید کے دریا بہ نکلے۔ جب ایسی
دہلی کے حالات میں ہوئی تو ہواسطے ضرور تھا کہ کوئی لائق مورخ دہلی اور اہل دہلی کے
مرتب کرے چنانچہ اس کام کو خلاصۂ خاندان مصطفوی نقاوۂ دودمان مرتضوی فضیلت
ماب مقبول درگاہ اللہ الصمد مولوی **سید احمد** صاحب زید مجدہٗ نے انجام دیا اور کتاب
لی ہے مرتب کی ہیں اپنے اس مختصر ریویو میں اس کتاب کی تعریف لکھنے سے قاصر ہوں
ہوں جس شخص کو یہ شوق ہو کہ وہ دہلی کی پرانی اور کہنہ عمارتوں کی عجیب غریب حالات
ں کو یہ معلوم کرنا ہو کہ پہلے دہلی کو اندرپت یا اندر پرست کیوں کہتے تھے پھر دہلی کیوں
شاہجہان آباد کیوں نام رکھا گیا جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ اس شہر کی مقدس زمین پر کون
یاء اللہ اور علماے قدسی بارگاہ آرام فرما رہے ہیں جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی میں
نے راجہ اور مہاراجہ گذرے ہیں جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ دہلی میں اسلام سے کس قدر

گیارہ حضرات (جی-سی-ایس-آئی) اور پندرہ (جی-سی-آئی-ای) اور چوبیس (کے-سی-ایس-آئی) اور ستول (کے-سی-آئی-ای) اور ماکتالیس (سی-ایس-آئی) اور اکیسوڈس (سی-آئی-ای) اشرکیتے تقریباً چونتیس جدید خطاب یا منبر کے خطابوں میں اضافے ہوئے۔

۴ر جنوری ۱۹۰۳ء اتوار کے دن گیارہ بجے جلوس کے ساتھ دارالسلطنت کے پادری اور بشپ پنجاب نے نماز الٰہی حضور وایسرائے شاہزادی صاحبہ اور ایک بڑا افسر اور انگریزی ہیاجو اُسوقت دہلی میں موجود تھی نماز میں شریک تھی۔ سہ پہر کو پولو کے میدان میں بینڈ بجایا گیا

۵ر جنوری ۱۹۰۳ء پیر کے دن حضور وایسرائے نے والیانِ مُلک کی فوج ہمراہی کا ملاحظہ فرمایا اور ساڑھے تین بجے سے پانچ بجے تک دیسی مہمانوں کو قلعہ کے باغ میں گارڈن پارٹی دی۔

۶ر جنوری ۱۹۰۳ء منگل کے روز سہ پہر کیوقت فٹ بال، پولو وغیرہ کھیل ہوئے اور رات کو لال قلعہ دیوان عام میں اسٹیٹ بال (سلطنت کا ناچ) ہوا جسمیں والیان ریاست اور تقریباً چار ہزار سے زیادہ اور صاحب موجود تھے یہ جلسہ بھی بلحاظ معزز حاضرین اور شاندار مکان کے ہندوستان میں نظیر نہیں ہے۔ قلعہ میں سلیم گڈھ پر ایک اسٹیشن عارضی طور پر بنایا گیا تھا اور شب کو تمام مہمان لائٹ ریلوے کے ذریعے اسپیشل ٹرینوں میں تشریف لائے تھے۔

۷ر جنوری ۱۹۰۳ء بدھ کے روز نمائش ہوا اور انٹرنیشنل پولو میچ کا آخری کھیل تھا جو کل کرتبوں سے زیادہ دلچسپ اور خوشنما تھے۔

۸ر جنوری ۱۹۰۳ء جمعرات کے دن کیمپوں کے آس پاس کے ہموار میدان میں کل فوج کا گرانڈ ریویو ہوا۔ رسالے جو زیر انتظام کمانڈر انچیف میں اُسوقت موجود تھے۔ تماشائیوں کیواسطے چبوترے بنے ہوئے تھے ہزاروں آدمی گاڑیوں اور گھوڑوں پر سوار تھے اور پیدلوں کا کچھ شمار نہیں۔ حضور وایسرائے اور ڈیوک آف کناٹ ڈچز صاحبہ گیارہ بجے اپنی نشستگاہ پر پہنچے جو جو رسالے پاس سے گزرتے تھے اونکا سلام لیتے جاتے تھے شاہی رسالے شان و شوکت کی وردیاں پہنے ہوئے تھے اور بھوپال ریاست نیز دیگر والیان جیند و نابھ و پٹیالہ و سرمور کی فوجیں اپنے اپنے رئیسوں یا ریاست کے دیگر عزیزوں کی ماتحتی میں سلام کے مقام سے گزرتی جاتی تھیں۔

۹ر جنوری ۱۹۰۳ء جمعہ کے روز ہتھیاروں کے کرتب اور انڈین آرمی پولو کے کھیل ہوئے اور فوجی باجے بجائے۔ اُسوقت دہلی میں کوئی دو ہزار تھے ان سبنے ملکر ساتھ باجا بجایا جو قابل دید تھا۔

۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء ہفتہ کے روز حضور وایسرائے اور ڈیوک آف کناٹ ڈچز صاحبہ اُسی اعزاز کے ساتھ جسطرح تشریف لائے تھے رخصت ہوئے۔ اور پندرہ روز میں سلسلہ رسوم کا جو ہندوستان میں انگریزی حکومت میں آج سے پہلے نہیں ہوا اسطرح خاتمہ ہوا۔ ہمنے دربار کے واقعات زیادہ مفصل لکھکر ناظرین کی سمع خراشی کرنی مناسب نہیں سمجھی صرف وہ مجمل واقعات بیان کر دیے جس سے ہر ایک شخص کو دلچسپی ہو غرض یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دربار ہوا اور ہو چکا اب اسکی یادگار ہماری کتاب میں باقی رہ جائیگی جو آیندہ کیواسطے بصارت ہوگی۔ احقر سید احمد دہلوی عفی عنہ

ختم شد

شاہان فریدون جاہ اور فرمانروایان کجکلاہ نے حکومت کی جسکو دہلی کی بے مثال اور بے نظیر عمارتون
کے نقشے دیکھکر اپنی روح کو تازہ کرنا ہو جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ شہر دہلی مین فی زمانہ کون کون مشاہیر علم و فن
اور کون کون اُمرا اور رؤسا ہین جسکو یہ معلوم کرنا ہو کہ حضور پرُنور فلک جاہ خورشید کلاہ ملک معظم شہنشاہ
ایڈورڈ ہفتم دام ملکہم کا جشن تاجپوشی کس دھوم سے ہوا اوس مین کیا کیا تیاری کی گئی تھی انجمن
کس قدر فوج فراہم ہوئی تھی اوس مین کس قدر والیان ملک۔ راجہ۔ مہاراجہ۔ امیر کبیر۔ رئیس۔
تشریف لائے تھے۔ جشن کے موقع پر جو نمایش مرتب کی گئی تھی اوس مین لعل و یاقوت لؤلؤ
الماس و زمرد گوہر و مرجان کی کس قدر گنج اور عجائبات ہندوستان اور تحائف یورپ کے
کس قدر ذخیرہ فراہم کیے گئے تھے وہ مولوی **سید احمد** صاحب کی یہ کتاب دیکھے کیونکہ مورخ
مورخ ایک ایسے ذی علم اور لائق خاندان سے منسوب ہین جس مین صدہا سال سے تصنیف و تالیف
کا مشغلہ چلا آتا ہے شعر گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنی است ؛ دست مشاطہ چہ با حسن خداداد کند
مولانا شاہ **ولی اللہ** صاحب مولانا مولوی شاہ **عبد العزیز** صاحب مولانا مولوی شاہ **عبد القادر**
صاحب مولانا مولوی شاہ **رفیع الدین** صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے کون واقف نہین ہے
جس طرح ستارون مین آفتاب اور پھولون مین گلاب مشہور ہے اس سے زیادہ انکے خاندان کی
شہرت ہے آپ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے نواسے اور شاہ عبد العزیز صاحب کے سچے جانشین ہین
اور باعتبار علم و نسب شاہ صاحب کے خاندان مین آپ ہی باقی ہین اور خدا کرے کہ ہمیشہ باقی رہین۔
آپ شاہ صاحب کے ایک لائق یادگار ہین آپ نے شاہ صاحب کا نام روشن کر دیا۔ شاہ ولی اللہ
صاحب شاہ اہل اللہ صاحب۔ شاہ عبد القادر صاحب۔ شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ وغیرہ حضرات
کی مصنفہ اُن کتابونکو جنکا ہم لوگ نام سُنا کرتے تھے چھاپ کر آپنے ہندوستان سے ایران اور ایران سے عرب و شام
تک پھیلا دیا گویا کہ دریا فیض کا بہا دیا چونکہ وقت کم ہے اور مین عدیم الفرصت ہون اسواسطے مین اپنے اس
ریویو کو ختم کرتا ہون اور اون حضرات سیاح کیتئیں جو باہر سے دہلی اور اہل دہلی کے مشتاق ہو کر تشریف
لاتے ہین سفارش کرتا ہون کہ وہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرماوین کیونکہ اس کتاب سے زیادہ عمدہ رہنما
اور گائیڈ دہلی کا اونکو کوئی نہین ملسکتا ہے اور اسکے بعد میری یہ دُعا ہے کہ جبتک آسمان شفق کے
پوڈر سے صبح و شام اپنے چہرہ کو گلفام بنائے اور جبتک ماہتاب رات مین اور آفتاب
دن مین اپنے حسن کو چمکائے یہ کتاب اور صاحب کتاب سلامت رہین۔ فقط

حررہ فقیر حقیر محمد ناصر نذیر۔ فراق دہلوی حسینی الواسطی

Ahmad ~~Sayyad~~
Sayyid